إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ہاجرہ

اپنی طرز کا پہلا - دلفریب اور نتیجہ خیز

ناول

مصنفہ

"عدالت"

(ایک ترکی خاتم کا فرضی نام)

جسکو

احقر العباد محمد حسن خان سپر[illegible] ٹرانسلیشن ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف [illegible]

مترجم تزک عثمانیہ [illegible] وغیرہ

نے

انگریزی سے سلیس اردو میں [illegible]

معہ ایک دیباچہ کے جسمین ترکی لٹریچر - ترکی عورتوں [illegible]

ہندوستان مین تعلیم نسوان اور ناول نویسی پر [illegible]

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر [illegible]

طبع ثانی سنہ 1911

کہتی ہے اس کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

جناب مولانا خواجہ **الطاف حسین** صاحب **حالی** فرماتے ہیں۔

میں **سید** صاحب مرحوم کی لائف لکھ رہا ہوں اور وہ قریب الاختتام ہے اس لئے مجھے بالکل باجرہ [illegible] دیکھنے کی فرصت نہ تھی۔ اس کے سوا ناول دیکھنے کا مجھے شوق بہت کم ہے۔ باوجود اس کے جس روز یہ کتاب میرے پاس پہونچی اسی روز ایک ہی نشست میں میں نے سب کام چھوڑ کر اس کے ۸۰ صفحے دیکھے پھر اور کاموں میں مصروف ہو گیا۔ کل اس کے دیکھنے کا پھر موقع ملا یہاں تک کہ جب تک اس کو ختم نہیں کر لیا دوسرا کام نہیں کیا۔ وہ فی الواقع ایسا دلچسپ ہے کہ شروع کرنے کے بعد اس کے چھوڑنے کو ہرگز نہیں جی چاہتا اور چونکہ آپ نے ترجمہ بھی بہت صاف اور عمدہ کیا ہے اس لئے اس کے پڑھنے سے طبیعت نہیں الجھتی۔ یہ کتاب اس لحاظ سے کہ ناول نویسوں کے لئے ایک عمدہ رہبر ہے اور ہمارے ہم وطنوں کے چھچھورے ناولوں کی افراط و تفریط سے پاک ہے اور متانت و سنجیدگی بیان کا ایک اچھا نمونہ ہے نہایت مفید ہے لیکن جو خیالات اس میں ظاہر کئے گئے ہیں اور جس طریقہ معاشرت کی خوبی اس میں جتائی گئی ہے اس کے لئے ہماری قوم ابھی تیار نہیں ہے اور اگر میرا قیاس غلط نہ ہو تو کم از کم پچاس برس تک اس کے لئے اور منتظر رہنا چاہیئے۔ بیشک تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان اسکو بہت پسند کریں گے ...... میری آرزو یہی ہے کہ لوگ آپکی محنت کی داد دیں اور اسکی قدر کریں۔

آنریبل نواب **عماد الملک** بہادر سابق ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن حیدر آباد:۔

[illegible] کا ترجمہ نہایت عمدہ ہے۔ میں نہایت خوشی سے اسے اپنے محکمہ کی انعامی کتابوں میں شامل کرونگا۔

رائٹ آنریبل **مسٹر سید امیر علی** صاحب سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ:۔

آپکا ترجمہ شروع سے اخیر تک دیکھا نہایت عمدہ ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ آپ کی محنت و جانفشانی [illegible] دی کا ذریعہ ثابت ہو۔

جناب مولوی **احمد انصاری** از تعلقہ شولاپور ضلع لنگسگور حیدر آباد دکن:۔

[illegible] اور مشہور ناول اور ڈرامے دیکھ چکا ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ باجرہ سے بڑھکر اخلاق و تہذیب [illegible] سکھانے والا کوئی ناول یا دفتر پند و نصیحت نہیں ہو سکتا۔

مولوی **سخاوت حسین** صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع اسکول سہارنپور:۔

[illegible] پڑھکر نہایت خوشی ہوئی۔ آپکا ترجمہ صحیح اور بامحاورہ ہے اور عام ترجموں کی نفرت انگیز لغویات [illegible] سے [illegible] ہے۔ خدا آپ کو عمر دراز عطا فرمائے تاکہ اردو لٹریچر کو اپنی تصنیفات سے زیب و زینت دیں۔

[illegible] کمیٹی نے بھی اسکی چند جلدیں خرید کی ہیں۔ مترجم

To

The Hon'ble Sir John Woodburn, K. C. S. I.,

Lieutenant-Governor of Bengal,

THIS BOOK, by kind permission, is most respectfully dedicated in grateful appreciation of His Honour's kind interest and help in the cause of Mohammedan Education in India, and as a humble token of gratitude for his gracious visit to the Mohammedan Educational Conference at Calcutta in 1899.

Mohammed Hasan Khan.

حضور پرنور- عالیجناب معلّٰی

کے سی-ایس-آئی

مسلمانان ہند کی ترقی تعلیم کے ساتھ ہمیشہ فیاضانہ طور پر پُرجوش ہمدردی ہے

اُسکے

نہایت ادنیٰ لیکن دلی شکریہ میں

اور

اُس نوازش و کرم کی یادگار میں

جس سے ہز آنر نے

۱۸۹۹ء کے جلسۂ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ کو

اپنی تشریف آوری سے اعزاز و افتخار بخشا

یہ ناول

باجازت خاص

بصد عجز و نیاز نام نامی و اسم گرامی

سے

معنون کیا گیا

احقر محمد حسن خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

ناجرہ کی طبع اول کی سب جلدیں باوجودیکہ بلحاظ حجم کتاب قیمت کسی قدر زیادہ تھی
مدت ہوئی کہ فروخت ہو چکی تھیں اور اکثر حضرات متقاضی تھے کہ طبع ثانی کا جلد انتظام کروں
لیکن بوجوہ چند در چند تعمیل ارشاد سے اب تک قاصر رہا جس کے لئے معذرت
خواستگار ہوں۔ نظر ثانی میں حتی الامکان نہایت احتیاط کی گئی ہے اور بوجہ اصرار
قیمت بھی کم کر دی گئی ہے حالانکہ اس مرتبہ کاغذ طبع اول کی بہ نسبت بہتر لگایا گیا۔

۷۔ اپریل ۱۹۱۰ء ⎬ محمد حسن

خبرت ہست کہ مرغانِ چمن میگویند	کاے خرابے خفتہ سر از بالشِ غفلت بردار
تا بکے ہمچو بنفشہ سرِ غفلت در پیش	گذشت آنکہ تو در خوابی و نرگس بیدار

میرا خیال ہے کہ ۱۸۹۶ء میں کلکتہ کے کسی انگریزی اخبار میں میں نے اس کتاب پر ریویو پڑھا تھا۔ تب ہی سے اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اس کا ترجمہ کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کو غیرت دلاؤں کہ تعلیم نسواں کے بارے میں دوسرے ملک کے مسلمان بھائیوں کی تقلید کریں۔ لیکن چند اسباب ایسے پیدا ہو گئے تھے جنکی وجہ سے اسی سال اپنے اس خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ سب سے بڑا سبب تو یہ تھا کہ میں نے تاریخ جنگ ترکی و یونان ۱۸۹۷ء کی اشاعت کو اس وقت مقدم سمجھا۔ اس تاریخ کے متعلق میری امیدوں سے کہیں زیادہ پبلک نے میری عزت افزائی کی جسکا میں تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔ یہ دیکھکر اپنے پہلے ارادہ میں مجھے اور بھی ہمت ہوئی اور کلکتہ کی

ایجوکیشنل کانفرنس میں اُسکے پریسیڈنٹ فخر قوم جناب آنریبل مسٹر جسٹس سید امیر علی
جج ہائیکورٹ نے مسئلہ تعلیم نسواں پر بحث کرتے ہوئے جو ما جرہ کی تعریف
کو اُسکے پڑہنے کی ہدایت کی تو میں اپنے ارادہ میں اور بہی پختہ
ہو گیا مجھے اس میں کامیابی ہوئی اور اپنی محنت کے نتیجہ کو بدیہ
سمجھتی
یہ ہدایت بجا ہے یا نہیں اس سے مجھے اسوقت بحث نہیں
... ہم نے چلنا ہی نہیں سیکہا ہے۔ پہلے چلنا آجائے تو رفتہ
تاہم بے خبر سو رہے تہے۔ عورتوں کی تعلیم تو درکنار
رفتار تہے۔ خدا سر سید کو غریق رحمت کرے کہ اُنہوں
ریاست پر نظر کرکے تعلیم سے دماغ منور کرنے کی ضرورت ہمارے
ذہن نشین کی اور جو راہ اُنہوں نے بتائی اُس میں قدم رکہنے سے لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم
عورتوں کی تعلیم کی بہی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہماری اور ہماری عورتوں کی تعلیم
لازم ملزوم ہیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوسکتی۔ ہم کیسے ہی تعلیم یافتہ ہوں جب
تک کہ ہماری عورتوں کے بہی دل و دماغ تعلیم سے روشن نہوں ہم پورے تعلیم یافتہ ہرگز
نہیں کہلا سکتے اور نہ ہم دنیا کی مہذب قوموں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ اُسی زمانہ پر غور
کرو جب کہ ہماری ترقی کا آفتاب نصف النہار پر تہا تو ہماری عورتوں کی کیا حالت تہی
اور کیسی بڑی بڑی لائق اور فایق عورتیں مسلمانوں میں گذر چکی ہیں جنکا صرف ہمیں کو نہیں بلکہ
ہر قوم کو فخر ہو سکتا ہے۔

خدا اور رسول نے کہیں نہیں فرمایا کہ مرد تعلیم یافتہ[۵] ہوں اور عورتیں جاہل رہیں اور اسے

---

۵ اس مسئلہ پر ترکوں کی معاشرت کے دیباچہ میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

وقت تک جو تقریری یا تحریری کوششیں بزرگانِ قوم نے اسکی تائید میں کی ہیں اُن کا بکار آمد اثر مسلمانوں پر ہوا ہے - ناچیز کا اس وقت پبلک کے سامنے آنا گویا اور وضاحت اور زور کے ساتھ اس امر کی تحریک کرتا ہے اور باواز بلند کہتا ہے کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان دوسرے ملکوں میں ایسا کر رہے ہیں تو تم بھی اُن کے قدم بہ قدم کیوں نہیں چلتے -

ماں کے تعلیم یافتہ ہونے سے جو بچوں کی پرورش اور تعلیم اور انتظام خانہ داری اور دیگر امور متعلقہ میں سہولیت اور خوبی پیدا ہوتی ہے اسکی نسبت بہت سے لائق اور قابل قدر مضامین لکھے جا چکے ہیں اس لئے اس موقع پر میں اُنکی تصریح کرنا ضروری نہیں سمجھتا - مجھے اس وقت صرف یہ کہنا ہے کہ ہمارے آجکل کے نوجوانوں پر جو اخلاقی کجی کی تہمت لگائی جاتی ہے (اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ اس بارہ میں میں اپنے نوجوان بھائیوں کی حالت نہایت ہی نازک اور خراب دیکھتا ہوں) اس کا علاوہ چند اور وجوہ کے ایک بڑا سبب ہماری عورتوں کا تعلیم یافتہ نہ ہونا بھی ہے - ماں کی گود میں یا انگریزی مدرسہ جانے تک کی عمر تک بلکہ سنِ تمیز تک بچہ جو ماں سے بُری باتوں سے بچنے اور بھلی باتوں کے اختیار کرنے کی نسبت سبق حاصل کر سکتا ہے اور اُس کا اثر آئندہ چلکر جو نفع پہونچا سکتا ہے اُسکو اکثر لوگ محسوس نہیں کرتے - علاوہ بریں ایک تعلیم یافتہ بی بی اپنے شوہر کی نظروں میں بمقابلہ ایک جاہل عورت کے زیادہ وقعت رکھتی ہے اور اس وجہ سے اُسکو بہت سے بُرے کاموں سے باز رکھ سکتی ہے - اور خود شوہر کی اس قسم کی دلچسپی کا باعث ہوتی ہے کہ اُسے باہر دوسروں کے ساتھ اُس انداز کی دلچسپی کی تلاش کی ضرورت نہیں رہتی - لیکن فی زمانناکیا کیفیت ہے ؟ مردوں کا دماغ تعلیم کے صدقہ سے مختلف اقسام کے دلچسپ خیالات سے پُر رہتا ہے اور قدرتی طور پر اُنکی خواہش ہوتی ہے کہ سب سے پہلے وہ کسی

ایسے انسان سے اُن کی نسبت گفتگو کریں جسکو وہ سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہیں زیادہ تر تر کی زبان اُن کی نکلنے نہیں پاتی اور سکان آکر سوا سے اسکے کہ بی بی سے صرف باورچخانہ روستان ہیں کی بے لطف اور پھیکی بات چیت کریں اور کچھ نہیں کر سکتے - اس قسم کی باتوں کا ایک برس یافتہ شخص بہت زیادہ دن متحمل نہیں ہو سکتا اور آخری نتیجہ اس کا یہی ہوتا ہے کہ مجبور ہو کر وہ اور ضروری کاموں سے فرصت پانے کے بعد اپنے احباب میں زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔ اور بی بی کو محض بچہ پیدا کرنے کی کل سمجھنے لگتا ہے - اور یہی خیال ترقی کرتے کرتے دوسری برائیوں کا بھی باعث ہو جاتا ہے - لیکن یہ قصور کس کا ہے ؟ خود ہمارا - اور اسکی وجہ سے بیچاری بے زبان عورتوں پر جو یہ ظلم کیا جاے اسکا ذمہ دار کون ؟ خود ہم - کیسے افسوس کی بات ہے کہ بجاے اسکے کہ اپنے قصور کی سزا اپنے آپ کو دیں ہم ان بے گناہ عورتوں کی زندگی ہمیشہ کے لیئے تلخ کرتے ہیں!

اب میں ہاجرہ کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں - ہماری قوم کے بہت سے خیر خواہ اسباب مانع ترقی مسلمانان پر بحث کرتے ہوئے اکثر کہا کرتے ہیں کہ ہم محض اپنی قدیم خوبیوں اور ترقی کے زمانہ کو یاد کیا کرتے ہیں اور اسمیں اتنے محو رہتے ہیں کہ بس یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں جس کام کے لیئے ہم پیدا ہوئے تھے وہ ہمارے آبا و اجداد ختم کر چکے اب ہم پر کسی قسم کا فرض باقی نہیں ہے - پہلے تو میرا بھی یہی خیال تھا اور ممکن ہے کہ ایسے لوگ کسی زمانہ میں رہے ہوں لیکن مجھے تو اس وقت ایسے لوگوں کی سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے جو یہ پورے پورے طور پر جانتے ہوں کہ مسلمان کیا تھے اور اب کیا ہو گئے - کتنے مسلمان ہیں جو یہ بھی جانتے ہیں کہ سات سو برس تک اندلس مسلمانوں ہی کا تھا ؟ کتنے ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں کہ سوا ہندوستان اور افغانستان اور روم اور عرب کے دنیا کے اور بھی حصوں میں مسلمان آباد ہیں ؟ اور کتنے ہیں جنہیں یہ معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمان ہی تمام علوم و فنون کی دنیا میں

وقت تک جو تقریری یا تحریری ؟ میرے نزدیک سو میں اسّی بلکہ نوّے ایسے نکلیں گے جو یہ تو
آمد اخر مسلمانوں پر یہ ہندوستان میں اُن کی سلطنت تھی لیکن سوا اسکے اور جو کچھ خیال
اور زور ... کی نسبت ہے وہ ایسی قابل الزام ناواقفیت پر مبنی ہے اور مسلمانوں کو ایسا
مسلمان ... در عیوب اور جہالت میں غرق سمجھتے ہیں کہ کوئی اچھی بات بھی اُنکی نسبت سنیں تو
بہ ... سے اُنہیں یقین آتا ہے - اس کا جواب بعض صاحب یہ ضرور دینگے کہ مسلمانوں کی
اس وقت کی بُری حالت دیکھکر وہ سمجھتے ہیں کہ اُن سے کسی اچھی بات کا ظہور ممکن نہیں لیکن
میں یہ کہتا ہوں کہ اسکی وجہ صرف اُنکی لاعلمی ہے - وہ یہی نہیں جانتے کہ اس زمانہ میں مسلمان
کیا کر رہے ہیں اور دوسرے ملکوں میں اس مذہب کے لوگوں کی کیا کیفیت ہے - جب
حال سے واقف نہیں تو ماضی سے اُنہیں کیا آگاہی ہوگی - اگر اُنہیں واقفیت ہوتی تو کوئی
قابل تعریف بات سنکر استعجاب نہ کرتے اور اس فکر میں نہ ہوتے کہ مسلمانوں کے مخالفوں
کے اقوال پیش کر کے اُسے غلط ثابت کریں - اُنکے دل میں تو یہ جمی ہوئی ہے کہ مسلمان
کبھی کسی قابل نہ تھے - اس لئے جو بُری باتیں مسلمانوں کی نسبت سنتے ہیں اُن کو تو بلا
تحقیقات یقین کر لیتے ہیں لیکن کوئی اچھی بات سنکر فوراً اُسپر اعتراض کر بیٹھتے ہیں - اسی قسم
کے بعض لوگوں نے مجھسے شبہ ظاہر کیا ہے کہ ہاجرہ مسلمان خاتون کی لکھی ہوئی نہیں
ہوسکتی اور اپنی سمجھ اور لیاقت کے مطابق اُس خیال کی تائید میں دلائل بھی پیش کرتے
ہیں چونکہ ممکن ہے کہ اور بھی حضرات اِن صاحبوں کے ہم خیال ہوں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ
ترکی لٹریچر کی نسبت بھی یہاں کچھ عرض کروں -

جیسا کہ ایرانی شاعری اور خیالات کا اُردو زبان کی تصنیفات پر اثر پڑا ہے اسی طرح ترکی تحریرات
اور تصنیفات بھی اُس اثر سے نہیں بچی ہیں اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا جیسے کہ اُردو شاعری محض
مارِ زلف - دُرِ دنداں - چاہِ زنخداں اور کمر معشوق کی تعریف اور تلاش میں گرفتار تھی اسیطرح

غزلیات۔ لیلیٰ مجنوں۔ شیریں فرہاد۔ یوسف زلیخا اور اسی قسم کی کتابیں زیادہ تر ترکی زبان میں ہی تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ وہاں بھی زمانہ نے کروٹ لی اور جس طرح ہندوستان میں حالی نے لکیر کے فقیر نہ رہکر یہاں کی زبان میں ایک تازہ روح پھونکی اسی طرح چالیس برس سے زیادہ ہوئے کہ ترکی لٹریچر میں بھی ایک انقلاب عظیم واقع ہوا یعنی پُرانی خیالی اور وہمی باتوں کو ترک کر کے سچے واقعات کو اختیار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پُرانی وضع کی شاعری بھی کسی زمانہ میں کوئی خدمت پوری کرتی ہوگی لیکن ضروریات زمانہ اس امر کی متقاضی تھیں کہ حالی کی طرح ترکوں میں بھی عاکف پاشا اور رشید پاشا نہایت لائق مصنف اسکی اصلاح اور نئی راہ دکھانے کے لئیے پیدا ہوئے۔ ان سے زیادہ شناسی آفندی نے اس امر میں کوشش و سعی کی اور اپنے ارادوں میں اُنکو کمال بے سے بڑی امداد ملی جو کہ ایک فاضل اجل ترکی میں گذرے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں میں اکرم بے ایک نامور شاعر کا بھی ذکر کرنا ضرور ہے جو تھوڑا عرصہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے ایک مدرسہ کے پروفیسر تھے اور نیز حمید بے کا جو ڈراما لکھنے میں اوستاد سمجھے جاتے ہیں گویا کہ ترکی لٹریچر اب یورپ کے لٹریچر کے قدم بقدم چل رہا ہے۔

جس حالت میں کہ وہاں کے مردوں کی تعلیم کی یہ حالت ہے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہاں کی مستورات بھی علم و ہنر میں ترقی کریں۔ اسکی نسبت اس جگہہ میں صرف اُس لکچر کا ذکر کروں گا جو کہ جولائی ۱۸۹۳ء میں مستورثا ازمرالڈا سروانڈیز نے چکاگو کے ایک جلسہ میں ترکی عورتوں کی تعلیم اور اُنکی تصنیفات پر دیا تھا۔ اُنہوں نے کہا:۔

"اکثر مصنفوں نے نیو ترکی کی نسبت خامہ فرسائی کی ہے وہاں کے حالات کے متعلق پوری پوری واقفیت نہونے کی وجہ سے وہاں کی تعلیم کی ٹھیک ٹھیک کیفیت نہیں لکھی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ غلطی ان مصنفوں نے اُس موقع پر کی ہے جہاں کہ سوسائٹی پر عورتوں کے اثر اور اُنکی تعلیم و تربیت اور ترقی کا ذکر کیا ہے۔ مغربی قوموں

نے صرف یہ سیکھا ہے کہ مشرقی مستورات بڑی ذلت کے ساتھ مردوں کی غلامی میں زندگی بسر کرتی ہیں اور قیدیوں کی طرح حرم سرا کی چار دیواری کے اندر اپنا وقت جہالت اور بیکاری میں گذارتی ہیں۔ شاید ایسی بھی دو چار مثالیں ہوں کہ عورتیں اس طرح رکھی گئی ہوں لیکن اسے عام اصول قرار دینا اور یہ خیال کرنا کہ مشرقی عورتیں عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں سراسر غلط اور بے بنیاد ہے مجھے اکثر ترکی لیڈیوں کی دوستی کا اعزاز حاصل ہے اور میں بلا خوف تردید کہہ سکتی ہوں کہ اُن کی تعلیم اور تربیت اور ترقی کسی طرح خود ہماری لائق لیڈیوں سے کم نہیں ہے۔

اسکے بعد ان بیگم صاحبہ نے چند قدیم لائق اور مشہور مسلمان عورتوں کا ذکر کر کے آج کل کی تعلیم یافتہ ترکی لیڈیوں کے نام بتائے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

فاطمہ عالیہ خانم جنہوں نے مختلف مضامین پر کتابیں لکھی ہیں جنمیں اُنکی کتاب موسومہ نساء المسلمین نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف تصور کی جاتی ہے اور اسمیں مشرقی عورتوں کے عادات اور رسوم بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ انہوں نے ایک یورپین ناول کا بھی ترجمہ کیا ہے اور بہت سے مضامین اخبارات میں تحریر کئے ہیں۔

مقبول خانم [illegible] ان کے مضامین روزانہ شایع ہوتے ہیں۔

لیلیٰ خانم اسمعیل پاشا متوفی کی بیٹی اپنے اشعار اور مضامین کی وجہ سے جو ترکی اخبارات شایع ہوتے ہیں مشہور ہیں۔

گلنار خانم۔ یہ اعلیٰ درجہ کے فلسفانہ مضامین لکھتی ہیں۔

مہر النسا خانم۔ کم عمر ہیں لیکن اپنی تصنیفات اور مضامین کی وجہ سے جو ترکی اخباروں میں شایع ہوئے ہیں ابھی سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

ظفر خانم زوجہ حلمی آفندی - ترکی - یونانی - عربی اور فارسی زبانوں سے واقف ہیں - انہوں نے چار کتابیں لکھی ہیں جنمیں سے ایک ناول ہے -

قمر خانم - انہوں نے عقائد اسلام پر ایک کتاب لکھی ہے -

آمنہ سمیہ خانم - جنہوں نے علم حساب پر ایک کتاب تصنیف کی ہے -

علاوہ اِن کے اور بہی بہت سی ترکی خانمیں ہیں جنہوں نے علمی دنیا میں نام پیدا کیا ہے خصوصًا شاہزادی نزل خاتون حضرت خدیو مصر کی قریبی رشتہ دار جو کہ اس زمانہ کی نامور عورتوں میں شمار کی جاتی ہیں اور انگریزی - فرانسیسی - عربی - اور ترکی زبانوں میں لیاقت تامہ رکہتی ہیں - اِن سب کے علاوہ کم از کم چہہ ترکی اخبار ایسے ہیں جنکی ایڈیٹر لیڈیاں ہیں اور یہ اخبار بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکہے جاتے ہیں -

مندرجہ بالا حالات پڑہکر امید ہے کہ ناظرین کو کوئی شبہ نہ رہیگا کہ یہ ناول ایک ترکی خانم کا لکہا ہوا ہے جو بلحاظ نفس قصہ خواہ بحیثیت نتیجہ خیز ہونے کے انگریزی زبان کے اعلیٰ سے اعلیٰ ناول کا مقابلہ کر سکتا ہے اور واقعی ناول ہونا بہی ایسا ہی چاہیئے - ہمارے ہندوستان میں ناول خوانی اور ناول نویسی کا شوق بہی ہوا تو اُس کا میلان راہ راست کی طرف نہ ہوا جس طرح کہ آجکل یہ شکایت کی جاتی ہے کہ انگریزی داں نوجوان زیادہ تر رینلڈس کے خیالات خراب کرنے والے ناول زیادہ پڑہتے ہیں اسی طرح یہ بہی صحیح ہے کہ اُردو میں یا تو اکثر اُسی مصنف کے ناولوں کا ترجمہ ہوا ہے یا نہیں تو سوا دو چار کے جو ناول ہندوستان میں ابتک اُردو زبان میں لکہے گئے ہیں وہ دل بہلانے کے لیے گو اچہے ہوں لیکن اُن سے کوئی مفید سبق حاصل نہیں کیا جا سکتا - اسکی وجہ ظاہرا یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے ناول نویسوں نے اس فن کے اغراض کو یا تو سمجہا ہی نہیں یا اُن پر غور نہیں کیا - ورنہ ہم ابہی ایسے لایق اور ترقی یافتہ نہیں ہیں کہ محض دل بہلانے

کی غرض سے اُردو ناول پڑھیں - ابھی تو ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ دن رات اپنی قوم کی اصلاح اور خود اپنی لیاقت بڑھانے اور قوم کا بکار آمد ممبر بننے کی حتی الوسع کوشش کریں اور اسی قسم کی باتوں کو ہر وقت کا سبق بنالیں - اور اگر کسی وقت طبیعت بہلانے کو جی بھی چاہے تو ایسے ناول دیکھیں جن سے کوئی عمدہ نتیجہ نکلتا ہو - اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں کوئی مفید بات ظاہر ہوتی ہو - جس طرح تعلیم یافتہ اور مہذب قوموں میں اخبارات کو ہر قسم کے امور میں بڑا دخل ہے اور جو کام کہ اخبارات سے لئے جاتے ہیں اسی طرح اس قسم کی غرض ناولوں سے بھی نکالی جاتی ہے - اور بہت سی برائیوں کی اصلاح کا وہ ذریعہ ہوتے ہیں - انگلستان کے مشہور ناول نویس چارلس ڈکنس (۱۸۱۲ء) کو دیکھو جو انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہر دلعزیز اور نامور ناولسٹ تصور کیا جاتا ہے - اُس نے جو خدمت اپنی قوم کی اپنے ناولوں کے ذریعہ سے کی ہے اُس کا اندازہ امریکہ کے ایک بڑے مدبر ڈانیل ولبسٹر کے اس جملہ سے ہو سکتا ہے :-

" انگلستان کے غریب اور کم استطاعت لوگوں کی حالت درست کرنے اور اُن کی بہتری کے لئے ڈکنس نے جو کام کیا ہے وہ برطانیہ عظمیٰ کے پارلیمنٹ کے تمام مدبروں نے مجموعی طور پر بھی نہ کیا ہوگا "

ہمارے ہندوستانی بھائی تو بتلائیں کہ اُردو زبان میں بھی آج تک کوئی اس قسم کا ناول تصنیف ہوا ہے ؟

ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ تاجرہ اپنی طرز کا پہلا ناول ہے جو اُردو زبان میں شایع ہوا ہے - علاوہ اور باتوں کے ایک بڑا مفید اور اعلیٰ قسم کا نتیجہ تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ انسان آج کل کی تہذیب کے مطابق تعلیم پاکر وہ سب خوبیاں بھی

قایم رکھہ سکتا ہے جو اُسکے ملک کے رواج اور رسم کے بموجب اچھی سمجھی جاتی ہیں۔
کیا وجہ ہے کہ ہمارے ہندوستان کے نوجوان لندن سے واپس آکر خواہ ہیں اعلیٰ قسم
کی انگریزی تعلیم پاکر اپنے ملک کی تہذیب کو کھو بیٹھیں اور اپنے بزرگوں کے ساتھ اس
طرح پیش آئیں کہ اُنہیں شکایت کا موقع ملے ؟ اکثر ولایت کے واپس شدہ نوجوانوں
کی نسبت یہ شکایت سنی جاتی ہے کہ وہ ہندوستان آکر یہاں کے لوگوں کو
نیم وحشی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور یوروپین طرز و انداز کو اپنے اوپر اس طرح فرض کر لیتے ہیں
کہ اُسکی پابندی کے پیچھے اپنے بزرگوں کی خوشی اور ناخوشی کی مطلق پروا نہیں کرتے۔
اسی قسم کے ایک صاحب کا ذکر ہے کہ جب وہ ولایت سے واپس آئے تو اپنے شہر میں
پہونچکر والدین کے پاس نہ جاکر ایک علیحدہ بنگلے میں مقیم ہوئے اور جب اُنکے والد جو کہ
پرانی وضع کے بزرگ تھے بیٹے سے ملنے کے لئے آئے تو اولا بیرا نے کارڈ طلب
کیا اور صاحب کا حکم سنایا کہ بغیر اطلاع اندر جانے کی ممانعت ہے اُسکے بعد اُس نے
نام پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہدو آپ کے والد آئے ہیں۔ صاحب بہادر لفظ "والد"
سنکر کسی قدر متعجب ہوئے اور بیرا کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے "والڈ! والڈ کس کو
بولتا ہے" اُنکے والد نے باہر سے یہ الفاظ سنے اور واپس چلے گئے۔
ناظرین مجھے معاف کرینگے اگر میں صاف صاف عرض کروں کہ ولایت سے
جتنے نوجوان مسلمان کسی قسم کی تعلیم پاکر آئے ہیں اُن میں باستثناے سات آٹھ یا زیادہ
سے زیادہ دس قابل قدر اشخاص کے اور سب "والڈ" والے صاحب کی طرح بالکل
نہیں تو اُن سے اونیس نو بیس ضرور ہیں سچ پوچھئے تو یہی ایسے لوگ ہیں جن کی ذات
سے بہت کچھ نفع قوم کو پہونچ سکتا ہے لیکن برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے
ہندوستان کے تعلیم یافتہ نوجوان اکثر اُنکی صحبت سے خراب ہوتے ہیں اُخوتِ اسلامی

تقریباً بالکل معدوم ہو جاتی ہے اور اُن کے قدم پر قدم رکھنے کی وجہ سے آپ بھی تباہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں - ابتک بعض بعض لوگ زمانہ کی رفتار کو سمجھکر بھی جو اپنے لڑکوں کو انگریزی تعلیم دینے سے ہچکچاتے ہیں وہ انہیں حضرات کے طفیل سے - ایسے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اس ناول کے ہیرو نافذ بے اور ادہم بے اُن کے بھائی سے سبق لیں اور غور کریں کہ باوجود یورپین انداز کے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہونے کے یہ دونوں اور اُن کے خاندان کے سب لوگ بزرگوں کی عزت اُن کا پاس و ادب اور اپنی قوم کی ترقی کس طرح مدنظر رکھتے تھے - ساتھ ہی مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی مستورات کو اتنی تعلیم تو ضرور دیں کہ وہ اپنے شوہروں کو اُسکے ذریعہ سے خوش رکھ سکیں اور امور خانہ داری اور اولاد کی پرورش و پرداخت میں بکار آمد ثابت ہوں - میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ترکوں میں آجکل یہ قاعدہ ہے کہ ہر لڑکی کو اتنی چیزیں ضرور سکھائی جاتی ہیں (۱) عقائد اسلام (۲) تاریخ و جغرافیہ سلطنتِ عثمانیہ (۳) علم حساب کسور عشاریہ تک (۴) علم حفظ صحت کے ابتدائی اصول (۵) سینا پرونا (۶) کھانا پکانا و دیگر امور خانہ داری - اسی طرح اگر ہمارے ہندوستان میں بھی اس قسم کا نصاب مقرر کر دیا جاوے اور اس امر پر زور دیا جاوے کہ جب تک لڑکی اس قدر نہ جانے اُس سے کوئی شادی نکرے تو بہت جلد اس سے اچھے نتیجے نمودار ہوں -

اب اور زیادہ میں آپ صاحبوں کا وقت لینا نہیں چاہتا جتنی باتیں میں نے لکھی ہیں وہ کسی خاص شخص کی دشمنی یا کسی کو نقصان پہونچانے کی غرض سے نہیں عرض کی گئی ہیں - بلکہ محض مسلمانوں کے فائدہ کی نیت سے اگر میرے بھائی مسلمان اُن میں سے ایک پر بھی اچھی طرح غور کر کے اُس سے فائدہ اوٹھائیں تو میں سمجھونگا کہ میری تمام محنت وصول ہو گئی بسم اللہ اب قصہ شروع کیجئے -

محمد حسن

نوٹ منجانب مالک مطبع

یہ کتاب ایک نوجوان ترکی لیڈی کی تصنیف ہے اور خود انہوں نے اپنے ہاتھ سے انگریزی زبان میں تحریر کی تھی۔ اصل پایہ پروف میں اس سے زیادہ تصحیح نہیں کی گئی جتنی کہ اگر مصنفہ ایک انگلش لیڈی ہوتیں تب بھی ضروری تصور کی جاتی۔

افسوس ہے کہ مصنفہ کا نام ظاہر کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس سے انہیں جان و مال کے نقصان کا خوف ہے لیکن ہمکو اس قدر اجازت ہے کہ مندرجۂ بالا امر کی صحت کی تصدیق کریں۔

اڈورڈ آرنلڈ
لنڈن

حصۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصراللہ پاشا کا خاندان

نصراللہ پاشا	
خانم آفندی	نصراللہ پاشا کی بی بی
ادہم بے	ایضاً ایضاً کا بڑا بیٹا
ولیہ خانم	ادہم بے کی بی بی
ناقد بے	نصراللہ پاشا کا چھوٹا بیٹا
وحیدہ خانم	ایضاً ایضاً کی بیٹی
علی بے	وحیدہ خانم کا شوہر
صفیہ خانم	نصراللہ پاشا کی بیٹی
عزت پاشا	صفیہ خانم کا شوہر
عطیہ خانم	عزت پاشا کی بہن
حافظ پاشا	عزت پاشا اور عطیہ خانم کا باپ

جب کہ پہلی مرتبہ میں قسطنطنیہ آئی تھی مجھے وہ دن ابتک بہت اچھی طرح یاد ہے ۔ پل پر قدم رکھتے ہی جو بھیڑ بھاڑ میں نے دیکھی ۔ اُس وقت کا شور و غل ۔ گاڑیوں کی آمد و رفت ۔ لوگوں کی تیز رفتاری ۔ برف بیچنے والوں کی پکار ۔ دخانی کشتیوں کی تیز سیٹی ۔ بھیڑ سے راستہ رُکا ہوا ۔ ان سب نے ملکر مجھ پر عجیب خوف طاری کیا تھا اور اُن کا نقش ابتک میرے دل پر موجود ہے میرے ماں باپ بہت غریب تھے اور جس گاؤں سے میں آئی تھی وہ اناطولیہ میں واقع ہے اور اُس میں بہت کم لوگ بستے ہیں ۔ قسطنطنیہ کی یہ حالت دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں یکبارگی حشر کے میدان میں داخل ہو گئی جسکا ذکر ہمارے مدرسے کے اوستاد اکثر کیا کرتے تھے اور چونکہ نومبر کا مہینہ تھا اور کسی قدر بارش بھی ہو رہی تھی جس سے میرے کپڑے بھیگ رہے تھے میں خوف اور سردی سے کانپنے لگی اور اپنے ساتھی محمود کے اور قریب ہو گئی ۔

مجھے اس بات کا تعجب تھا کہ ابھی بھیڑ میں ہمیں راہ کیونکر ملے گی اور یہی سوچکر میں نے محمود سے دریافت کیا ۔ " اب ہم کہاں جا رہے ہیں ؟ "

اُس نیک بخت عمر رسیدہ شخص نے جواب دیا "تمہاری نانی کے مکان پر" اور یہ دیکھکر کہ مجھ سے چلا نہیں جاتا تھا اُسنے مجھے اپنے شانہ پر بٹھالیا اور تیزی کے ساتھ آیا صوفیہ کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں ہزاروں اس قسم کی چیزیں دیکھیں جو پہلے کبھی نظر سے نہیں گزری تھیں اور اُنہیں دیکھ دیکھکر میں ششدر و حیران رہجاتی تھی - کبھی خواب میں بھی مینے ایسی وسیع سڑکیں اور خوشنما عمارتیں نہ دیکھی تھیں اور نہ استنے کپڑوں اور میوے کے ڈھیر دیکھنے میں آئے تھے اب سنتی ہوں کہ قسطنطنیہ پُرانی وضع کا شہر ہے اور صاف نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ خوبصورت عمارتیں دوسرے شہروں میں ہیں لیکن اُس وقت تو مجھکو وہ بہشت بریں معلوم ہوتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد محمود نے کہا تمہاری نانی کا مکان اب قریب رہ گیا ہے - یہ سنکر میں پھر خوف سے کانپنے لگی اور اخیر چند روز کی جن تکلیفوں نے میرے ننھے دل کو ستا رکھا تھا پھر ہجوم کیا۔ میرا باپ اناطولیہ کا ایک غریب لوہار تھا جسے مرے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اس کی آمدنی تکلیف کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے بھی کافی نہ تھی اور جب وہ مرا تو میرے کھانے پینے کے لئے ایک حبّہ نہ تھا - ہاں مرتے وقت اُسے اپنی خوشدامن یاد آئی اور اُس گانوں کے شیخ کو جو مدرسہ میں معلم تھا یہ وصیّت کر گیا کہ میری نانی کو میرے بلانے کا خط لکھدے - جب سے میرا باپ شادی کر کے اپنے گانوں میں آیا تھا اور میری ماں بڑی تکلیف اور غربت کی حالت میں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ قضا کر چکی تھی اُس سے اور میری نانی سے کسی قسم کی راہ و رسم اور خط و کتابت نہ تھی - شیخ نے بموجب وصیت کے میری نانی کو اُس پاشا کے پتہ سے خط لکھا جہاں کہ وہ برسوں بچے کھلانے کے لئے نوکر رہ چکی تھی - لیکن چار مہینے بعد کہیں جواب آیا - باپ کے انتقال کے بعد میں ایک ہمسایہ کے مکان میں رہتی تھی استنے عرصہ تک جواب نہ آنے کی

وجہ سے اُس بیچارے کو میری نانی کی جانب سے بالکل مایوسی ہوگئی تھی اور اس فکر اور پریشانی میں رہتا تھا کہ اگر کوئی مجھے لینے نہ آیا تو کیا کرے گا۔ لیکن خوش قسمتی سے ایک دن شام کے وقت ایک شخص ہمارے گانوں میں آیا اور بیان کیا کہ فتنہ خانم میری نانی کا فرستادہ ہے۔ میں اُس وقت سونے کے لئے لیٹ چکی تھی لیکن اُس کی آواز سنکر جلدی کوٹھے سے دوڑ کر اُتری اور نیچے آکر باورچی خانہ کے دروازہ کے پیچھے سے اُس مرد کو جھانک کر دیکھنے لگی۔ وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا اور اُسکی بھوری آنکھوں سے کچھ ایسی رحم دلی ظاہر ہوتی تھی کہ مجھکو اُس کے قریب آنے کی ہمت ہوئی اور اُس کے زانو سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ ابھی میری طرف متوجہ نہ ہوا اور باتیں کرتا رہا اُس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا:۔

"ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ عرصہ دراز سے ایک پاشا کے ہاں نوکر ہے۔ اور کسی قدر مغرور ہے اور خندہ پیشانی نہیں۔ مگر ساتھ ہی دل کی بہت اچھی ہے اور اپنی نواسی کا حال سنتے ہی فوراً اُس کے بلانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں اُسکا ہمسایہ ہوں اور چونکہ ایک ضروری کام سے مجھے قونیہ آنا تھا اپنی واپسی کے وقت لڑکی کے لیجانے کا وعدہ کر آیا ہوں۔ لیکن قونیہ میں مجھکو ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا جسکی وجہ سے صرف آج یہاں پہونچ سکا۔"

اِس کے بعد اُسکی نظر مجھ پر پڑی اور پوچھا "کیا یہی وہ لڑکی ہے؟" اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا "ذرا میرے پاس آؤ تاکہ میں تمکو اچھی طرح دیکھوں۔ تمہاری نانی عجیب طبیعت کی عورت ہے" پھر میری طرف تھوڑی دیر تک دیکھکر کہا "میرے نزدیک تو اُسے چاہیئے کہ تمہیں دیکھکر خوش ہو" الغرض اسی قسم کی باتیں وہ کرتا رہا یہاں تک کہ میرے دل میں اپنی نانی کا خوف ابھی سے پیدا ہوگیا۔ اب تک میرے ساتھ سب لوگ نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے لیکن جب

میں نے اس طرح کی باتیں سنیں تو میرا دل چاہنے لگا کہ اگر میری نانی نے مجھے نہ بلایا ہوتا
تو بہتر تھا۔ اسی طرح اپنے بچپن کی سمجھ کے مطابق مجھکو تھوڑی بہت اُمید یہ تھی کہ راستہ میں
ضرور کوئی ایسا واقعہ پیش آجائیگا کہ نانی کے ہاں ہوپنچنے میں ذرا دیر ہوگی۔ لیکن یہ امید
غلط ثابت ہوئی اور تھوڑی دیر بعد اپنے آپکو ترساں اور لرزاں اُنکے دروازے پر پایا۔ یہانتک
اُنکی دہشت میرے دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ میں دل سے چاہتی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو
اُن سے ملنے میں دیر ہو۔ اس لئے دعا مانگنے لگی کہ وہ اسوقت مکان پر نہوں اور اگر
باشا کے ہاں گئی ہوں تو کیسا اچھا ہو کیونکہ محمود کی زبانی یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ وہاں جاکر اکثر
تین تین چار چار مہینے رہا کرتی تھیں لیکن یہ دعا بھی قبول نہ ہوئی محمود کے دستک دیتے
ہی ایک خوش مزاج خادمہ نے دروازہ کھولا اور ہمکو ایک صاف اور نفیس کمرے میں لے گئی
جسمیں ایک قالین اور دو دیوان (ترکی کوچ) بچھے ہوئے تھے اور ان دونوں دیوانوں پر سفید چادریں
پڑی تھیں۔ ایک پر ایک ضعیفہ منہہ پر سفید نقاب ڈالے بیٹھی ہوئی تھیں اور کبھی تسبیح پڑھتی
تھیں کبھی حقہ پینے لگتی تھیں۔ ہمیں دیکھکر کھڑی ہوگئیں اور محمود کو سلام کرکے پوچھا اور کیا میرے
ہمسایہ ہیں؟" پھر میری طرف مخاطب ہوکر کسی قدر دھیمی آواز سے کہا اور کیا وہ لڑکی یہی ہے؟"
پھر تھوڑی دیر بعد مجھکو سینہ سے لگا کر رونے لگیں اور محمود سے یوں ہمکلام ہوئیں:-
"میں تم سے معافی چاہتی ہوں - تم جانتے ہو کہ زیادہ حصہ میری عمر کا گزرچکا ہے اور میں
کیسی کیسی مصیبتیں اُٹھا چکی ہوں - میرے سب بیٹے ملک عدم سدھارے - بیٹی میری
بڑی غربت کی حالت میں مری اور اس لڑکی کے سوا میرا اب کوئی اس دنیا میں نہیں ہے -
جسوقت یہ میرے سامنے آکر کھڑی ہوئی ہو بہو اپنی ماں کی طرح معلوم ہوتی تھی حتی کہ میں نے
خیال کیا کہ اپنی پیاری بیٹی پنبہ کو دیکھ رہی ہوں"

محمود نے جس طرح کی باتیں میری نانی کے متعلق کی تھیں اُن سے میرے دل میں یہ خدشہ

پیدا ہوا تھا کہ میں کس طرح اپنے اس بزرگ سے محبت کرسکوں گی لیکن یہ گفتگو سنکر یقین ہوگیا کہ اس معاملہ میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئیگی - گو میری عمر صرف بارہ برس کی تھی تاہم دوسروں کی مصیبت اور تکلیف دیکھکر میرا دل پانی پانی ہوجاتا تھا - اپنی نانی کے اس اظہار محبت کو دیکھکر اور اُنکی رنج سے کانپتی ہوئی آواز سنکر میرے دل پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور اسی حالت میں گلے میں باہیں ڈالکر میں نے اُنہیں خوب پیار کیا اُنہوں نے بھی مجھے اپنے کلیجے سے لگالیا اور بڑی نرمی اور پیار سے کہا "ہم میں تم میں خوب محبت رہیگی" محمود آغا بیٹھ جاؤ میں تمہارے لئے ایک پیالی قہوہ تیار کرتی ہوں تو جب تک یہ حقہ پیو - راہ کی ماندگی دور کرنے کے لئے اس کی تم کو ضرورت ہے - ہاجرہ چلم بھر دو ابھی سے تمکو میری مدد کرنی چاہیے" یہ کہکر وہ کھڑی ہوگئیں اور انگیٹھی کے کوئلے درست کرکے اُس پر قہوہ دان رکھدیا - میں جبتک چلم بھرنے لگی کہ پھر وہ محمود سے مخاطب ہوئیں "

"تمہاری بی بی خیریت سے ہے - میں کل اُس سے ملنے گئی تھی - گزشتہ ہفتہ میں تمہارے لڑکے کا خط بھی آیا تھا جہاں وہ اب نوکر ہوگیا ہے اُس کا آقا اُس سے نہایت مہربانی سے پیش آیا"

محمود (خوش ہوکر) صحیح ہے اس لئے کہ وہ تو اُسکے بہنوئی کا مکان ہے -

میری نانی (قہوہ دان میں قہوہ ڈالکر) تب تو اُسکا وہاں جانا بہت بہتر ہوا - تمہاری لڑکی اچھی جگہ بیاہی گئی ہے -

محمود - یہ سچ ہے - لیکن یہ تو بتاؤ کہ نصر اللہ پاشا اور اُنکے گھر کا کیا حال ہے -

میری نانی - سب خیریت ہے - ہاں نافذ بے اناطولیہ گئے ہیں -

محمود - ہاں اتم ہی نے تو اُنکو بھی کھلایا تھا ؟

میری نانی (تن کر۔ اور فخر کے ساتھ) جی ہاں۔ نافذ بے نظیر شخص ہے۔ اور ابھی صرف تئیس برس کی عمر ہے اس خاندان کے سب بچے میرے ہی ہاتھوں پلے ہیں اور سب سے بڑا بیٹا تینتیس برس کا ہے۔ جب کہ وحیدہ سب سے چھوٹی لڑکی کی شادی ہوگئی تو میں نے گھر رہنے کی اجازت لے لی ورنہ اپنے شوہر کی زندگی میں تو میرا یہ قول تھا کہ وحیدہ کی شادی سے پہلے ہی جیسے ہی نافذ مدرسہ جائیگا میں وہاں سے رخصت ہوکر اپنے گھر رہونگی لیکن نوشتۂ قسمت سے کون آگاہ ہوسکتا ہے؟ میرا شوہر مرگیا نصر اللہ پاشا ہی کے مکان سے میری لڑکی بیاہی گئی اور انہیں کی سفارش سے میرا بیٹا ایک ترکی جہاز کا کپتان مقرر ہوا۔ اس لئے جب اُن لوگوں نے کہا کہ وحیدہ کی شادی تک رہ جاؤ تو میں نے منظور کرلیا۔ وحیدہ کی شادی کے وقت نافذ پندرہ برس کا تھا اور چونکہ اُسوقت اور کسی بچے کے لئے میری خدمت کی ضرورت نہ تھی میرے دل نے کہا کہ چل اپنے بیٹے کے ساتھ مکان پر رہ۔ لیکن افسوس! یہ خدا کو منظور نہ تھا! میرے بیٹے نے اُسی سال قضا کی اور میں اکیلی رہ گئی۔

محمود۔ (جو قہوہ پیکر اب حقہ کا دم لگا رہا تھا) مگر اب بھی تو بہ نسبت اپنے مکان کے تم وہاں زیادہ رہتی ہو۔

میری نانی۔ درست ہے۔ اب بھی اگر میں چاہوں تو وہاں برابر رہ سکتی ہوں لیکن بوڑھی ہوئی اور یہی تمنا ہے کہ اپنے ہی مکاں میں زندگی بسر کروں۔

اس گفتگو کو میں نے نہایت غور سے سنا اور یہ معلوم کرکے کہ میری نانی کو ایک پاشا کے خاندان میں اس قدر رسوخ حاصل تھا میرے دل میں اُنکی وقعت بہت زیادہ ہوگئی۔ ترکی زبان وہ نہایت فصاحت سے بولتی تھیں اور اُنکا طرز و انداز اُن سب لوگوں سے کہیں بہتر تھا جن سے ابتک مجھے سابقہ پڑا تھا۔ میری نظروں میں ہمارے ہیا ہل گاؤں کا

والوں سے وہ بالکل علیحدہ اور برتر معلوم ہوتی تھیں -
قسطنطنیہ کے نیچے درجہ کے لوگ کسی طرح اناطولیہ اور رومیلیہ کے دہقانوں سے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتے میری نانی اور محمود دونوں دولت علم سے بے بہرہ تھے اور اُتنے ہی سادہ لوح تھے جتنا کہ کوئی جاہل سے جاہل دہقان ہوسکتا ہے لیکن اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے ملتے ملتے اُن کے عادات واطوار پر ایک قسم کی صیقل ہوگئی تھی جو کہ اُنکے ہم پایہ لوگوں میں نہ تھی -

میری نانی - کل میں ناجرہ کو وہاں لیجاؤں گی - خدا خانم کو سلامت رکھے کئی مرتبہ پوچھ چکی ہیں - میں اُنہیں دکھلانا چاہتی ہوں کہ یہ لڑکی اپنی ماں کی زندہ تصویر ہے - کیوں ہمسایہ کیا ابھی سے جاتے ہو؟

محمود - جی ہاں - میری بی بی کو میرے بخیریت پہونچنے کا انتظار ہوگا -

میری نانی - اچھا جاؤ - خدا حافظ - میرے لئے جو تکلیف تمنے اُٹھائی ہے اُس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں - خدا تمکو مع اہل وعیال کے خوش وخورم رکھے!

محمود نے شکریہ ادا کیا اور جھک کر میرے رخسارہ پر بوسہ دیا اور رخصت ہوا - میری نانی اُسے دروازہ تک پہونچانے گئیں اور میں اپنے آپ کو تنہا پاکر کھڑکی کے پاس دوڑ گئی اور تماشہ دیکھنا شروع کیا - سڑک اس مقام پر تنگ تھی چونکہ یہ صرف شاہراہ عام کی ایک شاخ تھی جو کہ آیا صوفیہ کے قریب سے ادھر آئی تھی - محمود کا مکان ٹھیک ہمارے مکان کے مقابل تھا اور میں اُسکو اندر جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے آکر میرے شانہ پر ہاتھ رکھا -

میری نانی (مجھے اپنی گود میں بٹھا کر) میں نے ابھی تمہاری باتیں نہیں سنی ہیں - اپنی پوری سرگزشت مجھسے بیان کرو -

میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنی نانی سے لپٹ کر تمام کیفیت جہانتک میرے حافظہ نے مدد کی کہہ سنائی۔ یعنی یہ کہ گانوں میں کیونکر زندگی بسر ہوتی تھی۔ میرا باپ اپنے وطن آرکنی سے وہاں کس طرح آکر بسا اور باوجود متواتر سخت مزدوری کرنے کے کیسے افلاس میں زندگی بسر کی۔ میری ماں کو سانپ کا کاٹنا جب کہ وہ باغ میں کیاریوں سے گھاس چن رہی تھی اور اسکی موت اور اس صدمہ عظیم کا داغ میرے باپ کے دل پر تا بہ زیست رہنا یہ سب حالات میں نے بیان کیے۔

میری نانی (سرد آہ کھینچکر) سچ ہے اسکو اپنی بی بی سے بڑی محبت تھی اور گو غریب تھا تاہم نہایت ہی ایماندار شخص تھا۔ مگر تمکو میرے پاس اس نے پہلے ہی کیوں نہ بھیجدیا۔ مجھے تو تمہارے وجود کی خبر ہی نہ تھی؟ نصر اللہ پاشا نے تمہارے باپ کے لئے یہاں کچھ انتظام کرنا چاہا تھا۔ لیکن اس نے اس لئے یہاں رہنا پسند نہ کیا کہ وہ پہاڑی زندگی پر جان دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ شہر میں بند رہکر زندہ نہ رہ سکوں گا۔ میری خواہش نہ تھی کہ تمہاری ماں قسطنطنیہ سے باہر جائے۔ لیکن اس نے اپنے شوہر کے ساتھ جانے کے لئے ضد کی اور ہم دونوں میں بگاڑ ہو گیا۔ تھوڑے ہی دن بعد میں نے اپنی بیٹی کا قصور معاف کر دیا اور اسے خط لکھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ آرکنی میں ہوگی اور وہیں میں نے خط بھی بھیجا تھا لیکن اس کا جواب نہ آیا۔ ہاں آج دو برس ہوئے ایک خط آیا تھا جس سے تمہاری ماں کے انتقال کا حال معلوم ہوا لیکن اُس میں تمہارا مطلق ذکر نہ تھا۔

میں نے جواب دیا کہ میرا باپ مجھے اس وجہ سے اور بھی زائد محبت کرتا تھا کہ میں اپنی ماں کی ہمشکل تھی اور اسی وجہ سے مجھکو اپنے پاس سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

میری نانی (نہایت پیار سے) یہ بالکل صحیح ہے۔ تمہارے سنہرے بال اور نیلگوں

آنکھیں بالکل اپنی ماں کی سی ہیں اور اب میرے ساتھ رہکر تمکو معلوم ہو جائیگا کہ تمہارے باپ کے سوا اور لوگ بھی تم سے ویسی ہی محبت کر سکتے ہیں۔

اپنے اس قول پر وہ ہمیشہ قایم رہیں اور گو دوسروں سے وہ کسیقدر سرد مہری کے ساتھ پیش آتی تھیں اور جو لوگ کہ رتبہ میں اُن سے کم تھے اُنکے ساتھ ذرا سختی بھی کرتی تھیں لیکن مجھپر ہمیشہ نہایت مہربان رہیں اور بہت جلد میں اُنکے ساتھ اُسی طرح خوش و خورم رہنے لگی جیسا کہ اناطولیہ میں تھی۔

نصر اللہ پاشا کے خاندان میں میں بہت جلد ہر دلعزیز ہوگئی۔ کبھی کبھی مہینوں وہیں رہا کرتی تھی۔ نصر اللہ پاشا بڑے تعلیم یافتہ لایق اور فہیم شخص تھے۔ ترکی محکمہ خارجی میں وہ ابتدا گر ملازم ہوئے تھے لیکن اُنکے مزاج میں آرام طلبی اس قدر زیادہ ہے کہ بہت جلد اُس سے کنارہ کش ہوگئے۔ تاہم اُنکو گورنمنٹ میں اسوقت تک اتنا رسوخ حاصل تھا کہ اپنے بیٹوں اور داما دوں کو عمدہ عمدہ نوکریاں دلا سکتے تھے اُنکی بی بی نہایت مغرور اور تند مزاج تھیں۔ جو کوئی اُنکی اچھی طرح خدمت کرتا تھا اُس سے بہت کچھ سلوک کرتی تھیں لیکن ساتھ ہی انتقام لینے میں بھی ایسی چست کہ خفیف سے خفیف امر کے لئے جس سے اُنکے نزدیک اُنکی کسر شان ہوتی ہو بغیر سزا دئے نہیں چھوڑتی تھیں۔ قوم کی ترک تھیں اور اپنے شوہر کو اس طرح اپنے ہاتھ میں رکھا تھا کہ اُنھوں نے دوسری شادی نہیں کی۔ چالاک اور ہوشیار ایسی کہ تمام خاندان اُنکا لوہا مانے ہوئے تھا۔ سب پر اُنکا رعب اور حکومت تھی اور سب اُن سے خوف کھاتے تھے حتیٰ کہ خود اُنکے لڑکے لڑکیاں اُن سے ڈرتے تھے اور تقریباً غلاموں کی طرح اُن کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اسوقت بھی میری نظروں کے سامنے اُن کی صورت پھر گئی بالکل اُسی طرح جیسا کہ میں لڑکپن میں اُنہیں دیکھا کرتی تھی کشیدہ قامت۔ خال و خط درست۔ بھوری آنکھیں ایسی تیز کہ جسپر پڑیں اُسکے دل کی بات کو پہچان

لیں نہایت سادہ لیکن ازحد صفائی کے ساتھ ملایم حنائی رنگ کی پوشاک زیب تن کئے ہوئے
سر پر حنائی رنگ کا ایک رومال بندھا ہوا جسکے گوشوں پر بجائے گرہ دینے کے ہیروں سے
مرصع ایک سوئی لگی رہتی تھی۔ اس سوئی کے سوا میں نے کبھی اور کوئی زیور اُنہیں پہنتے
نہیں دیکھا۔ گو میرے ساتھ وہ کبھی سختی کے ساتھ پیش نہیں آتی تھیں تاہم میں اُن سے بہت
ڈرتی تھی اور اُنکی موجودگی میں بہت کم زبان کھولتی تھی۔ اُن کے سب سے بڑے بیٹے قریب قریب
اُنہیں کی طرح تھے۔ بڑے محنتی۔ سنجیدہ اور کم سخن اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں وہ
خوب ترقی کرینگے مجھسے شاذ ہی کبھی بولتے تھے لیکن وحیدہ اُن کی بہن بالکل دوسری
طبیعت کی تھیں۔ صرف یہی ایک لڑکی ابھی تک اپنے والدین کے ہمراہ تھیں اور اُنکے
شوہر بھی یہیں رہتے تھے۔ وحیدہ تئیس برس کی تھیں اور نہایت خوش اخلاق اور نیک تھیں
اُنکی آنکھیں گہرے بھورے رنگ کی اور بال نہایت خوبصورت تھے جس روز سے میں
نے اُنہیں دیکھا تھا تب ہی سے اُنکے لئے ایک قسم کی محبت میرے دل میں پیدا
ہو گئی تھی۔ اسی طرح وہ بھی مجھ سے نہایت ہی محبت کرتی تھیں اور جب میں وہاں رہا کرتی
تھی تو اپنے لڑکوں کے ساتھ مجھے بھی مدرسہ بھیجا کرتی تھیں۔ سینا پرونا اور بیل بوٹا
کاڑھنا میں نے اُنہیں سے سیکھا۔ نصر اللہ پاشا کی دوسری لڑکی کو میں نے اُس زمانہ
میں نہیں دیکھا اس لئے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ایشیائے کوچک میں تھیں۔ سب سے
چھوٹے بیٹے ناقد اپنی پلٹن کے ساتھ اناطولیہ میں تھے لیکن اپنے خاندان میں وہ ایسے
ہر دلعزیز معلوم ہوتے تھے کہ اوہم جیسے سنجیدہ شخص بھی اُن کا ذکر کرتے وقت ضرور
مسکرا دیتے تھے۔ اور ولیہ خانم ادہم بے کی بی بی کی تو یہ کیفیت تھی کہ ہمیشہ مجھسے یہی کہا
کرتی تھیں کہ گھر میں کوئی خوشی ہو بغیر ناقد بے کے مطلق لطف نہیں آتا۔ اسلئے کہ اُنکی وجہ
سے ہر شے میں تازہ جان آجاتی ہے۔ اور اُن کے نہونے سے مکان بالکل سنسان

معلوم ہوتا ہے۔ ولیہ خانم بڑی خوش فراج عورت تھیں چودہ برس کی عمر میں اُن کی شادی ہوئی تھی اور اس وقت اُنیس برس کی عمر میں تین بچوں کی ماں تھیں۔ نافذ بے کی ماں بھی اپنے اس بیٹے کا اکثر فخر کے ساتھ ذکر کیا کرتی تھیں اور کنیزیں بھی سب کی سب اُن کی اس قدر ثناخواں تھیں کہ میرا دل بھی چاہنے لگا کہ ایسے شخص کو جلد دیکھنا چاہئے لیکن مدت دراز تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوئی اسلئے کہ پانچ برس تک نافذ بے کی پلٹن اناطولیہ میں رہی اور وہ قسطنطنیہ نہ آسکے۔

جو کچھ میں یہاں لکھ رہی ہوں وہ میری پوری سوانح عمری نہیں ہے بلکہ میری زندگی کے صرف ایک حصہ کی سرگذشت ہے اس لئے اس پانچ برس کے زمانہ کو چھوڑ کر چھٹے سال ماہ مارچ میں جو مصیبت مجھپر پڑی اُسکا ذکر کروں گی۔ اس حادثہ نے ایک انقلاب عظیم میری حالت میں پیدا کیا اور آیندہ اور بھی تکلیفوں کا باعث ہوا۔ اور وہ یہ تھا کہ میری نانی ایک روز جبکہ وہ نصراللہ پاشا کے ہاں تھیں یکایک سخت بیمار ہوگئیں اور گو علاج وغیرہ میں بہت کوشش کی گئی کچھ فائدہ نہوا مجبوراً اپنے گھر واپس آئیں اور اپنے چلے آنے کی یہ وجہ بیان کی :-

"نصراللہ پاشا کے خاندان سے مجھے بہت الفت و محبت ہے لیکن یہ نہیں چاہتی کہ وہاں سے مثل غلاموں کے دفن کی جاؤں" یہ سنکر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میری نانی نے بڑی محبت سے مجھے پیار کیا اور کہنے لگیں :-

" پیاری ست رو۔ تم تنہا نہیں رہوگی اس لئے کہ میرا رحم دل آقا تمہاری سرپرستی کریگا" اسنر بھی میرے آنسو نہ تھمے تو یوں میری تسلی کی "اچھا بس کرو۔ اب میں اپنے اچھے ہونے کی شکر کروں گی۔ جو کچھ قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا اس لئے کہ تقدیری معاملات میں کسی کو دخل نہیں۔ ان ڈاکٹروں پر مجھکو مطلق اعتبار نہیں لیکن بعض عامل ضرور ایسے ہیں جو

ہزاروں ڈاکٹروں سے اچھے ہیں بہتر ہے کہ کسی عامل کو بلاؤں - پیاری! محمود کی بی بی
حمیدہ کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ تمہیں شیخ موسیٰ کے پاس لیجائے - اگر میری تقدیر
میں اچھا ہونا ہے تو یہی ایک شخص ہے جو مجھکو اچھا کرسکتا ہے "
میں فوراً راضی ہوگئی چونکہ میں پہلے سے واقف تھی کہ خود ہمارے گانوں میں بعض ایسے
متبرک شخص موجود ہیں کہ اگر مریض پر پھونک دیں تو وہ شفا پائے لیکن ساتھ ہی خواہش تقدیر
بھی ضرور موافق ہونی چاہیے - ورنہ اگر نوشتہ تقدیر یہی ہے کہ نخل زندگی کے لئے خزاں آجائے
تو کیا مجال کہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم یا عامل اُس درخت کے گرے ہوئے پتوں کو دوبارہ درخت
میں لگا سکے - اگر عامل کامل ہے تو وہ اس حالت کو فوراً پہچان لیتا ہے اور ہرگز روپیہ
نہیں لیتا مگر ایسے بھی عامل زمانہ میں ہیں کہ پہلے سے روپیہ مانگتے ہیں اور وہ بھی بہت بڑی
رقم - اور بجائے اس کے کہ مریض کو اچھا کریں اُسے تباہ کر ڈالتے ہیں جس شخص کے پاس
میں اور حمیدہ دونوں گئے وہ اسی قسم کا تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا - حمیدہ بڑی نیک
مزاج عورت تھی فوراً میرے ہمراہ چلنے کو راضی ہوگئی اور نقاب ڈالکر اور چادر اوڑھکر میرے ساتھ
ہولی - شیخ موسیٰ کا مکان آیا صوفیہ کے دوسری جانب ہمارے گھر سے قریب ہی تھا
اُس کے مکان پر پہونچے تو اُسکی بی بی نے دروازہ کھولا اور بہت سی سیڑھیاں چڑھنے کے
بعد ہمکو ایک کمرہ میں لیگئی جہاں ایک شخص چٹائی پر بیٹھا ہوا تسبیح پڑھ رہا تھا - وہ ہماری
طرف مطلق متوجہ نہ ہوا اور سر جھکائے رہا - لیکن حمیدہ اُسکی عادتوں سے واقف تھی
مجھسے اُسکی بی بی کو کچھہ نقد دینے کو کہا میرے ہاتھ میں جو ایک پیاستر (چاندی کا ایک ترکی
سکّہ جو چار آنے کے برابر ہوتا ہے) تھا میں نے دیدیا اور اُسکی بی بی نے اُسے چٹائی کے
نیچے رکھدیا - اُسکا اُس شخص پر ایسا اثر ہوا اور ایسی جان اُسمیں آگئی کہ سر اٹھا لیکن بغیر
ہماری طرف دیکھے ہوئے کہنے لگا :-

"ہم تو پانگور بیٹھے ہیں - لڑکی سے ہمکو بہت ہی محبت ہے - پہلی ہی چوٹ سے درخت نہیں گرتا اور ممکن ہے کہ اب بھی ہم اُسے اچھا کر سکیں"

میری سمجھ میں تو اُس کا مطلب کچھ بھی نہ آیا لیکن حمیدہ نے میرے کان میں کہا کہ تمہاری نانی اچھی ہو جائیں گی - پھر اُس پیر مرد کی طرف مخاطب ہو کر مودبانہ پوچھنے لگی:-

"حضرت! پھر ہمکو کیا کرنا چاہیے؟ وہ بیچاری سخت بیمار ہے"

پیر مرد - تم نہیں جانتیں کہ جب تمہارا لڑکا چلا گیا تھا (اور وہ طوفان میں تباہ ہی گیا ہوتا) تو تمنے کیا کیا تھا - عرلضیہ کا ایک رومال اور دو اشرفیاں مجھکو لا دو باقی میں دیکھ لونگا -

حمیدہ یہ سنکر بہت ہی خوش ہوئی اور ایک پیاستر نکال کر مجھسے کہنے لگی کہ یہ دیکر اب تمہارا حال دریافت کروں گی - پیاستر پاکر اس مرتبہ وہ بزرگ میری طرف پھرا اور مجھے نظر بھر کر دیکھا اور یوں ہمکلام ہوا -

"تو ایک گلاب کا پھول ہے جو اس وقت اپنی پوری بہار اور جوبن دکھلا رہا ہے - لیکن ہوا کے جھونکے تجھکو اودھر اودھر جنبش دیں گے اور تیرا کوئی پشت پناہ نہ ہوگا" پھر آہ سرد کھینچکر اُس نے اپنی دستار اتاری اور میرے سر پر رکھکر کہنے لگا "میں چاہتا ہوں کہ یہ دستار اسی کے سر پر رہے - اب کون اسکو اُتار سکتا ہے؟ تمام دنیا میری رائے کو نہیں بدل سکتی لیکن اگر تو خود اسکو پھینکدے تو میں اُسے واپس لے لوں گا - مگر ساتھ ہی تیری ہستی کو بھی فراموش کر دوں گا"

حمیدہ - لیکن یہ جوان ہے اور حسین بھی ہے - کیا خداوند کریم اسے جلد ایک نیک شوہر عطا نہ کریگا

شیخ بولے (نہایت بے صبری کے ساتھ سر ہلا کر) اب رخصت ہو اور رومال لے آؤ - عرلضیہ کی شمع حیات دراز ضرور ہے لیکن اُسکے جلد گل ہو جانیکا خوف ہے -

یہ کہکر وہ پھر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہوا اور اُسکی بی بی کا اشارہ پاکر ہم چپ چاپ رخصت ہو گئے -

راستہ بھر میں نے اُس پیر مرد کی گفتگو پر غور کیا لیکن اُسے کوئی معنی نہ پہنا سکی۔ میں صرف سترہ برس کی تھی اور یہ وہ عمر ہے جب کہ زمانہ مستقبل حال کی خوشنمائیوں اور خوبصورتیوں سے رنگا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اُسکی آمد کا خوف مطلق دل میں نہیں ہوتا۔ لیکن گو اُس شیخ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں تاہم کوئی شگون نیک میں اُن سے اخذ نہ کر سکی۔ میری نانی نے بھی شیخ کی گفتگو سنکر صرف سر ہلایا اور خاموش ہو رہیں حالانکہ جس حسرت کے ساتھ وہ مجھکو دیکھتی تھیں اُس سے میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ دن بھر اُنہیں الفاظ پر غور کرتی رہیں۔ بہرحال رومال اور زر نقد بموجب وعدہ کے اُس بزرگ کے پاس بھیج دیا گیا اور اُسے پا کر وہ خود ہمارے مکان پر آیا اور میری نانی کے لئے دعا کچھ پڑھکر مُنہ پر دم کیا۔ تھوڑا لوبان دیا کہ روز بعد غروب آفتاب جلایا جائے اور ایک بوتل جس میں گلاب کے ساتھ اور کئی چیزیں ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں دیکر رخصت ہوا۔ ان سب کے لئے اس نے پانچ پونڈ لیے اور میری نانی نے اُسے تین پونڈ اور دئے کہ میرے واسطے نظر بد سے بچنے کے لئے ایک تعویذ لکھدے۔ لیکن اُس کے علاج سے مطلق فائدہ نہوا اور تین روز تک مریضہ کی حالت اسقدر خراب رہی کہ مجھکو ایک لحظہ بھی آرام لینے کا موقع نہ ملا۔ مگر تیسرے روز اُنکی طبیعت کچھ ٹھہری اور چونکہ حمیدہ بھی آئی ہوئی تھی کہنے سننے سے میں بھی تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں جا کر لیٹ رہی۔ وے اس تردد میں نیند کہاں۔ میں لیٹی ہوئی مریضہ کی صحت یابی کی دعا مانگ رہی تھی کہ حمیدہ کی زبان سے اپنا اور شیخ موسیٰ کا نام سنکر اُس طرف مخاطب ہوئی۔ حمیدہ اور میری نانی میں یہ گفتگو ہو رہی تھی:۔

حمیدہ۔ جو کچھ موسیٰ نے ناجرہ کی نسبت کہا وہ سخت تعجب انگیز ہے۔ واللہ اعلم اُسکا کیا منشا تھا۔

میری نانی۔ میری پیاری لڑکی! خداوند کریم میرے بعد اُسکا مددگار رہے! شکر ہے

کہ خانم نے ہاجرہ کو اپنے ہاں رکھنے کا وعدہ کر لیا ہے ورنہ مجھکو سخت تشویش ہوتی۔

حمیدہ۔ لیکن فتنہ تمہارے پاس تو خود اس قدر روپیہ ہے کہ ہاجرہ عمر بھر کسی کے دست نگر نہ رہے گی۔

میری نانی۔ سچ ہے۔ لیکن محض روپیہ سب باتوں کے لئے کافی نہیں اتنی تھوڑی عمر میں کسی بزرگ کا نگراں نہ ہونا بڑی افسوسناک بات ہے۔

حمیدہ۔ مگر جب تک ہم میاں بی بی زندہ ہیں اور اگر میری ایک صلاح مانو تو اُس کے بعد بھی ہاجرہ اکیلی نہ رہیگی۔

اس کے بعد اُس نے اپنی کرسی مریضہ کی طرف بڑھائی اور کہنے لگی:۔

ہاجرہ حسین لڑکی ہے۔ اُسکے بال کیسے خوبصورت اور سنہرے ہیں اور چہرہ دودھ کی طرح سفید ہے اور ان سب کے ساتھ بڑی نیک مزاج اور محنتی بھی ہے میرے بیٹے کے ساتھ اُسکی شادی کر دو۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے اندر وہ یہاں آنے والا ہے پرسوں یہاں سے وہ بہتیں ہے اور چونکہ میری لڑکی کے اولاد نہیں ہے میرے داماد نے وعدہ کیا ہے کہ اپنا سب کاروبار میرے بیٹے کو دیدے گا۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہاجرہ کس قدر آرام سے رہے گی۔ میں اُسے بیٹی کی طرح پیار کرتی ہوں۔ اور جب سے وہ یہاں آئی ہے اُس سے واقف ہوں۔ اور میرا شوہر تو اُس سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ اُسکے قدموں کے نیچے کی زمین چومنے کو مستعد ہے۔ اگر تم میری بات مان لو تو یہ معاملہ اُس کا مصداق ہوگا کہ گویا ہم نے اپنے ہی تیل سے اپنا لیمپ روشن کیا۔

میری نانی نے فوراً جواب نہ دیا اور جب تک وہ خاموش رہیں میرا دل اُسکے انتظار میں بیطرح دھڑکتا رہا۔ آخر ش کہنے لگیں:۔

جو قسمت میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہاجرہ کی حالت اُس سے بھی بدتر ہو لیکن

جب تک میں تمہارے لڑکے داؤد کو ایک نظر دیکھ نہ لوں کوئی تصفیہ اُسکی شادی کی نسبت نہیں کر سکتی۔ پانچ سال سے میں نے اُسے نہیں دیکھا ہے شاید اس مدت میں بہت سی تبدیلیاں اُس کے عادات اور اطوار میں واقع ہوئی ہوں اس لئے کہ پانچ برس کا زمانہ ایک نوجوان کی زندگی میں بہت کچھ باتیں پیدا کر سکتا ہے۔ جیسے ہی وہ آئے میرے پاس اُسے بھیجدو اور اگر اب بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اُسوقت تک تھا تو مجھے ہاجرہ کو اُسے دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ خدا میری زندگی میں اتنی برکت دے کہ میں دونوں کی شادی دیکھ سکوں!

حمیدہ - آمین! لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کو کس بات کا خوف ہے۔ داؤد بڑا باہمت اور محنتی لڑکا ہے وہ کبھی نہیں بدل سکتا۔

میری نانی نے اسکے جواب میں کچھ نہ کہا کیونکہ اُسی وقت اُنہیں کھانسی آنے لگی اور چونکہ میں فوراً اُنہیں دوا دینے کے لئے گئی جو گفتگو کہ ہو رہی تھی موقوف کی گئی۔ لیکن کئی روز تک میرے دل میں یہ بات چیت جگہ کئے رہی گو میں جانتی تھی کہ شادی کے بارے میں میری کچھ شنوائی نہ ہوگی اور نہ اسقدر اہم معاملہ کا میں خود تصفیہ کر سکوں گی تاہم کسی قدر فکر مجھکو ضرور ہوئی اور اکثر بلا کسی قسم کے ارادہ کے میری نگاہ محمود کے مکان پر پڑ جایا کرتی تھی کہ شاید داؤد دکھلائی دیجائے۔ بہرحال چھ روز تک کوئی نہیں آیا اور چونکہ میری نانی کی حالت اس عرصہ میں روز بروز بدتر ہوتی گئی میں نے اُس معاملہ کو بالکل دل سے دور کر دیا لیکن ساتویں روز جب کہ میں اُن کے لئے کھانا تیار کر رہی تھی کسی نے دروازہ پر دستک دی۔

میری نانی (نہایت دھیمی آواز سے چونکہ اب مشکل سے وہ بول سکتی تھیں)۔ پیاری دروازہ کھولدو ضرور کوئی خانم کے ہاں سے آیا ہوگا۔

ادھر کئی روز سے نصر اللہ پاشا کی کنیزیں بلا ناغہ میری نانی کو دیکھنے آتی تھیں۔ زینہ پر جا کر میں نے اُس رسی کو کھینچا جو کہ چھوٹے گھروں میں کنڈی سے بندھی رہتی ہے اور دروازہ کھلتے ہی ایک شخص نے نہایت شیریں آواز سے پوچھا "کیا فتنہ یہیں رہتی ہیں"؟

میں۔ جی ہاں۔

لیکن ساتھ ہی یہ سوچکر کہ غالباً یہ محمود کا لڑکا ہوگا میرے دل میں خود بخود ایک قسم کی بیچینی پیدا ہوئی اُس شخص کو زینہ پر چڑھتے ہوئے دیکھکر میں کمرے میں چلی گئی اور نانی سے کہا کہ کوئی مرد ہے۔

میری نانی۔ ضرور داؤد ہے۔ مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ وہ آگیا۔ تھوڑی دیر کے لئے تم اس کمرے سے چلی جاؤ۔

میں جانے کے لئے مُڑی ہی تھی کہ دروازہ کھلا اور میں نے اپنے آپ کو ایک نوجوان شخص کے مقابل پایا جو کہ افسرانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُسے دیکھکر میں سوچنے لگی کہ یہ داؤد نہیں ہوسکتا لیکن ابھی یہ خیال درجہ یقین کو نہیں پہونچنے پایا تھا کہ میری نانی کسی قدر اُٹھیں اور اُسکے گلے میں ہاتھ ڈالکر کہنے لگیں:۔

" نافذ بے! میرے پیارے بچے! خداوند کریم محض تمہاری وجہ سے میری دوبارہ زندگی کرے!"

نافذ بے (مریضہ کے پاس بیٹھکر اور خوش مزاجی سے) میں کل آیا ہوں۔ تمہاری بیماری کا حال سنکر میں نے خیال کیا کہ سب سے پہلے مجھے تمہارے پاس آنا چاہیئے۔

میری نانی۔ خدا تمہاری جوانی ہمیشہ قایم رکھے! تم ہمیشہ کے نیک مزاج اور مہرباں ہو۔ لیکن سب سے بڑھکر انسانیت تمنے آج برتی کہ مرنے سے پہلے تمہاری صورت دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔

نافذ بے۔ پیاری دوا! خدا وہ دن نکرے۔ ابھی تو تمہاری اتنی عمر ہوگی کہ میرے

بچوں کو بھی کھلاؤگی - کیا یہی تمہاری نواسی ہے جسکا ذکر محبت سے والدہ کرتی تھیں -
اس وقت تک چپ چاپ میں اُن کی باتیں سنتی رہی - دنیا کا اتنا تجربہ مجھکو تھا کہ میں نے
نافذبے کے آنے کو محض اُن کی عنایت اور شفقت کا نتیجہ سمجھا اور نیز یہ کہ دنیا میں بہت کم
لوگ ایسے ہونگے جو اس قسم کی مہربانی کو جائز رکھیں گے - لیکن نافذبے کچھ عجیب نرالی
طبیعت کے آدمی تھے اُن کا حسن کلام کچھ ایسا تھا اور اپنی دوا کو دیکھکر وہ ایسے بشاش
معلوم ہوتے تھے کہ اُن کا ہمارے ہاں آنا محض نمائش داری کی غرض سے نہیں معلوم ہوتا تھا
شکل وصورت میں اپنے باپ سے از حد مشابہ تھے - دونوں کی ہلکے بھورے رنگ کی آنکھیں تھیں
نہایت موزوں کتاں النقش - دہن کسی قدر بڑا - موٹے لب اور ہلکی مونچھیں تھیں مگر نافذبے
کے چہرے کے نیچے کا حصہ کسی قدر بھاری تھا - اور اس وجہ سے بیفکری اور نیک طینتی
کے ساتھ ہی اسمیں ضد اور مستقل مزاجی کی جھلک بھی پائی جاتی تھی -
میری نانی - ہاجرہ سامنے آؤ اور اپنے آقا کے ہاتھ کو بوسہ دو -
میں آہستہ سے آگے بڑھی لیکن نگاہ نیچی ہی رکھی اسلئے کہ میرے دل میں معلوم نہیں
کیوں یہ خیال پیدا ہوا کہ نافذبے مجھکو غور سے دیکھ رہے ہیں -
نافذبے (مسکراکر اور اپنا ہاتھ کھینچکر) کیسی خوبصورت لڑکی ہے! ہم دونوں کو تو ہاجرہ
ایک دوسرے کا دوست اور ہمدم ہونا چاہیئے اس لئے کہ دوا کے ہم دونوں سب سے
چھوٹے بچے ہیں (پھر میری نانی کی طرف مخاطب ہوکر) ہمارے ہاں ہاجرہ بڑی ہردلعزیز
ہے - وحیدہ - ولیہ - اور اماں جان سب اُسکی مداح ہیں - حتیٰ کہ ادہم کو بھی اتنی فرصت
ملی کہ چند تعریفی کلمے استعمال کئے -
مجھکو یہ سنکر سخت تعجب ہوا - اس لئے کہ میرا ہمیشہ یہ خیال تھا کہ ادہم بے اپنے خیالات
میں اتنے محو رہتے ہیں کہ میری طرف متوجہ ہونیکا انہیں موقع ہی نہیں مل سکتا - اور اس کا تو

وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ایک روز سوائے اُنکے اور کوئی میرا دوست و رفیق نہ ہوگا!

میری نانی (مسکرا کر) خدا اُن کو ہمیشہ خوش و خورم رکھے! ہاجرہ کے ساتھ سب ایسی اچھی طرح پیش آتے ہیں۔ لیکن عزیزم ابھی تک تم نے اپنا کچھ حال مجھ سے بیان نہیں کیا۔ اناطولیہ میں تم کیسے رہے اور کیا کرتے رہے؟

نافذ بے (ہنسکر) کیا کہوں۔ میری زندگی بھی اُسی طرح بسر ہوتی تھی جیسے میرے ساتھیوں کی۔ کوئی عجیب و غریب واقعہ پیش نہ آیا اور نہ اُن چھوٹے قلعوں میں جہاں ہماری فوج تھی کوئی اس قسم کا موقعہ مل سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت بُری طرح سے وقت گذرتا تھا اور ہم دل سے یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح قسطنطنیہ واپس آجائیں۔ ہاں اناطولیہ کی میں نے سیر خوب کی اسلئے کہ بہت جلد ہماری تبدیلی ایک مقام سے دوسرے مقام کو ہوجاتی تھی۔ مگر کہاں قسطنطنیہ اور کہاں وہ مقامات شغل کوئی نہ تھا جس کی وجہ سے بعض وقت دن کاٹنا مشکل ہوجاتا تھا۔ خیر یہ سب تو جانے دو۔ قونیہ میں عزت پاشا سے ملاقات ہوئی تھی۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ میرے والد نے عزت پاشا کو وہی گورنری دلادی ہے جس سے اُن کے والد ابھی مستعفی ہوئے ہیں۔

میری نانی۔ تب تو صنیحہ خانم قونیہ میں ہونگی۔ کیا اُن سے بھی ملے تھے؟

نافذ بے۔ جی نہیں۔ مجھسے ملاقات ہونے کے بعد عزت پاشا کو گورنری ملی ہے پیاری دوا! اب میں رخصت ہوتا ہوں اس لئے کہ مجھکو سر عسکریت جانا ہے۔ ترقی پاتے ہی اس محکمہ میں مجھے جگہہ ملے گی۔

میری نانی (بہت خوش ہوکر) یہ سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ تو اب تم یہیں رہو گے؟

نافذ بے - جی ہاں - خوش قسمتی سہی - اب تو مجھ سے صوبجات میں ایک سال بھی اور نہ رہا جاتا - لوحسنہ احافظا -

یہ کہکر نافذ بے جھکے اور میری نانی کو بوسہ دیکر دروازہ کی طرف چلے - میں اُن کو رخصت کرنے کے لیئے ہمراہ گئی - لیکن زینہ پر پہونچکر میری طبیعت میں آپ ہی یہ بات پیدا ہوئی کہ اُن کو ٹھہرانا چاہیئے اور بے اختیار اُن سے یہ سوال کیا :-

"کیا آپ کا واقعی یہ خیال ہے کہ میری نانی اچھی ہوجائیں گی - یا آپ نے صرف اُنکی تشفی کے لیئے یہ بات کہی تھی ؟"

اُس وقت نافذ بے سامنے کھڑے ہوئے تھے لیکن یہ سوال سنکر میری طرف پھرے اور ذرا دیر مجھکو خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہے - پھر اپنا ہاتھ میرے بالوں پر آہستہ سے پھیر کر نہایت ترحم آمیز لہجہ میں کہا -

"غریب لڑکی !" اور نہایت تیزی کے ساتھ بلا اور کچھ کہے زینہ سے نیچے اُتر گئے - لیکن میں اُسکا مطلب سمجھ گئی - اور دروازہ بند ہوتے ہی باورچی خانہ میں گئی اور ایک کرسی پر بیٹھکر بے ساختہ رونے لگی - افسوس ! پہلے ہی سے مجھے اُنکے اچھے ہونے کی بہت کم امید تھی - نافذ بے کی نگاہ نے اُس رہی سہی اُمید کو بھی باقی نہ چھوڑا !

اُس شب کو میری نانی نصراللہ پاشا کے خاندان اور وہاں کے لوگوں کی عنایتوں کا بہت کچھ ذکر کرتی رہیں اور مجھسے کہا :-

تم کو شاید معلوم نہیں کہ میرا باپ خانم آفندی کے ہاں کشتی بان تھا اور وہیں میں نے پرورش پائی میرے شوہر کا بھی یہی پیشہ تھا لیکن وہ غریب بہت تھا - اِس لیئے جب خانم آفندی کے پہلا بچہ پیدا ہوا اور اُنھوں نے مجھسے نوکری کے لیئے کہا تو میں نے فوراً نہایت خوشی سے منظور کرلیا - اُسوقت سے اُنھوں نے میرے ساتھ بڑے بڑے سلوک

کئے ہیں اور ہر مصیبت اور تکلیف کے وقت میری امداد کی ہے - لیکن میرے پاس اِس سب کے معاوضہ میں سوائے شکر گذاری کے اور کچھ نہیں - ہاجرہ! اب میں ایک دم کی مہمان ہوں - وعدہ کرو کہ اُس خاندان کی عنایتوں کو کبھی نہ بھولو گی اور یہ بھی یاد رکھو کہ تم کو اسکے عوض اُس خاندان کا اور خصوصاً خانم آفندی کا کس قدر ممنون احسان ہونا چاہئیے قسم کھاؤ کہ کسی امر میں خانم آفندی کی خلاف مرضی کوئی کام نہ کرو گی -

میں (ہچکیاں لیتی ہوئی) بخدا کبھی نہیں - لیکن میری پیاری نانی اس قسم کی باتیں مت کرو - مجھسے نہیں سنا جاتا -

میری نانی - (مجھے محبت سے پیار کرکے) - میری مجبوری ہاجرہ! مجھکو یہ سب کہنا ضروری ہے اسلئے کہ میرا وقت اب بہت قریب ہے اور مرنے سے پہلے تمکو میری آخری باتیں ضرور سُن لینا چاہئیں - تمہیں چاہئیے کہ میرے بعد خانم کے ہاں جاکر رہو - وہ تمہاری ہر طرح نگرانی کریں گی - جب تک خانم موجود ہیں تمکو کبھی کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہو پہنچے گا لیکن یہ ضرور خیال رہے کہ انکو کبھی رنجیدہ نکرنا - ہائے! کیسا اچھا ہوتا کہ میرے مرنے سے پہلے داؤد آجاتا! کس قدر میری طبیعت ہلکی ہوجاتی! اور بغیر اُسے دیکھے تو میں کبھی منظور نکروں گی کہ تمہاری شادی اُسکے ساتھ ہوجائے -

پھر تھوڑی دیر خاموش رہکر آہستہ سے کہا :- "آج میں بہت تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہوں اسلئے چاہتی ہوں کہ اب سو رہوں - جاؤ حمیدہ کو بلا لاؤ تاکہ آجکی شب وہ تمہارے ساتھ رہے"

میں باہر آئی اور حمیدہ کو بلوایا لیکن جب وہ آئی تو میری نانی کی زبان بند ہوچکی تھی اور صبح نہ ہونے پائی تھی کہ میں دوبارہ یتیم ہوگئی - اِس صدمہ عظیم کا اُس وقت مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میرے ہوش و حواس بجا نہ تھے حتیٰ کہ تجہیز و تکفین میں بھی میں مطلق شریک نہو سکی اور نہ مجھے کچھ یاد ہے کہ کیا کیا انتظام ہوا - ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر شئے محل سے آئی تھی - میں نے

توصف نے یہ کیا کہ کنیزوں کو میت کے پاس چھوڑ کر باورچیخانہ میں چلی گئی - اور ہاتھوں سے منہ چھپا کر زمین پر لیٹ گئی - تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کسی نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھکر نہایت ملائمت سے کہا :-

" میری مصیبت زدہ لڑکی ! چلو اٹھو ایسا نہیں کرنا چاہئے - اور سب لڑکیاں کہاں ہیں اور تمکو اس طرح یہاں تنہا کیوں چھوڑ دیا ہے ؟ "

میں نہایت آہستہ سے اُٹھی تو دیکھا کہ نافذ بے سامنے کھڑے ہیں - اُن کا ہاتھ ابھی تک میرے شانے ہی پر تھا لیکن دوسرا ہاتھ بڑھا کر اُنہوں نے کرسی کھینچی اور نہایت نرمی اور ملائمت سے مجھے بیٹھنے پر مجبور کیا - میرے سر کے بال کھلکر میرے چہرے پر سامنے پڑے ہوئے تھے - اُنہیں نہایت آہستہ سے اُنہوں نے پیچھے ہٹا دیا - اُن کے ہاتھ میں کچھ ایسا اثر تھا کہ بیساختہ میرے آنسو نکل آئے اور ہاتھوں سے منہ چھپا کر میں دل کھولکر روئی - ذرا دیر وہ خاموش رہے پھر میری طرف جھک کر میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور کہنے لگے -

" میری غمزدہ ہاجرہ ! یہ تو میں نہیں کہتا کہ نہ رووٴ اسلئے کہ میں جانتا ہوں رونے سے تمہاری طبیعت ہلکی ہو جائیگی - لیکن آوٴ دوسرے کمرے میں چلیں پانچ منٹ میں سب لوگ یہاں آجائیں گے "

میں اُنکا مطلب سمجھ گئی یعنی یہ کہ میت کو باورچیخانہ میں غسل دینے کی تجویز ہوئی تھی - اِدھر اُدھر نظر کی تو دیکھا کہ آگ بجھ گئی تھی اور غسل کا پانی ابھی تک گرم نہیں ہوا تھا - جلدی سے اٹھکر لکڑی لائی اور آگ سلگانے کی کوشش کرنے لگی لیکن آنسووٴں سے میری آنکھیں بند ہوئی جاتی تھیں اور ابھی دیا سلائی بھی اچھی طرح نہیں جلانے پائی تھی کہ طالب علموں کی آواز سنائی دی جو کہ میت کے لئے دعا کر رہے تھے - میں پھر بدحواس سی

ہو گئی اور دیوار سے لگ کر کھڑی ہوئی۔
نافذ بے نے ایک کنیز کی طرف مخاطب ہو کر زور سے کہا "بوہا ور! تم خود آگ جلاؤ"
اور پھر میری طرف جھک کر "پیاری آؤ چلو میں تمکو اوپر لے چلوں۔ آیں تم ننگے
پیر ہو! کیا واقعی تم صبح سے اسی طرح کھڑی رہی ہو؟ چلو اپنا کمرہ مجھے دکھا دو۔ دو چار منٹ
میں ہم لوگ چلے جائیں گے تم اُسکے بعد فوراً یہاں سے مکان چلی جانا"
میں نے کچھ جواب نہ دیا اس لئے کہ میں چاہتی تھی کہ کم از کم ایک رات اور یہاں رہتی۔
لیکن اس قدر خستہ اور پریشان تھی کہ سوائے تعمیل حکم کے اور کچھ کہنے۔ سننے کی طاقت
نہ تھی اس لئے اُنکے ساتھ اپنے کمرے کے دروازہ تک آگئی۔ یہاں نافذ بے ٹھہر گئے
اور ایک کنیز کو پکار کر یہ حکم دیا:-
"ماہو را! اس بیچاری لڑکی کو کپڑے پہنا دو" اور پھر نہایت محبت سے اپنا ہاتھ میرے
بالوں پر پھیر کر کہا "پیاری ہاجرہ! خدا حافظ آج شام کو مکان پہنچ جائیے"
نافذ بے نیچے چلے گئے اور میں ماہور کے ساتھ اپنے کمرے میں گئی۔ ابھی پوری
طرح کپڑے پہن نہیں چکی تھی کہ مردوں کی بات چیت کان میں آئی معلوم ہوا کہ جنازہ اُٹھانے
لے لئے آ رہے تھے اور ساتھ ہی جنازہ سڑک پر جاتے ہوئے دیکھنے کے لئے
کنیزیں میرے کمرے میں دوڑیں۔ بیچاری حمیدہ کے رخسار اشکوں سے تر تھے میرا
ہاتھ پکڑ کر کھڑکی کے پاس لے گئی اور کہنے لگی "ذرا مرحومہ کی طرف تو دیکھو۔ اُس کی
روح اسوقت تابوت کے سرہانے ہے۔ ایکبار وہ تمہیں اور دیکھ لے تو اُسے بڑی
تسکین ہوگی" اور پھر آہستہ سے "دیکھنا! نافذ بے بھی جنازہ کے ساتھ ہیں یہ اُنکی عین
عنایت ہے۔ اور اُنکے ساتھ جو لڑکا ہے وہ میرا بیٹا داؤد ہے"
میں نے کچھ بے توجہی سے نگاہ کی اسلئے کہ داؤد کی نسبت جو خیال شروع میں میرے

دل میں پیدا ہوا تھا وہ کافور ہو چکا تھا - اور صرف اس قدر دیکھنے پائی تھی کہ وہ لپٹ قد اور ظاہراً طاقتور شخص تھا کہ جنازہ دکھائی دیا - نصراللہ پاشا نے جتنا کہ اُنکو کرنا چاہیئے تھا اُس سے زیادہ انتظام جنازہ وغیرہ کے متعلق کیا تھا - جنازہ پر ایک بیش بہا ہندوستانی شال پڑی ہوئی تھی - نوکر چاندی کے لوبان دان لئے ہوئے آگے آگے تھے اور اُنکے آگے بہت سے شیخ اور طالب علم تھے - جنازہ کا دیکھنا - لوبان کی بو - شیخوں کی بھاری آواز لڑکوں کی ملایم اور باریک آواز سے ملی ہوئی - یہ سب مجھ خستہ و مصیبت زدہ کی طاقتِ برداشت سے باہر تھا میرے کانوں میں گانے کی سی آواز آنے لگی - میں جلد جلد اور مشکل سے سانس لینے لگی اور اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ غش کھاکر پیچھے گری - جب مجھے ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں تو حمیدہ خانم کے شانے پر اپنا سر پایا میں تعجب کے ساتھ چاروں طرف نگاہ کرنے لگی تو اُنہوں نے نہایت دردمندی سے کہا :-

"نافذ بے نے خوب کیا جو مجھکو بلالیا - واقعی بیچاری ہاجرہ اس صدمہ کی متحمل نہیں ہوسکتی پیاری اُٹھو ہوش میں آؤ - بہت دیر ہوگئی ہے - اب مکان چلنا چاہیئے - لاؤ میں تمہاری نقاب ٹھیک کردوں - ماہر ایک گلاس پانی دو"

میں نے کسی قدر گھبراکر اُنکی طرف نظر کی تو دیکھا کہ اُنکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں یہ دیکھکر نہیں معلوم کیوں مجھے ذرا تسکین ہوئی - بات کی بات میں اُنہوں نے نقاب وغیرہ ٹھیک کردی - اور سینے سے لگاکر مجھے خوب پیار کیا - میں بھی چپ چاپ اُن سے لپٹی رہی - اُسوقت دنیا میں وہی ایک دوست میری معلوم ہوتی تھیں - ذرا دیر بعد وہ آہستہ سے اُٹھیں اور مجھے پکڑکر دروازہ کی طرف لے چلیں پھر نہایت مہربانی سے کہا -

"ہاجرہ اب ہمکو چلنا چاہیئے - حمیدہ اور لولو یہاں شیخوں کے ساتھ رہینگی"

مجھمیں اس قدر طاقت نہ تھی کہ اِسکے خلاف کچھ کہتی اُنکے بازو پر سہارا دیکر نیچے اُتری -

گاڑی میں سوار ہوتے وقت میں نے اپنے مکان کی طرف ایک مرتبہ اور حسرت کے ساتھ نظر کی ایک لحظہ بعد گاڑی روانہ ہوئی - گویا اپنی زندگی کا دوسرا باب میں نے ختم کیا اور جو کچھ اب تک گذرا تھا اُس پر مہر کرکے از سر نو زندگی شروع کرنے کے لیئے روانہ ہوئی -

باب دوم

بہار کا موسم ہے - آفتاب حسب معمول اپنا جوبن دکھا رہا ہے - سامنے ساحل پر جو مکانات ہیں اُن پر اُس کی شعاعیں اِس انداز سے پڑتی ہیں کہ اُن میں سے ایک جو سرخ رنگا ہوا ہے شعلۂ نور معلوم ہوتا ہے - موجیں گھاٹ سے ٹکر کھا کر چپ چاپ واپس چلی جاتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر کاہلی اور سستی اُن میں ہے کہ سوائے خفیف شکایت کے جو کہ نہایت دھیمی اور سریلی آوازیں کر رہی ہیں اور کچھہ اُن سے نہیں ہو سکتا لیکن اِس سریلی میٹھی آواز کا ایسا ہی دل پر اثر ہوتا ہے جیسا کہ ماں کے نہایت پیار سے بچے کو تھپک کر سلانے کا - مطلع اسقدر صاف ہے کہ جہاں میں کھڑی ہوئی ہوں وہاں سے کوہ الپس کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں دور دہوپ میں چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں اور ٹھیک سامنے میڈنس ٹاور کی سفید دیواریں دہوپ میں ایسی نہائی ہوئی ہیں کہ مثل بلور کے معلوم ہوتی ہیں - ایک قریب کے جہاز سے صاف دوپہر کے گھنٹے کی آواز آرہی ہے اور لوگ اُسمیں تیزی کے ساتھہ آجا رہے ہیں - میں بیکاری کی وجہ سے خالی بیٹھی ہوئی اُنکی اِس آمد و رفت کو دیکھہ رہی ہوں - دوسرے دن بھی کچھہ ایسا ہی ہے کہ خود بخود طبیعت میں سستی پیدا ہوتی ہے - میری نانی کو مرے ہوئے

عرصہ ہوگیا ہے۔ لیکن نہ اسقدر کہ میں انہیں بھول جاؤں۔ تاہم اتنا زمانہ ضرور گزرچکا ہے کہ اپنی نئی زندگی کی عادی ہو چلی ہوں۔ نصر اللہ پاشا کے مکان پر ہر شخص میرے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتا ہے۔ خانم آفندی مجھسے ایسا ہی برتاؤ کرتی ہیں جیسا اپنی بیٹی کے ساتھ خود نصر اللہ پاشا نہایت دلجوئی سے پیش آتے ہیں۔ اُنکی بیٹیاں بڑی توجہ اور محبت سے ملتی ہیں۔ بیٹوں میں ادہم پاشا بہت کم بات چیت کرتے ہیں لیکن جب کبھی بولتے ہیں تو از حد نرمی اور عنایت سے اور نافذ بے تو گھر میں سب سے زیادہ میرے بہی خواہاں ہیں جس التفات سے وہ میرے ساتھ نانی کے انتقال کے روز پیش آئے تھے وہی انداز اُن کا ابتک ہے۔

میں خاموش بیٹھی ہوئی اسی اُدھیڑبن میں تھی کہ یکایک ایک آواز میرے کان میں آئی "ہاجرہ! والدہ چاہتی ہیں کہ تم کنیزوں کو کپڑوں کی استری کرنے میں مدد دو اسلئے کہ اُنکے پاس کام بہت زیادہ ہے اور غالباً آج وہ اُسے ختم نکرسکیں"

میں فوراً تعمیل حکم کے لئے کھڑی ہوگئی اور اُس کمرے کی طرف گئی جہانکہ کنیزکیں استری کر رہی تھیں۔ دروازہ پر پہونچکر میں نے کسیکو کھلکھلا کر ہنستے ہوئے سُنا جسکی وجہ سے خود بخود میرے رخسار گلگوں ہو گئے اور ان پر عرق آگیا۔ کچھ عرصہ سے میری عادت ہوگئی تھی کہ جب اس ہنسی کو سنتی تھی تو شرما جایا کرتی تھی۔ ہر چند میں اپنے آپ کو سمجھاتی تھی لیکن یہ بیہودہ عادت کسی طرح نہیں جاتی تھی۔ کمرے میں داخل ہوکر دیکھا کہ نافذ بے کھڑکی کی چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے لونڈیوں سے مذاق کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھکر کھڑے ہوگئے اور میری طرف آکر مسکراکر پوچھا:-

"تم یہاں کہاں؟ میں ڈرائنگ روم میں ابھی پانچ منٹ ہوئے گیا تھا۔ دیکھا کہ تم ایسے آرام کی حالت میں بیٹھی ہوئی ہو کہ تکلیف دینا نہ چاہا اور یہاں چلا آیا۔ ایں! تمہارا

بھی ارادہ کیا استری کرنے کا ہے ؟ (اور استری میرے ہاتھ سے لیکر) نہ - یہ کام تمہارے لئے موزوں نہیں تمکو یاد نہیں کہ آج صبح تمنے درد سر کی شکایت کی تھی ؟"

میں - آپکی عنایت و مہربانی - لیکن اب میں بالکل اچھی ہوں اور درد سر بھی کچھ ایسا ہی خفیف سا تھا -

نافذ بے - سب صحیح - لیکن آگ کے پاس رہنے سے طبیعت خراب ہو گی - آؤ باغ میں چلیں وہاں کیسی خوشگوار اور دلفریب ہوا ہے -

میں - لیکن میں جانے سے مجبور ہوں مجھکو معاف فرمائیے - خانم آفندی نے مجھے یہاں بھیجا ہے - اُن کی تعمیل حکم ضرور ہے -

یہ سنکر اُنھوں نے استری واپس دیدی اور کھڑکی کے پاس جاکر آہستہ آہستہ سیٹی بجانے لگے - میں نے جو ایک بار اور نگاہ کی تو دیکھا کہ اُن کی نظر کچھ اِس طور سے مجھپر جمی ہوئی ہے کہ یہ معلوم کرکے میرا چہرہ اِس قدر سرخ ہو گیا کہ اُسے چھپانے کے لئے میں اُس ٹوکری پر جسمیں سے استری کے لئے کپڑے نکال رہی تھی ضرورت سے زیادہ جھک گئی - اسیو قت کسی نے نہایت غصہ سے چلا کر کہا :-

"اِن استریوں سے تو جان غضب میں آگئی ہے گرم ہی نہیں ہوتیں مجھہ سے اِن سے کام نہیں ہوسکتا" اور ساتھ ہی ایک استری میری طرف زور سے پھینکی جس سے میرا سر بال بال بچگیا -

میں نے آواز سے پہچانا کہ لوہا ور ہے جو اُسوقت آگ کے قریب کھڑی ہوئی تھی اور اُسکی آنکھیں اسقدر خشم آلود تھیں کہ یہ ممکن نہیں کہ صرف استریوں کے ٹھنڈے ہوجانے کی وجہ سے اُسکی یہ حالت ہوئی ہو -

نافذ بے (جلدی سے اُٹھکر اور نہایت سختی سے) لوہا ور اسکے کیا معنی ؟ کیا پاگل

ہوگئی ہو؟

بوہادر نے بھی تیوری چڑہا کر آنکھ ملائی اور بغیر جواب دئے آگ کی طرف مڑ گئی - میں اسکے غصہ کو دیکھکر سخت حیران ہوئی اور دیکھا کہ کنیزیں ایک دوسرے کی طرف چپٹی نگاہیں دوڑا رہی ہیں -

نافذ بے کچھ ہچکچاتے معلوم ہوتے تھے - پہلے تو بوہادر کی طرف بڑھے لیکن پھر رک گئے اور میرے پاس آکر بڑے اشتیاق سے پوچھا " لگی تو نہیں ؟ کیا تمکو یقیناً نہیں لگی ؟ "

میں (ہنسکر) جی ہاں واقعی نہیں لگی - یہ تو آپ بھی اقرار کرینگے کہ میرے سوا اور کون یقیناً کہہ سکتا ہے کہ لگی یا نہیں -

نافذ بے - یہ تو نہ کہو - میں سمجھا کہ بوہادر کے بچانے کی غرض سے شاید سچ نہ بتاؤ -

میں - بے آفندے ! یہ کیوں ؟ بوہادر نے قصداً کچھ تھوڑی ہی الٹا کیا -

نافذ بے نے کچھ جواب نہ دیا اور میز کے کنارے پر بیٹھکر کچھ دیر بعد کہنے لگے :-

" تمنے مجھے مبارکباد نہیں دی - میری ترقی ہوئی ہے اور سر عسکریت میں ایک جگہ کے لئے نامزد ہوا ہوں "

میں (نہایت خوشی کے ساتھ) سچ ؟ خانم آفندی کیسی خوش ہونگی اُن کی تو یہ دلی خواہش تھی !

شائستہ (ایک خندہ پیشانی و ملیح صورت کنیز جو کہ میرے مقابل اسی میز پر کام کر رہی تھی) ہم سبھوں کی بھی تو یہی خواہش تھی - اب تو بے آفندی آپ یہیں رہیں گے ؟

نافذ بے (سگرٹ سلگا کر) ہاں جس شخص کا دادا بارسوخ ہو اسکو اسی قسم کے فائدے ہوا کرتے ہیں - بلا کسی قسم کی کوشش کے اچھی سے اچھی باتیں ہمیں اُس سے حاصل ہوتی ہیں مجھے یقین ہے کہ کوئی بیچارہ سالہا سال سے اسی جگہ کا منتظر ہوگا اور مدت سے

اُسکے لئے جان لڑا رہا ہوگا۔ لیکن اُسکی جانبازی کا یہ نتیجہ ہوا جو کہ تمنے سنا یعنی مجھہ جیسے نالایق شخص کو یہ عہدہ ملگیا۔

میں نے کسی قدر شرمیلی نگاہ سے انکی طرف دیکھا۔ میرے نزدیک تو تمام فوج میں اعلی سے اعلی جگہہ کے لئے جو کہ سرعسکر کے دست قدرت میں ہوسکتی ہے سوا اس خوشرو اور خوش مزاج جوان کے اور کوئی ایسی موزونیت کے ساتھہ قابل نہ تھا۔ اتفاق سے اُسیوقت نا قد بے نے بھی میری طرف دیکھا اور ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوگئیں۔ نا قد بے نے میرے دیکھنے کے کچھہ اور ہی معنی لئے اور کہا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھہ میں نے ابھی کہا اُس سے تمکو پورا اتفاق ہے واقعی اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ میں نہایت کاہل اور فضول شخص ہوں لیکن اگر خوش قسمتی سے عمدہ چیزیں ملیں تو اُنکے لینے سے صرف اس وجہ سے انکار کرنا کہ میں اُنکے لایق نہیں بڑی حماقت ہوگی"

میں نے فوراً اس خیال کے دور کرنے کی کوشش کی اور گھبرا کر کہا "میرا مطلب یہ ہرگز نہ تھا" اور پھر کچھہ جھجک کر خاموش ہوگئی کیونکہ یہ تو کہہ نہیں سکتی تھی کہ جو کچھہ میرے دل میں تھا اُسکے بالکل خلاف اُنہوں نے سمجھا تھا۔

نا قد بے (تمسخر کی راہ سے اور میرے چھیڑنے کے لئے) - اچھا تو پھر تمہارا کیا مطلب تھا؟ تمنے جس انداز سے میری طرف دیکھا اُس سے میں یہی سمجھا کہ جو کچھہ میں نے اپنی نسبت کہا اُس سے تمکو پورا اتفاق ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اُسوقت تم کیا سوچ رہی تھیں؟

قنچہ (ماہم پاشا کی کنیز اور میری بڑی دوست) سوچتی کیا؟ بے افندی! اس بیچاری کو آپ کیوں اتنا چھیڑتے ہیں؟ اب تو بہتر ہو تا کہ آپ یہاں سے تشریف لیجاتے۔ اِس لئے کہ جب تک آپ یہاں رہیں گے مطلق کام نہیں ہوسکیگا۔

نافذ بے - لیکن بی لڑکی میں تمکو تھوڑی ہی ستا رہا ہوں - تم اپنے کام میں مشغول رہو
کیا کام اور کلام دونوں ساتھ نہیں ہو سکتے ؟ کام ہی کرو اور باتیں بھی - قنچہ نے جلدی
سے منہ پھیر لیا اور نافذ بے نے میری طرف جھک کر نہایت دھیمی اور ملایم آواز سے
جسکو سنکر معلوم نہیں کیوں میرا دل بے طرح دھڑکنے لگا یہ سوال کیا " ہاجرہ ! سچ کہو تم
مجھکو کیسا سمجھتی ہو ؟"

میں کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ کسیکی پوشاک نے میرے کپڑوں سے رگڑ کھائی - پھر کر دیکھا
تو معلوم ہوا کہ بوہادر کمرے سے باہر چلی جا رہی ہے - مجھے نہایت غصہ سے گھورا اور
زور سے دروازہ بند کرکے یہ جا وہ جا - میں نے ذرا دیر استری سے ہاتھ روک لیا
اسلئے کہ بوہادر کی سیاہ آنکھوں سے بہت ہی زیادہ غصہ ٹپکتا تھا اور اس خیال میں غرق
ہوگئی کہ خدایا یہ مجھسے کیوں اتنی خفا ہوئی کیونکہ میری نانی کے سامنے ہی سے وہ مجھسے
ازحد محبت رکھتی تھی -

میں اسی فکر میں تھی کہ نافذ بے نے میرا بازو چھوا اور کسی قدر شرما کر (اسلئے کہ انکے
رخسار گلگوں ہو رہے تھے) مجھسے پوچھا :-

" تم کیا سوچ رہی ہو ؟ بوہادر ہمیشہ کی بدمزاج ہے اُسپر تپ غشم اکثر چڑھی رہتی ہے
اور آج اُسکی باری معلوم ہوتی ہے - ہم لوگ اسکے عادی ہو گئے ہیں - لیکن اور لوگوں کو
جو اس حالت سے ناواقف ہیں یہ کسیقدر غیر معمولی بات معلوم ہوگی اس وجہ سے اور
بھی کہ ظاہرا کوئی سبب اس عارضہ کا نظر نہیں آتا - مگر قسم ہے والد کے سر کی ! اُسکی یہ مجال
نہیں کہ اپنا غصہ تم پر اُتارے -

باوجود اس گفتگو کے میں تاڑ گئی کہ نافذ بے بوہادر کے غصہ کی وجہ سے واقف ہیں لیکن
اس خیال کو میں نے دل میں جگہ نہ دی اور اُسے سمجھانے لگی کہ انکو اُس کا علم نہوگا پھر اُن کی

طرف مڑکر میں نے یہ سوال کیا:-

" وجہ کیا جو وہ مجھ سے ناراض ہو؟ جہانتک مجھے علم ہے میں نے کبھی اُسکا کچھ نہیں بگاڑا۔"

نافذ بے - سچ کہتی ہو - (اور پھر جلدی سے گھڑی نکالکر) آئیں! ایک بجگیا - اب مجھکو جانا چاہیئے - لو اب کچھ اپنا کام کرو اور زیادہ تمہیں نہیں ستاتا۔

ابھی دروازہ اچھی طرح بند نہ ہونے پایا تھا کہ سب نے قہقہہ لگایا اور ہر ایک کنیز اس طرح ہنسنے لگی کہ آج ہنسکر اور کبھی نہ ہنسے گی - یہ دیکھکر میں اور بھی زیادہ متعجب اور حیران ہوئی -

ماہور (ایک ادھیڑ عورت جو نصر اللہ پاشا کے ہاں بیس برس سے زیادہ سے تھی) بیچاری بوہاور! سچ پوچھو تو مجھے اُسپر ترس آتا ہے -

قنچہ (کسیقدر افسوس کے ساتھ) مجھے تو بڑا خوف یہ ہے کہ بوہاور کے ہاتھوں اس بیچاری کو ضرور کچھ نہ کچھ ضرر پہونچے گا -

مریم - (وحیدہ خانم کی چہیتی باندی تعجب کے ساتھ) - کس بیچاری کو؟ (اور پھر میری طرف ذرا حقارت سے دیکھکر) اجی نہیں - توبہ کرو - ایسی بھی کیا بیوقوفی - ہاجرہ سے اُسے کس بات کا خوف ہوسکتا ہے -

بیندرزر (نہایت اچھا گانے والی جسکی خوش الحانی کی وجہ سے ایک مرتبہ وحیدہ خانم اور اُنکے شوہر میں رنجش ہوتے ہوتے رہ گئی) میرے نزدیک نافذ بے غلطی پر ہیں انصاف تو یہ چاہتا ہے کہ بوہاور کو اتنے دن منتظر رکھکر اب اُس سے شادی کر لینا چاہیئے -

مریم - کس چیز کا منتظر؟ بوہاور محض امتحاناً خریدی گئی تھی اس لئے کہ نافذ بے نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ترکی لڑکی سے سرکیشیا کی لڑکی اُنہیں زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے بوہاور کی نسبت اُنہوں نے اپنی والدہ سے یہ رائے ضرور ظاہر کی تھی کہ وہ حسین ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ جبتک

اناطولیہ سے واپس نہ آؤں اُسکے متعلق کوئی تصفیہ نہیں کرسکتا - اب وہ واپس آئے
ہیں اور لوہادر اُن کو پسند نہیں ہے یعنی وہ امتحان میں پوری نہیں اُتری - اگر یہی اُنہوں
نے تصفیہ کیا تو شکایت کیا؟ باندی تو باندی - لوہادر کو بھی دوسری باندیوں کی طرح
اپنا کام کرنا چاہیے - مجھے ایسے لوگ اچھے نہیں معلوم ہوتے جو اُنگلی چھوڑ پہونچا پکڑنے
لگتے ہیں اور ایک نازک بنیاد پر ایسی عالیشان خیالی عمارت بنانے لگتے ہیں -

اب یہ معاملہ کچھ میری سمجھ میں آنے لگا اور پوچھا کیا تم سب لوہادر کا ذکر کر رہی ہو؟

مریم - کیا تمنے یہ کیفیت پہلے کبھی نہیں سنی تھی؟

میں - (آہستہ سے) نہ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ نافذ بے کے لئے خرید کی گئی ہے -

شائستہ - اول تو اس معاملہ کو ہمنے اس قابل نہ سمجھا کہ تم سے اسکا ذکر کرتے دوسرے
یہ بہتر سمجھا کہ پہلے اسکی حقیقت اچھی طرح دریافت کرلیں - اب تمکو معلوم ہی ہوگیا کہ
نافذ بے نے اُس سے شادی نہیں کی جس کا اُسے سخت صدمہ ہے اس وجہ سے
اور یہی کہ اخیر پانچ سال سے وہ اشراف زادی بننے کی کوشش میں ہے اور اپنی نشست
و برخاست بات چیت ابھی ویسی ہی بنا رہی ہے -

غنچہ (انگشت بلب) خاموش! وہ آرہی ہے - مہربانی کیجئے اُسے موقع نہ دیجئے کہ
وہ آپ سے اُلجھ پڑے -

لوہادر اُسی وقت آپہونچی اور سب لونڈیاں خاموش ہورہیں میں نے نہایت دردمندی سے
اُسکی طرف دیکھا بیچاری کے دل میں کیا کیا امیدیں نہ رہی ہونگی اور اُنکے منقطع ہونے کا
اُسے کتنا بڑا صدمہ ہوا ہوگا! کیونکہ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ نافذ بے کا برتاؤ اناطولیہ سے
واپس آکر ہرگز ایسا نہ تھا جس سے کہ لوہادر کو کسی قسم کی اُمید کی جرأت ہوتی - اب جو لوہادر باہر
سے آئی تو اُسکا غصہ بہت کچھ ٹھنڈا ہوگیا تھا لیکن اُس کے لبوں سے اب تک درشتی ظاہر ہوتی تھی

اور اسکی نگاہ دوسری باندیوں کو آگاہ کر رہی تھی کہ دیکھو اس وقت مجھ سے دم نہ مارو۔ لوہاور چپ چاپ کام کرتی رہی گو اور سب ہنسی اور مذاق کر رہی تھیں اور استری ختم ہونے کے بعد نافذبے کے کپڑے جنکی نگہبانی اُسکے سپرد تھی لیکر کمرے سے خاموش چلی گئی۔

میں قنچہ کو ولیہ خانم کے کپڑے لیجانے میں مدد دینے لگی اور اُن کے کمرے میں جاکر الماری میں کپڑے آراستہ کر دیئے میں اور قنچہ اولاً تو خاموشی سے اس کام میں مصروف رہے لیکن تھوڑی دیر بعد اُس نے ایکبارگی کسی قدر افسوس کے ساتھ یہ کہا:۔

" میں چاہتی ہوں کہ نافذبے تم سے اتنا مخاطب نہوں تو بہتر ہے"

میں (بہت شرماکر) تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ نافذبے میرا کیا کرتے ہیں؟

قنچہ۔ درحقیقت کچھ نہیں۔ صرف مذاق کرتے ہیں ایک تو تم اُن کی دادا کی لڑکی دوسرے یتیم ہو۔ نافذبے دل کے بہت اچھے ہیں اس لئے تمپر مہربان ہیں اور سچ ہے یہی مناسب بھی ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے مگر بدقسمتی سے لوہاور اس کے دوسرے ہی معنی لیتی ہے۔ نافذبے کی جانب سے جو اُسے مایوسی ہوئی ہے اُسکی وجہ سے دیوانی ہو رہی ہے۔ ذراسی بات پر اُسے حسد اور رشک ہوتا ہے۔

میں۔ (بے صبری سے) رشک کس بات کا؟ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ اُسکا خیال ہے کہ نافذبے مجھے اُسپر ترجیح دیتے ہیں؟۔

قنچہ (مسکراکر) ہاں ٹھیک سمجھیں۔ میرا تو یہی خیال ہے لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اُس کے دماغ میں کیسے سمائی۔ آؤ اب نیچے چلیں۔ نہیں معلوم گھر کی بیبیاں اسوقت کہاں ہیں۔

ہیں۔ (بے توجہی سے) مجھے معلوم نہیں۔
یہ کہکر میرا خیال پھر یوہاور کی طرف گیا اور میں اس بات کے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی
کہ اُسے کیونکر یہ یقین ہوا کہ نافذ بے مجھے چاہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مجھپر اُنکی
زیادہ توجہ رہتی تھی اور نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اور یہ بھی خوب جانتی تھی کہ
جس طرح سے مجھسے گفتگو اور مذاق کرتے تھے اُس طرح لونڈیوں کے ساتھ نہیں۔ ساتھ
اس کے یہ بھی کہدوں کہ یہ برتاؤ مجھے نہایت پیارا معلوم ہوتا تھا جس کے لئیے میں اُنکی
نہایت ممنون تھی لیکن اس سے زیادہ میں نے کبھی نہیں سمجھا کہ یہ سب محض اُن کی
عنایت اور غریب نوازی تھی۔ قنچہ کی گفتگو کے بعد بھی میرا یہی خیال رہا اور چاہا کہ یوہاور کی
غلطی اور حماقت کو دل سے نکال ڈالوں لیکن ناکامیاب رہی اور ایک بارگی میرا دل خود بخود
دھڑکنے لگا تاہم عقل سلیم اسکو قبول نہیں کرتی تھی کہ یوہاور کا خیال صحیح ہوگا۔ آخرش اسی
سوچ میں دوڑکر باغ چلی گئی اور سیدھی اس کے اُس گوشہ کی طرف جہاں کہ ایک
حوض صمصندر کے پانی سے لبریز تھا جا پہونچی۔ اُس کے کنارے پر بیٹھ گئی اس
لئیے کہ میں جانتی تھی کہ وہاں اُسوقت کوئی نہیں آئیگا اور ایک بربط جو اپنے
ساتھ لے گئی تھی بجانا شروع کیا بہت جلد اُسے زانو پر رکھکر پھر اپنے خیالات
میں غرق ہوگئی۔ بہت غور و خوض کے بعد مجھکو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا
کہ واقعی نافذ بے مجھ پر بہت زیادہ مہربان تھے اور ممکن ہے کہ کسی اجنبی شخص کو
اُن کا برتاؤ مہربانی اور عنایت کی حد سے گذرا ہوا معلوم ہو۔ خصوصیت کے ساتھ
وہ ہمیشہ میرے پرسان حال رہا کرتے تھے لیکن جو ہیں مجھے اُن کا دردمندانہ التفات
اُن کی پاسداری اور ہمدردانہ دلسوزی اور اسی قسم کی اور دل خوش کن باتیں یاد آئیں
جن کے بارے میں ہمیشہ دبی رہتی تھی تو مجھے یکایک محسوس ہونے لگا کہ میرے

رخسار سرخ ہو چلے ہیں اور وہ اس وجہ سے کہ مجھکو بھی اُسوقت نافذ بے کا انداز اُسی طرح کا معلوم ہونے لگا جیسا کہ یہ باور کا خیال تھا۔ ابتک تو میں اُن کے اس حسن اخلاق کو خوشی کی نظر سے دیکھتی تھی اور وہ مجھے نہایت پسند یدہ معلوم ہوتا تھا لیکن اسوقت مجھکو مجبوراً ماننا پڑا کہ نافذ بے کا برتاؤ محض عنایت ہی کا نتیجہ نہ تھا گو ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اگر انہیں کبھی کا خیال میری نسبت ہو بھی تو وہ محض چند روزہ اور مثل حباب ہوگا۔ اُنکا مجھے چاہنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا اور اس کا میں نے منصفانہ طور پر دل میں اقرار بھی کیا۔ اسی محویت کے عالم میں میرا ہاتھ لٹکتا ہوا باجے کے تاروں پر پہونچ گیا تھا حالانکہ میں واقعی اُسکو بجا رہی تھی کہ یکایک میرے پیچھے باغ کا دروازہ کھلا اور نافذ بے آموجود ہوئے۔ مجھے دیکھکر مسکرائے اور ظاہرا میری گھبراہٹ محسوس نکر کے جو کہ اُنکے اچانک آجانے سے مجھے ہوئی تھی حوض کے کنارے بیٹھ گئے اور گھاس پر لیٹ کر اور کہنی حوض کے کنارے ٹیک کر مجھسے پوچھنے لگے:۔

" ہاجرہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ باجا بجا رہی ہو؟ خیر استری کرنے سے تو یہ بدرجہا بہتر ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے اپنے آپ کو تھکایا نہیں اور کام چھوڑ کر یہاں چلی آئیں "

میں۔ (دھیمی آواز سے) ۔ لیکن سب کام ختم کر کے میں یہاں آئی ہوں۔

آج پہلی مرتبہ جب سے کہ مجھسے نافذ بے سے ملاقات ہوئی تھی اُنکے ساتھ تنہا رہنے میں مجھکو عار اور شرم معلوم ہونے لگی۔ مگر اُنکے دل میں بظاہر اس قسم کا خیال نہ تھا اُن کے قریب ہی گل ریحان کھلا ہوا تھا ہاتھ بڑھا کر ایک پھول توڑ لیا اور اُس سے کھیلنا شروع کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کا وہاں سے جانے کا ارادہ نہ تھا۔ پھر نہایت دردمندی سے کہنے لگے:۔

"میری مسکین ہاجرہ مجھے تمہارا کام کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ تم لونڈی نہیں ہو کہ تم سے لونڈی کا کام لیا جائے۔ اگر یہی حالت رہی تو میں والدہ سے اس کا ذکر کروں گا۔"

میں۔ (نہایت ذوق سے) آپکی بڑی عنایت ہو جو آپ اس کا ذکر نہ کریں۔ مجھکو کام سے ازحد محبت ہے۔ آپ شاید نہیں جانتے کہ میں کس قدر آپکی والدہ کی ممنون احسان ہوں اور جب کبھی اُنکو خوش کرنے کا مجھے موقع ملتا ہے تو کیسی خوشی مجھے ہوتی ہے۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا تو کبھی کام کرنا میرے لئے آپ بُرا نہ سمجھتے۔

نافذ بے۔ (ہنسکر) اچھا اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں اس کا ذکر نہ کروں گا لیکن تم بھی اس کے عوض مجھسے وعدہ کرو کہ اپنی طاقت برداشت سے زیادہ محنت نہ کروگی میری ہاجرہ میں تو سمجھتا ہوں کہ تم محنت کے قابل بالکل نہیں ہو۔

میں (زور دیکر) کیوں نہیں؟ (اور پھر اپنے ہاتھوں کی طرف کسی قدر بے قدری کے ساتھ دیکھکر) میں دبلی اور زرد ضرور ہو رہی ہوں لیکن یقین کیجئے کہ خوب مضبوط ہوں اس سے بڑھکر اس کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آجتک میں کبھی بیمار نہیں ہوئی۔

نافذ بے نے کچھ جواب نہ دیا لیکن وہ خوشبودار پھول میری ناک کے پاس لاکر پوچھا "دیکھو کیسی پیاری خوشبو ہے؟ تمہیں معلوم ہے کہ اس پھول سے کیا مراد ہے؟"

میں۔ میں نہیں جانتی۔ آپ ہی فرمائیں۔

نافذ بے۔ افسوس مجھے بھی نہیں معلوم۔ میں اس علم سے اچھی طرح واقف نہیں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہر پھول کسی خاص معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن تمکو تو واقف ہونا چاہیئے اسلئے کہ میرا خیال ہے کہ ہر ترک لڑکی اسے ابتدا ہی میں سیکھتی ہے

میں (کسی قدر شرما کر اس لئے کہ ہماری گفتگو اب دائرہ تہذیب سے باہر ہو چلی تھی) میں نے نہیں سیکھا۔

ناقذ بلے - نہیں! تو پھر جب تمہارا کوئی عاشق پیدا ہوگا تو اُس سے کس طرح بات چیت کرو گی؟ آؤ ہم دونوں ایک ساتھ اس کا سبق لیں ممکن ہے کہ کبھی اسکی ضرورت ہو - (اور فوراً ایک گلاب توڑ کر) بتاؤ اس سے کیا مراد ہے؟

میں نے جواب نہیں دیا گو اس مرتبہ اس کے معنی جانتی تھی -

ناقذ بلے (شرارت سے) اس کو تو تم ضرور جانتی ہو گی ہے نا؟

میں - (کسی قدر چیں بہ جبیں ہو کر) جی ہاں - لیکن کوئی وجہ نہیں کہ میں آپ سے کہوں -

ناقذ بلے (خوش ہو کر اور ہنس کر) - اچھا سنو گلاب سے یہ مراد ہے کہ "اگر تمہیں مجھے محبت نہیں ہے تو خیر مجھے دیکھکر مسکرا ہی دیا کرو" میرا تو ارادہ ہے کہ گلاب کسی کے پاس نہ پہنچون گا - لو اب یہ بتاؤ کہ گلاب کی پتی کیا کہتی ہے؟ یہ بتاتی ہے کہ "یا تو مجھے محبت کرو ورنہ مجھے منہ نہ لگاؤ - کیوں یہ بہتر ہے کہ نہیں؟ (جواب نہ پا کر) تم کو ان دونوں میں کون پسند ہے؟

میں (غصہ سے کھڑی ہو کر) مجھے نہیں معلوم - آپ میرے ساتھ ایسی گفتگو نہ کریں -

ناقذ بلے - (مسکرا کر) کیوں؟ (میں باجا اور گیت کی کتاب اُٹھانے لگی) جاؤ نہیں - دیکھو تو کیسے آرام سے بیٹھے ہیں - اچھا اور نہیں چھیڑوں گا - تم بڑی اچھی لڑکی ہو - ابھی کہانے کا وقت بھی نہیں ہے - لو اب بیٹھ جاؤ - یہ کہکر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھا دیا - پھر گیت کی کتاب میرے ہاتھ سے لے کر اُس گیت کو دیکھنے لگے جو کہ میں سیکھ رہی تھی -

ناقذ بلے - تمہیں یہ گیت ابھی آیا یا نہیں؟

میں (چار ناچار) جی ابھی میں اسے سیکھ رہی ہوں -

میں اُسوقت یہ سوچنے لگی کہ اگر نو بادر اس وقت آ گئی تو مجھے اس حالت میں دیکھکر کیا خیال کرے گی - دل ہی دل میں دعا کی کہ خدایا وہ نہ آئے اس لئے کہ ناقذ بلے چھیڑا

اختیار نہ تھا اور اُن کا حکم نہ ماننا خلافِ ادب ہوتا۔

نافذبے - لاؤ میں تمہیں سکھا دوں۔ اسے بجا کر مجھے سناؤ۔ دیکھوں کیسا بجاتی ہو؟

میں نے تعمیل ارشاد کی اور باجا اُٹھایا لیکن شروع ہی کیا تھا کہ ایک تار ٹوٹ گیا۔ اور تار میرے پاس تھے اِس لئے نافذبے میرے ہاتھ سے باجا لیکر درست کرنے لگے تھوڑی دیر بعد نظر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا :-

"عشق و محبت کی گفتگو کرنے سے تو تم کو انکار ہے لیکن اس قسم کے گیت گانے میں عذر نہیں - ایک سے شرماتی ہو اور دوسرے سے نہیں - اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟"

میں (آہستہ سے) دونوں میں بڑا فرق ہے - لیکن اسی قدر کہنے پائی تھی کہ اُنھوں نے لقمہ دیا -

"مگر ایسا کیوں ہو؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گلاب کے مرادی معنی بیان کرنے یا مجھکو یہ گا کر سنانے میں (جیسا کہ ابھی تم گاؤ گی) کہ "وہ اپنے عاشق کے ہجر میں جو تمکو غم والم ہے اُس کے اظہار کے لئے اپنے دُرِ اشک اُسے بطور تحفہ بھیج رہی ہو" کیا فرق ہے؟"

میں (مسکرا کر) تب میں اسے ہرگز نہ گاؤنگی - مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کے نزدیک یہ بیجا ہے تو آپ مجھے اُس کے گانے پر مجبور نہ کرینگے -

نافذبے (سر ہلا کر) - نہیں نہیں - یہ میرے لئے سخت سزا ہوگی - میں نے یہ کب کہا کہ بیجا ہے؟ - لو تمہارا باجا ٹھیک ہو گیا لیکن اس کا سُر تم آپ درست کرو - میری عادت ہے کہ دوسرے کا ٹھیک کیا ہوا باجا میں نہیں بجا سکتا -

میں نے باجا لے لیا اور نافذبے جھک کر میرے پاس کھڑے ہو گئے - میری اُسوقت عجیب حالت تھی - نافذبے کچھ ایسی میٹھی اور پیار کی نگاہ سے مجھے دیکھ رہے تھے کہ میں آنکھ اوپر نہیں اُٹھا سکتی تھی اور برابر کتاب پر نظر کئے رہی - میرا دل بطور خود دھڑک رہا تھا اور شرم

کے اُس کے چہرے کا رنگ کبھی سرخ کبھی زرد ہو جاتا تھا - ابھی باجا ٹھیک نہیں کرنے پائی تھی کہ پھر باغ کا دروازہ کھلا اور ہم دونوں نے دیکھا کہ ادہم بے آ رہے ہیں میں تعظیماً کھڑی تو ہو گئی لیکن طبیعت میں ایک تازہ گھبراہٹ لیکر اس لئے کہ میں جانتی تھی کہ ابتک میرے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور ابھی چھپتے دن کی اتنی روشنی باقی تھی کہ ادہم بے اُسے اچھی طرح دیکھہ سکتے تھے -

ادہم بے - (کسی قدر ترش رو ہو کر) نافذ اگر تم مکان میں رہا کرو تو بہتر ہو - ابا جان باہر گئے ہیں اور یوسف پاشا آکر قریب ایک گھنٹہ سے اُن کی واپسی کے منتظر رہے - اسلئے مجبور اً مجھے اُنکے پاس جاکر بیٹھنا پڑا حالانکہ میرے پاس کام بہت زیادہ ہے - جہاں تمہاری ضرورت ہو اگر وہاں تم رہا کرو تو میرا اسقدر ہرج نہوا کرے - آج ہی اگر تم مکان میں ہوتے تو تم کو یوسف پاشا کے پاس چھوڑ کر میں چلا آیا ہوتا -

نافذ بے - (خوش طبعی سے) یوسف پاشا کی گفتگو میں مطلق دلچسپی نہیں اور اُنکی صحبت نہایت پھیکی ہوتی ہے لیکن اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ خالی نہ تھے تو میں ضرور اُنکے پاس جا بیٹھتا سچ پوچھئے تو میں محض اُنسے بچنے کی غرض سے یہاں چلا آیا - مجھے اُنکی طول کلامی سے سخت نفرت ہے اور اُسے برداشت نہیں کرسکتا اور آپ میں مجھسے کہیں زیادہ تحمل ہے -

ادہم بے - بلکہ یوں کہو کہ مجھہ میں تم سے خود غرضی کم ہے تم ضرور جانتے تھے کہ میں خالی نہ تھا اگر وہاں چلے جاتے تو ایسی زیادہ تکلیف تمہیں نہ ہوتی - میں دیکھتا ہوں کہ یہاں بھی کچھ اس سے بہتر کام میں مصروف نہیں ہو -

ہم دونوں نے نہایت متعجب ہو کر ادہم بے کیطرف دیکھا اس لئے کہ غصہ ہونے کی انہیں کبھی عادت ہی نہ تھی

نافذ بے (ہنس کر) اس میں تو مجھے کلام ہے اسلئے کہ اگر یوسف پاشا کی گفتگو کا میرے مزاج پر بھی ایسا ہی اثر ہوا ہوتا جیسا کہ آپ پر تو میں نے واقعی بہت اچھا کیا کہ یہاں بھاگ آیا -

ادہم صاحب نے جواب نہ دیا اور خاموش مکان کی طرف روانہ ہوئے - نافذ بیگ کے چہرے سے بھی کچھ آزردگی کے آثار نمایاں ہونے لگے لیکن بہت تھوڑی دیر کے لئے - اس کے بعد میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آپ بھی اُسی طرف چلے -

نافذ بیگ ٹھہر گئے اور ایک سرو کے درخت سے لگ کر "میرے خیال میں ہمیں بھی اب گھر چلنا چاہیئے -"

میں نے نہایت اشتیاق سے رضامندی ظاہر کی اس لئے کہ جس وقت سے ادہم بیگ آئے تھے عجیب عجیب قسم کی فکریں مجھے ستا رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے - نافذ بیگ وہیں کھڑے رہے اور سمندر کی طرف دیکھا کئے - سامنے ساحل پر آفتاب نہایت آہستہ آہستہ پہاڑیوں کے پیچھے غروب ہو رہا تھا اور اُسکی اخیر شعاعیں نہایت خوبصورتی سے اُن نیلے پھولوں پر پڑ رہی تھیں جو کہ برآمدہ میں رکھے ہوئے تھے -

ابھی ایک دم میں بالکل اندھیرا ہو جائیگا اور اشارتاً نافذ بیگ سے میں نے کہا بھی لیکن اُنھوں نے کچھ توجہ نہ کی اور کہا "ہمکو کوئی کام تو ہے نہیں پھر جانے کی کیا جلدی ہے ؟"

اور دو چار قدم آگے بڑھ کر اُس نیچی چہار دیواری سے لگ کر کھڑے ہو گئے جو کہ گھاٹ اور باغ کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی - اس چہار دیواری پر چنبیلی لگی ہوئی تھی اور اُس پر چنبیلی پھیلی ہوئی تھی اب تک میرا ایک ہاتھ اُن کے ہاتھ میں تھا - دوسرے ہاتھ سے چنبیلی کی شاخیں اُنھوں نے سامنے سے ہٹا دیں اور مجھے نہایت نرمی سے اپنی طرف کھینچ کر کہا "آؤ سمندر کا تماشہ دیکھیں"

میں ادب سے اُنکے پاس کھڑی ہو گئی گو دل سے چاہتی تھی کہ گھر چلنا چاہیئے لیکن نافذ بیگ کا قرب، شام کا سہانا وقت، چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو، ان سب کا وہ جادو بھرا مجموعہ تھا جسکے اثر سے میں خاموش رہی اور اسی محویت میں زبان نہ کھول سکی -

نافذ بے (تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد) - ابا جان آ رہے ہیں۔
میں نے گردن بڑھا کر دیکھا تو نصر اللہ پاشا کی کشتی بڑی تیزی کے ساتھ سامنے سے گذری
ہیں۔ کیا آپ ان سے ملنے نہیں جائیں گے؟
نافذ بے (مسکرا کر) - تمہاری یہ دلی تمنا معلوم ہوتی ہے کہ میں کسی طرح چلا جاؤں - نہیں!
میں نہیں جاؤں گا اور کیوں جاؤں؟
چونکہ میں نے نافذ بے کے قبضہ سے نکلنے کی یہی ترکیب سوچی تھی اسلئے اُنکے سوال کا جواب
دینے کیلئے تیار نہ تھی - واقعی کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ جا کر اپنے والد سے ملتے ہاں میری دلی خواہش
یہ ضرور تھی کہ اُنکو کوئی وجہ جانے کی مل جائے تو کیسا اچھا ہو۔
نافذ بے - ہاجرہ! خیر تو ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟
میں - (متعجب ہو کر) - بے آفندی میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔
نافذ بے - تم سے کسی نے کچھ کہا تو نہیں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ میرے ساتھ تنہا
رہنے میں تم اسقدر جھجکتی ہو؟ پہلے تو یہ بات نہ تھی؟
میں خاموش رہی لیکن غایت شرم سے پھر میرے چہرے کا رنگ بدلنے لگا اور میں دعا
مانگنے لگی کہ اتنا اندھیرا ہو جائے کہ نافذ بے اسے معلوم نکر سکیں۔
نافذ بے (میری طرف جھک کر اور غور سے میری آنکھوں کو دیکھکر) - کیوں؟ میں نے
سچ کہا تھا نا کہ کسی نے کچھ کہا ہے؟ لو اب بتاؤ تم نے کیا سُنا؟
یہ سوال نافذ بے نے کسی قدر اصرار سے بلکہ ذرا کشیدہ ہو کر کیا تھا لیکن میں نے جواب نہیں دیا۔
بھلا میں کس طرح لوہادر اور اُسکی بے سر و پا بدگمانیوں کا ذکر کر سکتی تھی؟ نہیں! لیکن کیا
لوہادر کی بدگمانیاں بیجا اور بے اصل تھیں؟ میں اب تک یہی چاہتی تھی کہ ایسی ہی ہوں لیکن ساتھ
ہی یہ بھی اقرار کرنا پڑتا تھا کہ جو کوئی اُسوقت نافذ بے اور مجھکو دیکھتا تو ضرور لوہادر سے اتفاق

کرتا۔ جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن ناکامیاب رہی اس لئے کہ نافذ بے اب تک اسے زور سے پکڑے ہوئے تھے۔

میں۔ (از خود رفتہ ہوکر) بے آفندی میرا ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ مجھکو اب جانا چاہئے خانم آفندی پوچھتی ہونگی

نافذ بے (لا پروائی سے)۔ پوچھنے دو۔ پہلے میرے سوال کا جواب دے لو۔ بوبا ور نے تم سے کیا کہا؟۔

میں دل میں نہایت خوش ہوئی کہ اس صورت میں نافذ بے نے سوال کیا اور بلا سوچے فوراً جواب دے دیا۔

"کچھہ نہیں۔ وہ بیچاری کیا کہیگی؟"

نافذ بے (کسی قدر تلخی سے) بیچاری کیوں؟ کیا کچھہ اچھی نہیں ہے؟

مجھسے اس کا کچھہ جواب بن نہ آیا اور اپنی سراسیمگی چھپانے کے لئے دل سے چاہنے لگی کہ

ع۔ زمین کاش شق ہو سما جاؤں میں۔

لیکن خیریت ہوئی کہ نافذ بے نے وہ سوال دوہرایا نہیں جب میں نے ایک لحظہ خاموش رہنے کے بعد پھر اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے جنبش کی تو کہنے لگے۔

"اگر واقعی تم جانا چاہتی ہو تو بہتر ہے کہ ابھی جاؤ"

لیکن میرا ہاتھ پھر بھی نہ چھوڑا۔

میں (بے بس ہوکر اور نافذ بے کی طرف دیکھکر) مگر آپ جانے نہ دیں تو میں کسطرح جا سکتی ہوں۔ ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور میں اسی فکر میں تھی کہ اسکا کیا جواب ملیگا کہ نافذ بے نے جھک کر ایکبارگی میرے لبوں کا بوسہ لیا ساتھہ ہی ادھم بے کی آواز سنائی دی کہ نافذ بے کو پکار رہے ہیں۔ پھر کر جو دیکھتی ہوں ادھم بے ٹھیک ہمارے مقابل اُس زینہ پر کھڑے ہیں جس سے کہ مکان میں داخل ہوتے ہیں۔

ادہم بے (تیزی سے)۔ ابا جان آ گئے ہیں۔ آج تمہارا ارادہ کھانا کھانیکا ہے یا نہیں؟ تم جانتے ہو اُن کو انتظار کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔

جیسے ہی نافذ بے ادہم بے کی طرف چلے میں نے چہار دیواری پر جھک کر اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ کاٹو تو مارے شرم کے بدن میں خون نہیں اور رہ رہ کر یہی خیال پیدا ہوتا تھا کہ نافذ بے نے ایسا کیوں کیا اور کس طرح اُنکو یہ ہمت ہوئی۔ میں لونڈی نہ تھی اور اگر میں نے ہی شروع سے اُنکو اتنا دلیر نہ کیا ہوتا تو اُنکی کیا مجال تھی کہ ایسی جرأت کرتے لیکن پھر دوبارہ جو میں نے اپنے برتاؤ اور چال چلن پر نظر ڈالی تو کوئی بات قابل اعتراض نہ پائی اور نہ میں نے کنوارے پن کے حجاب و شرم و حیا کے خلاف ایسی کوئی بات کی تھی۔ میرا اگر قصور تھا تو صرف اسی قدر کہ نافذ بے کے ساتھ باغ میں تنہا تھی لیکن اس میں بھی میں مجبور تھی اس لئے کہ پاس ادب مجھے وہاں سے آنے نہیں دیتا تھا۔ غرض کہ اس سب اُدھیڑ بن کے بعد میں نے دل ہی دل میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ نافذ بے سے صرف اُنکی والدہ کے سامنے ملوں گی اور کسی حالت میں نہیں تاکہ جو اختیار اُن کو مجھ پر بحیثیت میرے آقا کے لڑکے ہونے کے تھا اُس کا نامناسب استعمال وہ نہ کر سکیں اور نہ اُس سے کوئی بیجا فائدہ اُٹھا سکیں۔ چنانچہ اُس روز میں نشست کے کمرے میں بہت سویرے پہونچی اور نصر اللہ پاشا اور اُنکے بیٹوں کے حرم سرا میں آنے کے پہلے ہی خانم آفندی کے بالکل نزدیک جا کر پناہ لی۔ ولیہ خانم اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کے لئے کپڑے سی رہی تھیں مجھ سے بھی ہاتھ لگانے کو کہا۔ میں اُن کے پاس جا بیٹھی اور سینے لگی لیکن دل ہی دل میں کھٹ رہی تھی کہ اگر نافذ بے آئے تو اُن سے کس طرح آنکھیں چار کرونگی۔ ایک لحظہ بعد باتوں کی آواز برآمدہ سے آنے لگی۔

وحیدہ خانم (ریشم سلجھاتے سلجھاتے نظر اُٹھا کر) معلوم ہوتا ہے ابا جان کھانا کھا چکے

اب سب جلدی سے آجائیں تو کیسا اچھا ہو۔ میں آبی (ترکوں میں گھر کے بڑے لڑکے کو اُسکے چھوٹے بھائی بہن اسی نام سے پکارتے ہیں) سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ چوڑت کو کون سے مدرسہ میں بھیجنا چاہیئے۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ اگر وہ کسی طرح اباجان کو راضی کر کے اُسے پیرس بھجوا سکیں تو بہت اچھا ہو۔

خانم افندی ۔ مجھے یہ بات پسند نہیں۔ میرے نزدیک تو اتنی چھوٹی عمر کے بچوں کو غیر اسلامی ملکوں میں ہرگز نہ بھیجنا چاہیئے۔ اس لیئے کہ اپنے مذہب سے بالکل بے بہرہ رہتے ہیں۔ اگر ادہم کی رائے ہو کہ تمہارا بیٹا یہیں رہے تو تم انکار نہ کرنا۔

میں نے وحیدہ خانم کا جواب نہ سنا اس لیئے کہ میں اُس وقت کان کھڑے کیئے اپنی قوت سامعہ اس امر کے دریافت کرنے میں صرف کر رہی تھی کہ دروازہ کی طرف جو کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوتی تھی وہ کون تھا لیکن بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ وحیدہ خانم نے خانم آفندی کی رائے سے اتفاق کیا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور نصر اللہ پاشا اور وحیدہ خانم کے شوہر علی بے داخل ہوئے اور کسی قدر متعجب ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔

نصر اللہ پاشا ۔ ایں! ادھم اور نافذ کہاں ہیں؟ ہمارے پاس سے آئے ہوئے اُنھیں کم از کم پندرہ منٹ ہوئے ہونگے۔

ولیہ خانم (خسر کے ہاتھ کو بوسہ دیکر اور اپنا رخسار بوسہ کے لیئے اُنکی طرف کر کے) ابھی تک یہاں نہیں آئے۔ معلوم نہیں اس وقت کہاں گیے ہیں بغیر اُن دونوں کے شام کا وقت کیسا بے لطف گزرتا ہے۔

علی بے (ہنس کر) کیا حسن اخلاق ہے! اور۔ لو ادہم بے آگیے۔ ارے میاں جلد آؤ۔ تمہاری بی بی ابھی شکایت کر رہی تھیں کہ جب تک تم نہ رہو ہم لوگوں میں اُن کا دل ہی نہیں بہلتا۔

میں نے ادہم بے کی طرف کسی قدر شرما کر دیکھا اس لئے کہ مجھکو ابھی تک ٹھیک معلوم نہ تھا کہ انہوں نے مجھے اور نافذ بے کو برآمدہ سے دیکھا تھا یا نہیں۔ لیکن اگر واقعی انہوں نے دیکھا بھی ہو تو بھی اسوقت انکو اس کا مطلق خیال نہ تھا اس لئے کہ جب میں تعظیماً انکو دیکھکر کھڑی ہوئی تو انہوں نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا اور مجھے بیٹھنے پر مجبور کیا۔

ادہم بے (علی بے سے مسکرا کر)۔ بھائی تم غلطی پر ہو۔ میری حاضری یا غیر حاضری کا یہاں مطلق خیال نہیں کیا جاتا ہے۔ خانم نے جو کچھ کہا ہوگا وہ نافذ بے کے دیر کرنے کی وجہ سے کہا ہوگا۔ سوا سے نافذ بے کے اور کسی کے ساتھ انکی طبیعت نہیں لگتی۔

ولیہ خانم۔ (شرما کر اور ہنس کر) آپ اس بات کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ آپ کی غیر حاضری بھی لوگ محسوس کریں۔ نافذ بے جب تک ہمارے پاس رہتے ہیں سب کو اپنی باتوں سے خوش رکھتے ہیں اور بہلائے رہتے ہیں۔

ادہم بے (ہنس کر) مجھے بڑی خوشی ہے کہ نافذ میں یہ صفت ہے ورنہ مجھسے تو کچھ بھی ممکن نہ تھا۔ اس امر میں تو کسی طرح میں انکی برابری نہیں کر سکتا۔

ولیہ خانم نے کچھ جواب نہ دیا اس لئے کہ وہ اپنے شوہر سے ہمیشہ ذرا شرماتی تھیں۔ دوسری باتیں چھیڑ دی گئیں لیکن میں ان میں شریک نہ ہوئی اس لئے کہ میرا دھیان تو نافذ بے کی آمد آمد کی طرف تھا۔ لیکن جب وہ آئے تو انکے چہرے سے اسقدر فکر ظاہر ہوتی تھی اور ایسے غور و خوض میں غرق معلوم ہوتے تھے کہ مجھے یہ عجیب حالت دیکھکر اپنی عادت کے موافق شرمانا بھی یاد نہ رہا جس سے کہ ہمیشہ نافذ بے کو دیکھکر میرے رخسار گلابی ہو جایا کرتے تھے۔ وہ سیدھے اپنی والدہ کی طرف گئے اور انکے رخسار کو بوسہ دیکر چپ چاپ والد کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

نافذ بے (اخباروں پر ہاتھ رکھکر)۔ جناب انہیں پڑھ چکے ہیں یا میں پڑھکر سنا دوں؟

نصر اللہ پاشا نے سب کی طرف متحیر ہو کر دیکھا اس لئے کہ نافذ بے کے منہ سے اس قسم کی باتیں بالکل غیر معمولی تھیں۔ اور مسکرا کر جواب دیا :۔

"تمہاری عنایت لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔ لڑکیوں کے پاس جاؤ وہ تمہارے لئے جان دے رہی ہیں"

نافذ بے نے ہماری طرف دیکھا اور بیٹھ گئے اُنکے چہرے سے سخت پریشانی عیاں تھی اور مجھسے آنکھ چراتے معلوم ہوتے تھے۔

نافذ بے (جبراً ہنس کر)۔ آفندیم! (ترکوں کے ہاں بڑے خاندانوں میں بیٹا باپ کو اسی طرح خطاب کرتا ہے) آج میرا دل چاہتا ہے کہ مستقل مزاجی اور سنجیدگی سے کام لوں۔ جناب ایسی کوئی بات نہ فرمائیں کہ مجھے اپنے اس ارادے میں ناکامیابی ہو۔ کیا معلوم یہ حالت کتنی دیر رہے۔ کل آپ کسی حساب کتاب کے جانچنے کا ذکر فرما رہے تھے۔ اجازت ہو تو میں جانچ دوں۔

نصر اللہ پاشا۔ جب تم اسی پر تُلے ہوئے ہو کہ آج تمہاری پوری توجہ میری ہی طرف رہے تو بہتر۔ جاؤ کتابیں لے آؤ۔ میرے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں ہیں۔

نافذ بے کتابیں لے آئے اور دل لگا کر کام کرنے لگے۔ پھر اُسکو ختم کر کے کھڑے ہو گئے اور گھڑی کی طرف دیکھکر کہا :۔

"دس بج گئے۔ اب جا کر میں تھوڑی دیر سونے کے وقت تک گھاٹ کنارے ٹہلونگا"

پھر والدین کو سلام کیا اور ماں کو بوسہ دیکر اور ہماری طرف سلام کا اشارہ کر کے باہر چلے گئے۔

ولیہ خانم۔ آج نافذ کو کیا ہو گیا ہے؟ کس بات پر منہ پھلائے ہوئے ہیں؟

چونکہ نصر اللہ پاشا کی طرف دیکھکر ولیہ خانم نے یہ سوال کیا تھا اسلئے نصر اللہ پاشا نے اور سے ہلا کر کہا :۔

"مجھے مطلق علم نہیں - یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ نافذ بے نے جو عقل و سنجیدگی آج خرچ کی اُسکا باعث میں ہوں - تم نے دیکھا کہ کس قدر محبت سے اُس نے مجھ سے باتیں کیں اس لئے اگر اُسکا چور کہیں ہے تو تم میں ہے آپس میں تلاش کرو"

ولیہ خانم (ہنس کر) میں تو کسی طرح ہوں نہیں - اِس لئے کہ نافذ بے کی مجھے اسقدر ضرورت رہتی ہے کہ اُن سے رنجیدہ ہونے یا اُنہیں رنجیدہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں گزرتا -

علی بے (مسکرا کر) - نافذ بے بھی عجیب خوش قسمت شخص ہیں - کاش کہ میری بھی لوگوں کو ایسے ہی ضرورت ہوتی !

اب میں بھی جانے کے لئے اُٹھی اس لئے کہ دن بھر کے کام کے بعد بہت تھک گئی تھی اور سونے کے پہلے ایک گھنٹہ چپ چاپ اپنے کمرے میں بیٹھنے کو بھی جی چاہتا تھا - نصر الدین پاشا سے رخصت ہونے کو گئی اور اُن کے کوٹ کے کنارے کو بوسہ دیا - اُنہوں نے نہایت محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر کہا :-

"بیٹی تم نے کیسی اچھی رنگت پائی ہے - گلاب کی طرح سرخ ہو رہی ہو"

میں اور بھی زیادہ شرما گئی اور اِس خیال سے کہ میری گھبراہٹ اُن پر ظاہر نہ ہو مُنہ پھیر لیا اُسی وقت میری اور ادہم بے کی آنکھیں چار ہو گئیں - اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ وہ بڑے غور سے میری طرف دیکھ رہے تھے لیکن کچھ بولے نہیں اور میں اسی کشش و پنچ میں وہاں سے رخصت ہوئی -

باب سوم

دوسرے روز شام کو نافذ بے حرم سرا میں مطلق نہ آئے - علی بے سے معلوم ہوا کہ شہر میں

کہیں اُنکی دعوت تھی - کچھہ دن بعد نافذ بے روز شام کو باہر رہنے لگے اور اگر مکان پر کھانا کھاتے بھی تھے تو فوراً اُس کے بعد پھر اپنے چلے جاتے تھے اور دن کے وقت عموماً سر عسکریت میں رہا کرتے تھے - یہ دیکھکر اُن کی بہنوں کو سخت رنج ہوتا تھا - ولیہ خانم ہنسی ہنسی میں شکایت بھی کرتی تھیں کہ اناطولیہ کے میں سخت خلاف ہوں اس لئے کہ وہاں رہنے کی وجہ سے نافذ بے میں بجائے خوش طبعی اور مذاق کے میرے شوہر کی طرح مدبرانہ سنجیدگی اور مستقل مزاجی آگئی ہے - اور حمیدہ خانم روز خود نافذ بے کی خوشامد کیا کرتی تھیں کہ گھر میں رہیں لیکن بیکار - تھوڑے دن تک یہی حالت رہی یہانتک کہ اب عجیب عجیب باتیں نافذ بے کے متعلق مشہور ہونے لگیں نتیجہ سے معلوم ہوا کہ ایک روز ادہم بے اپنی والدہ سے کہہ رہے تھے کہ نافذ بے کی صحبت آج کل ایسی خراب ہو گئی ہے کہ اُس سے اُنہیں سخت نقصان پہونچیگا - پھر کچھہ روز بعد سنا کہ نافذ بے نے قمار بازی شروع کر دی تھی اور بہت مقروض ہو گئے تھے - یہ خبر مجھے شائستہ سے ملی تھی اور اُس نے ادہم بے اور علی بے کو اس کی نسبت گفتگو کرتے سنا تھا - مجھکو اس قسم کی باتیں سُن سُن کر سخت افسوس ہوتا تھا اور یہی فکر رہتی تھی کہ کہیں نصر اللہ پاشا کو یہ حال معلوم ہو گیا تو کیسی ہوگی - ایک روز سہ پہر کے وقت میں کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ نصر اللہ پاشا کی کشتی دکھلائی دی - مریم نے جو کہ میرے پاس کھڑی تھی گردن بڑہا کر دیکھا اور کہا :-

"کیا نافذ بے آ رہے ہیں ؟ پاشا صاحب نے حکم دیا ہے کہ آتے ہی اُنکو میرے پاس بھیج دو - معلوم نہیں کیا کہیں گے "

میں - پاشا صاحب کہاں ہیں ؟

مریم - ملاقات کے کمرے میں - بلایا ہے نافذ بے کے بلانے کو کہا تھا -

اُس روز اور کوئی کیفیت نافذ بے کی نسبت معلوم نہ ہوئی اس لئے کہ اُن میں اور اُن کے

والدہ میں جو گفتگو ہوئی اُسکا حرم سرا میں کسی کو علم نہ تھا - لیکن شام کے وقت ادہم بے روز کی بہ نسبت زیادہ سست معلوم ہوتے تھے اور بجائے کچھ لکھنے کے جیسا کہ معمول تھا کھڑکی کے قریب کتاب لے کر بیٹھ گئے حالانکہ روشنی سے اس قدر فاصلہ تھا کہ پڑھنا بالکل ناممکن تھا - نصر اللہ پاشا بھی نہایت خاموش تھے اور اخبار بینی میں اسقدر غرق رہے کہ ہم لوگوں کی طرف مطلق التفات نہ کیا - انہیں دونوں پر کچھ منحصر نہیں اُس روز سب کے سب خاموش اور پریشاں معلوم ہوتے تھے حتیٰ کہ ولیہ خانم کی بھی یہی حالت تھی اور بجائے اس کے کہ روز کی طرح بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہوں لاپروائی سے محض وقت کاٹنے کی غرض سے ستار ٹنٹناتی رہیں - ہاں صرف خانم آفندی جیسا کہ ہر شب کو اُن کا قاعدہ تھا اپنے ہی خاص کوچ پر رونق افروز تھیں اس کوچ پر بڑے بیش بہا سمور کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے جنکی وجہ سے وہ تخت کی طرح شاندار معلوم ہوتا تھا - خانم کی نگاہ زمین پر جمی ہوئی تھی ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے میں سلگا ہوا سگرٹ تھا میں انہیں کے قریب لمپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ایک پلنگ پوش پر سنہرے گل بوٹے کاڑھ رہی تھی جسے وہ اپنی بیٹی کے لئے بھیجنا چاہتی تھیں - اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ وہ ادہم بے کی طرف نہایت متفکر ہو کر دیکھ رہی ہیں - میں نے جو اُدہر نگاہ کی تو معلوم کیا کہ ادہم بے کی نظر مجھ پر تھی اور نہایت دردمندانہ طریقہ سے مجھے دیکھ رہے تھے میں ابھی اسپر غور کرنے نہیں پائی تھی کہ ہال سے قہقہہ کی آواز آئی اور ذرا دیر کے بعد نادر بے مسکراتے ہوئے اندر آئے - حسب معمول اپنی والدہ کے رخسار اور ہاتھ کو بوسہ دیکر باپ کے قریب بیٹھ گئے اور اخبار پڑھنے لگے - لیکن دو چار منٹ کے بعد نصر اللہ پاشا سے نہایت متعجب ہو کر یوں ہمکلام ہوئے :-

" میری فوج کے چند افسر دشمن کی فوج کے معائنہ کے لئے بہت جلد بھیجے جانیوالے

ہیں حالانکہ اناطولیہ سے آئے ہوئے انہیں صرف پانچ مہینے ہوئے ہیں انصاف تو یہ چاہتا ہے کہ ان بیچاروں کو ابھی تھوڑے دن اور یہاں رہنے دیا ہوتا -

نصراللہ پاشا - (نافذ بے کی طرف کسی قدر سرد مہری سے دیکھ کر) - لیکن تمہیں کس بات کا خوف ہے؟ تم تو اسٹاف میں ہو اس لئے تمہیں کوئی نہیں بھیج سکتا -

نافذ بے (آہستہ سے) - بجا ہے - لیکن جناب! اگر کوشش فرمائیں تو میرا جانا ممکن ہے -

نصراللہ پاشا (غور سے دیکھ کر) کیا تمہاری یہی مرضی ہے؟

ولیہ خانم (ستار چھوڑ کر) ممکن نہیں یہ تمہیں کیا سوجھی ہے؟ اماں جان - بے آفندی وحیدہ آپ بھی میری مدد کیجئے - دو مہینے تو منہ پھولا رہا اب یہاں سے جانے کا ارادہ ہے - کیا خوب!

خانم آفندی - یہ کبھی نہیں ہو سکتا - ہرگز نہیں جانے پائیں گے - کیوں بیٹا تم خوب جانتے ہو کہ یمن کی آب و ہوا سب صوبوں سے زیادہ خراب ہے اور خصوصاً وہاں کا موسم گرما تو نہایت ہی بُرا ہوتا ہے اُس زمانہ میں ہیضہ بُری طرح پھیلتا ہے تمہیں یہاں سے جانے کا کیوں اتنا شوق ہے -

نصراللہ پاشا - یہاں کی قماربازی سے تو وہاں کا جانا ضرور اچھا ہے - لیکن اُنکی خلاف مرضی میں اُنہیں یہاں سے نہیں نکالنا چاہتا - وہ خود تصفیہ کر لیں کہ کون سی بات بہتر ہوگی -

میں نے نافذ بے کی طرف نظر کی لیکن چونکہ ایک ہاتھ اُن کا چہرے کے سامنے تھا اسلئے اُس کی کیفیت نہ معلوم ہو سکی ولیہ خانم کی طرح میں بھی چاہتی تھی کہ وہ نہ جائیں لیکن میں

کس شمار میں تھی اور میرا اختیار ہی کیا تھا۔

خانم آفندی اُٹھیں اور میز کے پاس جا کر نصر اللہ پاشا سے کسی قدر کانپتی ہوئی آواز میں یوں مخاطب ہوئیں:۔

"میں نہیں چاہتی کہ نافذ بے پھر یہاں سے جائیں۔ جب تک وہ اناطولیہ میں رہے شاید کبھی ہی اطمینان کے ساتھ میں نے سانس لی ہو برابر فکر اور تردد میں وہ زمانہ گزرا۔ اب یمن جائیں گے تو میں کیسے جیوں گی اور میری کیا حالت ہوگی۔ اُس بیچارے پر اتنی سختی نہ کیجئے کچھ ہی قصور اس نے کیوں نہ کیا ہو تاہم ایسا خراب کبھی نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے وہ ایسی سزا کا مستوجب ہو یعنی یہ کہ ایسی جگہ آپ اُسے بھیجیں جہاں کہ موت اُس کے لئے تیار کھڑی ہے۔

نافذ بے - لیکن میں خود جانا چاہتا ہوں۔ اباجان سے اس سے کوئی تعلق نہیں یہ تو میری استدعا تھی کہ وہ کوشش کر کے یہ جگہ مجھے دلا دیں (اور پھر باپ کی طرف پھر کر) کیوں آفندیم آپ کوشش فرمائیں گے نا؟

نصر اللہ پاشا (آہستہ سے) نہ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری ماں کے سامنے تمہاری خیر و عافیت کا میں ذمہ دار بنوں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کوئی خوف کی بات نہیں ہے لیکن خدانخواستہ اگر یمن کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو میں اس تکلیف و مصیبت کا بانی سمجھا جاؤں گا۔

نافذ بے (اُٹھ کر اور ماں کے شانے پر جھک کر۔ اُس وقت کس قدر خوبصورت معلوم ہوتے تھے)۔ پیاری اماں جان! اس میں خوف کی کون سی بات ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ میرے تین دوست وہاں سے واپس آئے ہیں انہیں کسی قسم کی تکلیف گرمی کے موسم میں نہیں ہوئی۔ ماں جانی نا! مجھے جانے دیجئے صرف چار مہینہ کی بات ہے

سکیئے تو اخبار میں جو خبر اسکے متعلق چھپی ہے اُسے پڑھکر سنا دوں۔

خانم آفندی ۔ میں ایک نہیں سننے کی ۔ تم یہیں رہو ۔ اب تم کو ایک جگہ جم کر رہنا چاہیئے میں نہیں چاہتی کہ مسٹر عسکریت کی عمدہ نوکری اس طرح حماقت سے کھو دو۔

نصر اللہ پاشا کسی قدر مسکرائے اور پھر مہربانی سے کہنے لگے :۔

"نافذ ۔ اب اصرار کرنا فضول ہے تمہاری ماں ہرگز نہ مانیں گی ۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ باقی خوشامد اور پیار کسی اور موقعہ کے لئے رکھ چھوڑو جب کہ تمہیں اور کسی چیز کی ضرورت ہو اور ہمیں جانیکا ارادہ فسخ کر دو ۔ میں کبھی نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس علت کو بغیر یہاں سے گئے ہوئے نہ چھوڑ سکو گے مجھے سخت تعجب ہے کہ تمہارے پاس اور کوئی علاج نہیں اور یہاں سے بھاگنے میں صرف تم اپنی سلامتی دیکھتے ہو"

خانم آفندی (کسی قدر ترشی سے) : علت کیسی ؟

یہ سنکر نافذ بے کا چہرہ کسی قدر سرخ ہوگیا اور خانم آفندی نے ادہم بے کی طرف کچھ عجیب انداز سے دیکھا ۔

نصر اللہ پاشا (لاپروائی سے) یہی پیرا میں دربدر پھرنے کی جسکی وجہ سے وہ اسقدر اُداس اور غمگین رہتی ہیں ۔ نافذ اچھا شطرنج لے آؤ ایک بازی کھیلیں ۔

شطرنج ادہم بے کی کرسی کے پیچھے رکھی ہوئی تھی ۔ جب نافذ بے اُسے لینے کے لئے بھائی کے پاس سے گذرے تو اُن سے کچھ آہستہ سے کہا جس کے جواب میں ادہم بے نے صرف اپنے شانے ہلا دئے ۔ نافذ بے ذرا دیر کھڑکی کے پاس ٹھہرے اور جب روشنی میں واپس آئے تو بہت زیادہ متفکر اور مغموم معلوم ہوتے تھے

نافذ بے ۔ آؤ ولیہ کوئی اچھی سی دلچسپ چیز بجا کر سناؤ اور وحیدہ تم ذرا باجے کے ساتھ گاؤ ۔ چونکہ تم نے مجھکو یہاں رہنے پر مجبور کیا ہے اس لئے میرا دل بہلانا ضرور چاہیئے

ساتھ ہی وہ پیادے بھی لگاتے جاتے تھے لیکن ایسی لاپروائی سے کہ انکو خود نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ بہرحال شطرنج شروع ہوئی اور ادہر انکی بہنوں نے گانا شروع کیا۔ اس طرح کوئی پندرہ منٹ گذرے ہونگے میں دل ہی دل میں غور کر رہی تھی کہ نافذ بے کو کس قسم کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے وہ مکان سے جانا چاہتے تھے اور یہی اسکا خاطرخواہ جواب نہیں سوجھا تھا کہ نصراللہ پاشا نے سامنے سے شطرنج ہٹادی اور اپنی لڑکی سے کہنے لگے "آج سب کو کیا ہوگیا ہے ؟ تم دونوں آج نہایت بے دلی سے گا رہی ہو اور نافذ بھی بہت بُری طرح سے کھیل رہے ہیں۔ یہ کام کی بات نہیں۔ تم میں سے ایک جاؤ اور لونڈیوں کو بُلا لاؤ کہ آکر ناچیں۔ پیاری ہاجرہ! جاؤ پوشاک بدل آؤ تمہاری طرح یہاں کوئی بھی نہیں ناچ سکتا" جب میں تعمیل حکم کے لئے جانے لگی تو نافذ بے شطرنج لئے ہوئے میرے پاس سے گذرے اور ہماری آنکھیں چار ہوئیں۔ اُن کی نگاہ میں کچھ ایسا اثر تھا کہ شرم سے میرے چہرے کا رنگ پیشتر کی طرح گلگوں ہوگیا اور میں جلدی سے کمرے کے باہر چلی گئی۔ لیکن نافذ بے بھی میرے پیچھے پیچھے آئے اور جب میں ہال میں پہونچی تو وہ میرے بالکل قریب تھے۔

نافذ بے۔ تو ہادر لونڈیوں سے کہدو اباجان آج ناچ دیکھنا چاہتے ہیں۔

پھر میری طرف مڑکر عجیب رکاوٹ سے پوچھا۔

"کیا تمہارا بھی ناچنے کا ارادہ ہے ؟"

میں۔ جی ہاں۔ کیا آپ نے پاشا صاحب کا حکم نہیں سُنا ؟

نافذ بے۔ میں نے کبھی تمہیں ناچتے نہیں دیکھا لیکن خیال کر سکتا ہوں کہ بڑی نزاکت اور دلربائی سے ناچتی ہوگی خصوصاً اُس شخص کے لئے جو۔

اتنا کہکر وہ یکایک خاموش ہوگئے اور میری طرف نہایت افسردگی سے دیکھنے لگے۔

نافذ بے (تھوڑی دیر بعد) میری تو خدا سے دعا تھی کہ میں اُسوقت تک مکان نہ آیا ہوتا جب تک کہ تمہاری شادی نہ ہو لیتی اور تم یہاں سے ہمیشہ کے لئے چلی نہ گئی ہوتیں - اماجان اب تم کو زیادہ روز یہاں نہیں رکھیں گی - تم اپنی شادی جلد کر لو - کاش تمہاری شادی ہونے تک میں اناطولیہ ہی میں رہا ہوتا تو ایسی حماقت ہرگز نہ کی ہوتی جیسی کہ اب کی ہے میں نے اپنے آپ کو اتنا موقع نہ دیا کہ انکی گفتگو پر غور کرتی کیوں کہ مجھے خوف تھا کہ نافذ بے کے الفاظ کہیں ایسے معنی پیدا نہ کر دیں جنہیں میں پوری طرح سمجھنا نہیں چاہتی تھی - اس لئے میں نے جلدی سے بات چیت شروع کر دی -

میں - میں بڑی خوش ہوں کہ آپ نہیں جاتے -

اسقدر کہنے پائی تھی کہ نافذ بے کے چہرے سے خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے -

میں نے شرما کر نظر نیچی کر لی -

نافذ بے - کیا سچ کہتی ہو ؟ تو جانے کے بعد میں تمہیں یاد آتا ؟

میں (بے بس ہو کر) ہم سب کے سب ضرور آپ کو یاد کرتے - ادھر آپ کے زیادہ باہر رہنے سے ولیہ خانم سخت غمگیں رہتی تھیں -

نافذ بے (میری طرف جھک کر) - اور تم ؟ کیا تمہاری بھی یہی خواہش تھی کہ میں مکان پر زیادہ رہتا ؟ کیا تمنے کبھی اپنے دل سے پوچھا تھا کہ میں کیوں اتنا باہر رہتا ہوں ؟ -

میں جواب دینے نہ پائی تھی کہ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور ادہم بے آموجود ہوئے - نافذ بے نے متنفر ہو کر انکی طرف دیکھا دونوں کی خشم آلودہ آنکھیں چار ہوئیں - لیکن وہ ہمکلام نہ ہوئے - ادہم بے اوپر چلے گئے اور نافذ بے ڈرائنگ روم میں واپس گئے - میں ادہم بے کے پیچھے پیچھے گئی اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئی - ناچ شروع ہونے کے پہلے اگر میں جانا چاہتی تو صرف اس قدر وقت باقی تھا کہ کپڑے بدل سکتی تھی لیکن اُس وقت

میں نے اس کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور ایک کرسی پر بیٹھکر نافذ بے کی گفتگو پر غور کرنے لگی پہلا شک جو میرے دل میں گزرا تھا اُسے تو میں نے کسی طرح بڑی فکر اور بحث کے بعد رفع کیا۔ اس سے تو اب کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا تھا کہ نافذ بے مجھے دیکھکر بہت خوش ہوتے تھے لیکن ساتھ ہی اس عقیدہ پر بھی نہایت ثابت قدمی سے جمی رہی کہ یہ محض اُن کا دو روزہ خیال تھا جو ہمیشہ قایم نہیں رہ سکتا اور بہت جلد کافور ہو جائیگا۔

میں یہی سوچتی تھی کہ میں ہوں کیا؟ نافذ بے کی کھلائی کی نواسی۔ اور اس لئے مجھے یقین نہیں ہوتا تھا کہ وہ مجھے چاہتے ہونگے۔ دوسرے اُنکی نگاہ اور بات چیت بھی صاف صاف نہیں بتلاتی تھی کہ اُنکے دل میں کیا ہے۔

نافذ بے کے خیالات کے متعلق یہ تصفیہ کرکے میں اپنے دل کی کیفیت دریافت کرنے کے لئے تیار ہوئی۔ اُس روز تمام دن میں اسی فکر میں تھی کہ نصراللہ پاشا اور نافذ بے کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اور جس کا ذکر مریم نے کیا تھا اُس کا کیا نتیجہ ہوا اور شام کو اُنکے یمن جانے کا حال سنکر تو میرے دل کی یہ حالت ہوئی کہ گویا کسی نے من بھر کا پتھر اُسپر رکھدیا جس کے بوجھ سے اُس کے کچلنے میں بہت تھوڑی کسر رگئی تھی۔ میرے دل میں اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بجائے نافذ بے کے ادہم بے کے جانے کا اگر ذکر ہوتا تو کیا اسی قدر تب بھی میرے دل پر اثر ہوا ہوتا؟ اور مجبوراً یہ ماننے ہی بنی کہ نافذ بے کے چار مہینے کے لئے جانے کا سنکر جو کیفیت میری ہوئی تھی وہ قطعی طور پر صرف اُس حالت میں ہو نا ممکن تھی کہ ادہم بے کسی خوفناک پُر از خطر اور دور دراز سفر پر بیس برس کیلئے جاتے۔ اس کے بعد تو شک وشبہ کا کوئی موقعہ ہی نہ رہا نافذ بے کسی نگاہ سے مجھے دیکھتے ہوں میں تو دل وجان سے اُن پر فریفتہ تھی اور غالباً تمام عمر ایسی ہی رہونگی۔ اس امر کا یقین ہوتے ہی میں نے اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا اور بیساختہ رونے لگی۔ میرے لئے

یہ بڑی شرم کی بات تھی اس لئے کہ اکثر عشق و محبت پر خانموں اور لونڈیوں کو گفتگو کرتے میں نے
سنا تھا اور اُن سب کی رائے تھی کہ جو عورت مرد پر عاشق ہو اُس میں مطلق شرم و حیا نہیں ہوتی -
حتیٰ کہ ایک بیاہی ہوئی عورت اپنے شوہر سے بھی اظہار الفت و محبت کرے تو اپنے ہمجلیسوں کی
نظروں میں کسی قدر ہلکی ہو جائیگی - اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک نوجوان ناکتخدا لڑکی کی نسبت
ایسی حالت میں کیا رائے ہوگی - میں نے اور ایک بار اپنی طبیعت کو سمجھانے کی کوشش کی کہ
میں غلطی پر ہوں اور میرے دل میں نافذبے کے متعلق سوائے شکر گزاری اور احسان مندی کے
خیالات کے اور کسی قسم کا خیال نہیں لیکن یہ معاملہ اب حد سے زیادہ تجاوز کر گیا تھا میری طبیعت نے
نہ مانا اور میں اپنی کوشش میں ناکامیاب رہی - ہائے میں نے محبت کا اقرار کیا کیا کہ اس
موذی عشق کے لئے اپنے دل کے دروازے کھولدئے اسی وقت ایک آن واحد میں اُسنے
پورا قبضہ کر لیا - اگر خانموں کو یہ حال معلوم ہوا تو کیا کہیں گی ؟ جس حقارت اور بےقدری
کی نظر سے وہ مجھے دیکھیں گی اُس کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی اور میں ابھی
خیال میں غرق تھی کہ باجے کی آواز میرے کان میں آئی - لونڈیوں نے ناچ شروع کر دیا تھا اور
گو میں از حد چاہتی تھی کہ نہ جاؤں اور اپنے ہی کمرے میں رہوں تاہم جس حیثیت سے کہ میں اُس خاندان
میں رہتی تھی میرا شریک ہونا ضروری تھا - جلدی سے اٹھکر بڑی تیزی سے میں نے پوشاک بدلی اور
دوڑ کر نیچے اتری - باجا بجانے والے اپنے خوبصورت لباس میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے
لوہا ورتھا پیاری ناچ ناچ رہی تھی اور باقی لونڈیاں کھڑی ہوئی تھیں - گو لوہا ور کے خوبصورت ہونے
میں مجھے کبھی انکار نہ تھا تاہم اس وقت اُسکا حُسن اور بھی دوبالا ہو گیا تھا - ناچ کی پوشاک
اُسے بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھی - اوپر کے جسم کا سفید باریک لباس - البیلے پن سے ایک
خوبصورت شال کمر سے لپٹی ہوئی جو کہ ہیکل حسن کیلئے تازیانہ بن رہی تھی مخمل کا خوش نما پائجامہ
ٹخنوں کے پاس سنہرے فیتے سے بندھا ہوا - ان سب نے ملکر اُسکے سڈول رسیلے جسم کو عجیب دلفریب

بنا رکھا تھا۔ مرغ دل کے گرفتار کرنے کیلیے دام زلف اسقدر دراز کہ جب اُس نے ناچنے والیوں کی رسم کے مطابق اپنے گیسو کھولے تو زانوؤں کا بوسہ لیتے تھے۔ ناچ میں وہ بانکپن کہ آتش رشک میرے دل میں سلگنے لگی۔ لیکن ابھی اُسے اچھی طرح محسوس کرنے بھی نہیں پائی تھی کہ بالکل سرد ہوگئی اور میں کمرے کے دوسرے حصہ کی طرف مخاطب ہوئی۔ نصراللہ پاشا اپنی بی بی کے پاس کوچ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نافذ بے ولیہ خانم کی کرسی پر جھکے ہوئے کھڑے تھے۔ اُنکے لبوں پر تبسم تھا اور ظاہرا اُس وقت وہ اپنی ٹلیفون کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ ذرا آگے بڑھکر وحیدہ خانم اپنے سب سے چھوٹے بچے سے کھیل رہی تھیں اور اُنکے شوہر جو کہ ناچ شروع ہونے کے بعد آئے تھے کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے ادہم بے سے باتیں کر رہے تھے۔

نافذ بے (مجھسے مخاطب ہوکر اور مسکرا کر) تمنے آنے میں بے انتہا دیر کی سب ناامید ہو چلے تھے کہ اب تم نہ آؤگی۔ لو فوراً شروع کردو اور تم اور لوبا اور ملکر ناچو

میں لوبا اور کے ساتھ ہوگئی لیکن اسوقت مجھے ناچنے میں کسی قدر شرم اور ہچکچاہٹ معلوم ہوتی تھی۔ پہلے بھی اکثر میں ناچی ہوں لیکن آج ہر ایک انداز و ادا نرالی تھی اور ہر ایک حرکت سے کچھ علیحدہ ہی معنی معلوم ہوتے تھے پھر نافذ بے کی تھوڑی دیر کی گفتگو بھی مجھے یاد تھی۔ لوبا اور ناچتے وقت میری ہم آغوشی سے قصداً بچتی رہی اور زیادہ نزدیک نہیں آتی تھی حالانکہ جس قسم کا ناچ ہم ناچ رہے تھے اُس میں یہ ایک ضروری امر تھا۔ یہ دیکھکر مجھے بھی دنیا کی ظاہرداری اور دورنگی کا خیال ہوا اور سوچنے لگی کہ اگر عشق و محبت کا محض ذکر کرنا شرم کی بات ہے تو پھر یہ کہ محض دکھانے کے لئے ناچ کے قاعدوں کے مطابق اس قسم کی الفت و پیار کی ظاہرداری کیوں برتی جائے۔ اس لئے جب اور لونڈیاں ناچنے کے لئے ہماری شریک ہوئیں تو مجھکو بے انتہا خوشی ہوئی۔ اور اس مخمصہ سے مجھے نجات ملی۔ لیکن شرم سے اُسوقت میرا چہرہ تمتمایا ہوا تھا اور اس قدر جلد جلد رنگ بدلتا تھا کہ

جب میں لوباور کے ہمراہ دف سے کرناچنے گانے والوں کے لئے روپیہ جمع کرنے لگی تو خانم آفندی کی نظر مجھہ پر پڑی اور میری حالت دیکھکر پوچھنے لگیں :۔

"کیوں بیٹی خیر تو ہے ۔ مکھڑا اسقدر سرخ کیوں ہے ؟ شاید ناچتے ناچتے تھک زیادہ گئی ہو"

میری اُس وقت یہ کیفیت تھی کہ یہ بھی یاد نہیں میں نے کیا جواب دیا دبی آواز سے کچھہ کہکر خاموش ہوگئی اور ادہم بے کے سامنے دف پیش کی اُنھوں نے بلا کسی طرف دیکھے ہوئے ایک اشرفی اُس میں ڈالدی لیکن علی بے نے مسکراکر کہا :۔

"ناجرہ ہاتھ پھیلاتے شرماتی ہیں (پھر میری طرف دیکھہ کر) میری خدا سے دعا ہے کہ تم کو کبھی مانگنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اسی طرح مذاقیہ جیسے کہ آج لیکن ایسی حالت میں ذرا اس کا خیال رہے کہ چہرے سے اسقدر شرم نہ ٹپکتی ہو جتنی اس وقت "

میں ہنسنے لگی اس لئے کہ علی بے کے ساتھہ میں نہایت بے تکلفی سے گفتگو کیا کرتی تھی ہم دونوں میں بڑی دوستی تھی اور جس روز سے میں اناطولیہ سے آئی تھی تب ہی سے ہمارا بھائی بہن کا سا برتاو تھا ۔

میں ۔ لیکن آپ کے آگے ہاتھ پھیلانے میں مجھے مطلق عار نہیں چونکہ مجھکو کامل یقین ہے کہ آپ سے کچھہ نہیں ملنے کا ۔

علی بے ۔ (ہنسکر) ۔ وہ دہوکا کھایا ۔ میرے پاس اس وقت ایک ہی اشرفی ہے جو کہ تمہاری نذر ہے ۔ لیکن بڑی عنایت ہو اگر لوباور کو میرے پاس نہ آنے دو کیونکہ میں اُسے کچھہ نہیں دینے کا اور ایسے موقع پر وہ کچھہ ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے کہ بارے شرم کے پسینے پسینے ہوجاتا ہوں ۔ مگر خیر تو ہے ؟ آج وہ بے طرح غصہ میں بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔

میں نے متعجب ہوکر لوباور کی طرف دیکھا اسلئے کہ اُسوقت وہ مجھکو بڑی خشم آلودہ

نگاہ سے دیکھ رہی تھی مجھے شبہ ہوا کہ شاید میں جو علی بے سے باتیں کر رہی تھی اسلئے اُس کو رشک ہوا ہو۔ مگر جو دیکھتی ہوں تو نافذ بے بھی مجھ ہی پر نظر جمائے ہوئے ہیں میں شرما کر کسی قدر پردے کی آڑ میں ہو گئی۔

میں۔ مجھے نہیں معلوم۔ یوہاور حسین ہے کہ نہیں؟

علی بے۔ ہاں بُری نہیں ہے لیکن تندخو بہت معلوم ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو گویا میں عورتوں کو پہچانتا ہی نہیں۔ مجھکو بیچارے نافذ پر نہایت رحم آتا ہے اگر انہوں نے اُس سے شادی کر لی تو بڑی مٹی پلید ہو گی۔

میں (کسی قدر تعجب کے ساتھ) آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا نافذ بے اُس سے شادی کریں گے؟۔

علی بے۔ میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا اور جہانتک مجھے معلوم ہے خود نافذ بے نے اس کے متعلق کوئی رائے قایم نہیں کی ہے۔ اناطولیہ جانے کے پہلے وہ ضرور یوہاور سے بہت ہی خوش تھے اور یہ تم بھی جانتی ہو کہ اُنہوں نے ٹھان لی ہے کہ بلا لڑکی دیکھے ہوئے کہیں شادی نہ کرینگے۔ اس صورت میں یہ ضرور ہے کہ سوائے لونڈی کے اور کون اُن کو ملے گی۔

یوہاور (علی بے سے مخاطب ہو کر) آپ کو مطلق لحاظ نہیں ہے اس طرح ہاجرہ کو باتوں میں نہ لگایا کیجئے۔ ناچنے والیاں چلی جا رہی ہیں اور اُن کو ابھی ایک حبہ بھی نہیں ملا۔ (میری طرف پھر کر) جو کچھ ملا ہے جلدی سے اُنہیں دیدو ورنہ وہ سمجھیں گی کہ تم آپ اُسے رکھنا چاہتی ہو۔

میں نے کمرے میں چاروں طرف نظر کی تو دیکھا کہ نصر الدین پاشا جانے کے لئے اُٹھ رہے ہیں جلدی سے آگے بڑھ کر میں نے سلام عرض کیا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ وہاں

پہونچ کر بیسیوں بار اپنے دل سے سوال کیا کہ نافذبے کو مجھ سے سچی محبت تھی یا نہیں یا مجھ سے بھی وہ اسی طرح پیش آتے تھے جیسا کہ لوہادر کے ساتھ شروع شروع میں برتاؤ کرتے تھے اور جس کا نتیجہ ایسا خراب ہوا - اسی کشمکش و پیچ میں مجھے نیند آگئی اور میں بے خبر سوگئی - دوسرے روز علی الصباح ایک لونڈی نے مجھے آکر جگایا اور یہ خبر سنائی کہ نصر اللہ پاشا تین روز میں دیہات جائیں گے اس لئے ہم سب کو وہاں جاکر مکان وغیرہ کی صفائی کرنی چاہئیے - یہ سنتے ہی میں اٹھ بیٹھی اور جلدی سے کپڑے پہن نیچے جا پہونچی - دیکھا تو لونڈیاں سب تیار تھیں اور ولیہ خانم جو ہمارے ہمراہ جانے والی تھیں نافذبے کی مدد سے اپنی نقاب ٹھیک کر رہی تھیں - نافذبے نقاب اپنی جگہہ پر رکھنے کی سوئیاں لئے ہوئے کھڑے تھے اور جوں ہی ولیہ خانم نقاب کو اپنی طبیعت کے مطابق درست کرلیتی تھیں وہ اُسے پھر بگاڑ دیتے تھے -

میں باہر برآمدہ میں جاکر کھڑی ہوگئی اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگی - تھوڑی دیر بعد نافذبے اپنی بہاوج سے علیحدہ ہوکر میرے پاس آئے - میں نے آنکھ اٹھاکر بڑی لجیائی ہوئی نگاہ سے انہیں دیکھا - نہایت ہی غمگیں اور افسردہ معلوم ہوتے تھے حالانکہ ابھی پانچ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ میں انہیں ہنستا چھوڑ کر آئی تھی - آئے تو سہی لیکن جنگلے سے لگ کر اس طرح کھڑے ہوگئے گویا انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں - میں نے مکان میں جانے کے لئے قدم اٹھایا تو وہ پھر کر میری طرف مخاطب ہوئے اور نہایت تندی سے پوچھا :-

"کہاں جاتی ہو؟ للّٰہ میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آیا کرو - تم تو اس طرح مجھ سے جان چھڑاتی ہو جیسے کوئی لچوں یا بدمعاشوں سے بچتا ہو - انصاف شرط ہے - کم از کم اتنا تو ضرور کرو کہ میری نسبت اپنی رائے اُس وقت تک خراب مت کرو جب تک تم کو اُس کے

خلاف کوئی ثبوت نہ ملے۔ ادہم بے بھی آخر انسان ہی ہیں یہ کچھ ضرور نہیں کہ بغیر کسی قسم کے ثبوت کے جو کچھ وہ کہیں اُسے سچ سمجھ لو۔"

میں متحیر ہو کر کھڑی ہو گئی اور پھر جہانتک رعب و شان سے ممکن ہو سکا جواب دیا۔

میں۔ جو کچھ آپ اپنی زبان سے اپنی نسبت فرمارہے ہیں میرا کبھی ایسا خیال نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ادہم بے نے کبھی کوئی بات آپ کے خلاف مجھسے کہی۔ دوسرے وہ اُنکا ذکر مجھسے کرنے ہی کیوں لگے ؟

نافذ بے۔ (کچھ سوچتے ہوئے) درست ہے۔ تم "کیوں" نہ کہو گی تو اور کون کہیگا؟ (پھر میری طرف غور سے دیکھکر) لو سچ بتاؤ۔ کیا واقعی ادہم بے نے تم سے نہیں کہا ہے کہ مجھ سے ہوشیار رہنا ؟

میں (گرم ہو کر) ہرگز نہیں۔ اور میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ وہ کیوں ایسا کرنے لگے ؟ کیا کوئی نقصان آپ مجھے پہونچانا چاہتے ہیں ؟

یہ سنتے ہی نافذ بے کا چہرہ یکایک خوشی سے منور ہو گیا۔

نافذ بے۔ اچھا اُنہوں نے کچھ نہیں کہا ہے تو تم کیوں اس قدر مجھ سے بھاگتی ہو ؟

یہ سوال سنکر میں شرما گئی اور حسب معمول میرا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ نافذ بے کو یہ کیفیت دیکھکر ظاہراً صبر اور اطمینان ہوا اور خوشی سے باچھیں کھل گئیں پھر جنگلے سے لگ کر کھڑے ہو گئے اور میرے جواب کا انتظار نہ کرکے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُنکے سوال کا میں جواب دوں اس طرح ہمکلام ہوئے :۔

"کل رات جو تمہاری نسبت میرے دل میں خیالات تھے اُن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے یا نہیں ؟ نہیں۔ تو لو اب سن لو۔ بقول شخصے ۔ ع

آفتِ جاں تھا ترا اے سروِ گل اندام رقص

جیسا میں سمجھتا تھا کس دلربائی سے رات تم ناچتی تھیں ! ہر ایک ادا میں کس غضب کا جادو بھرا تھا اور کیا کچھ افسوں گری تھی ! کیا تمھیں سحر و جادو میں بھی کچھ دخل ہے ؟ ساحرہ تو نہیں ہو ؟ کاش کہ ہوتیں تو جو دقتیں مجھے درپیش ہیں وہ سب کس آسانی سے طے ہو جاتیں !"
آخری الفاظ کسی قدر افسردہ دلی سے کہے گئے تھے لیکن ایک لحظہ بعد اُن کا چہرہ پھر بشاش ہو گیا اور کہنے لگے :-

" آج سب لونڈیوں کے ساتھ تم جا رہی ہو - میں چاہتا ہوں کہ وہ تمکو کام کرنے پر مجبور نہ کریں - تم لونڈی نہیں ہو اس لئے انصاف یہی چاہتا ہے کہ تم سے کام نہ لیا جائے "

میں - (کسی قدر نفرت کے ساتھ) کیوں ؟ کس لئے کام نہ لیا جائے ؟ اگر میں اس وقت تک اپنے گاؤں میں ہوتی تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہاں بیکار بیٹھی مکھیاں مارا کرتی ؟

نافذبے (نہایت شفقتگی سے ہنسکر) - نہیں نہیں - وہاں تو غالباً ابتک تمہاری شادی بھی ہو گئی ہوتی اور شکم پروری کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی - لیکن اگر ایسا ہوا ہوتا تو ہم دونوں کے حق میں غالباً بہت ہی اچھا ہوتا -

میں نے دل میں تصفیہ کر لیا تھا کہ اُنکی اس قسم کی باتوں کا مطلق لحاظ نہ کروں گی اس لئے بڑے ذوق و شوق سے میں نے صرف یہ کہا :-

" ہمارا گاؤں نہایت ہی خوبصورت ہے کبھی آپ اُس طرف تشریف لیگئے ہیں ؟"

نافذبے - کہہ نہیں سکتا - کس طرف یہ گاؤں ہے ؟

میں - (گرم جوشی سے) اُسے کیش آغاز کہتے ہیں اور وہ ٹھیک کوہ قجت کے دامن میں واقع ہے -

نافذبے - صحیح ہے - ایک بار وہاں جانے کا مجھے اتفاق ہوا ہے - میری پلٹن جب

زمانہ میں آئیدین میں مقیم تھی تو میں نے ایک ہفتہ کی رخصت شکار کھیلنے کے لئے لی
تھی اور ایک شب اُسی گاؤں میں قیام کیا تھا۔
میں۔ اسے کتنا عرصہ ہوا؟
یہ سوال میں نے اِس وجہ سے کیا کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید میرے وہاں سے آنے کے پہلے
نافذ بے اُس گاؤں میں گئے ہوں اور مجھے ایسا یاد بھی ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ میرے وہاں
رہتے چند فوجی افسرات کو گاؤں میں ٹھہرے تھے اور دوسرے روز علی الصباح چلے آئے تھے۔
نافذ بے۔ کوئی دو برس ہوئے۔ میں ایک شیخ کے مکان پر سویا تھا جو وہاں مدرس تھے وہ
بزرگ بھی اپنی وضع کے ایک ہی شخص تھے اور بڑی خوبی کے آدمی تھے۔
میں (خوشی سے)۔ یہ شیخ سلیمان تھے۔ اگر انکو معلوم ہو جاتا کہ آپ کون ہیں تو محض اسوجہ
سے کہ آپکے ذریعہ سے انہیں میری خیر وعافیت دریافت ہو سکے گی وہ نہایت ہی
خوش ہوئے ہوتے میں کسی طرح انہیں خط بھیج سکتی تو کیسا اچھا ہوتا!
نافذ بے (شفقت سے میری طرف دیکھکر)۔ ہاں۔ ہاں۔ لکھو۔ میں اپنے کسی ساتھی افسر کے
پاس آئیدین بھیجدوں گا اور وہ وہاں سے اُن بزرگ تک پہونچا دینگے۔
میں۔ (نہایت مشکور ہوکر) کیا واقعی آپ میرا خط بھیج دینگے؟ کس زبان سے آپکی عنایتوں
کا شکریہ ادا کروں۔ آپ میرے بڑے مہربان حال ہیں۔
نافذ بے نے منہ پھیر لیا اور جو تبسم کہ اُنکے لبوں پر اُسوقت تھا غائب ہو گیا۔
نافذ بے۔ (آہستہ سے) کیا سچ کہتی ہو؟ مجھے تو خوف ہے کہ میری مہربانیاں کہیں کسی
کے رنج ومصیبت کا باعث نہوں۔ لو پیاری خدا حافظ! تمہارے ساتھی وہ آرہے ہیں۔
یہ کہکر نافذ بے نے میرا سر پیار سے چھوا اور رخصت ہوئے۔ میں اسوقت فرط خوشی سے
مدہوش تھی۔ خدا نے وہ دن دکھایا کہ میں اپنے پُرانے رفیقوں کو خط لکھہ سکونگی۔ خیال ہی خیال میں

میں نے ایک نہایت خوشنما اور دلچسپ تصویر کھینچی - میرا خط پاکر لوگوں کا تعجب کرنا ہمسائیوں کا اُسے سننے کیلئے جمع ہونا اور پھر اُسکے ہر فقرے پر رائے زنی ان سب سے دل مالا مال تھا اور اُس روز تمام دن اسی خیال میں محو رہی کہ جب خط لکھنے بیٹھوں گی تو کسقدر خوشی مجھے ہوگی - اُس روز ہم لوگوں نے دیہات جاکر وہاں کے رہنے کا مکان صاف کیا - کام سے فارغ ہوکر سہ پہر کے وقت باغ میں جاکر بیٹھے تاکہ واپس آنے سے پہلے کسیقدر آرام کریں - لیکن بوہادر باغ کے دروازے ہی پر کھڑی رہی اور بیٹھی نہیں - اُسکا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور اُسکی آنکھوں میں بڑے بڑے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے -

بوہادر (میرے قریب آکر اور خلاف معمول نہایت مہربانی سے) - کیوں ہاجرہ شہر سے تو ہمکو جلد آنا ہے چلنے سے پہلے حمیدہ سے ملوگی یا نہیں ؟

میں - (نہایت اشتیاق سے) حمیدہ کے دیکھنے کو دل تو بہت چاہتا ہے لیکن معلوم نہیں خانم آفندی اجازت دینگی یا نہیں -

بوہادر - ضرور خوشی سے اجازت دینگی میں اُنسے کہوں گی لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے بھی تم ساتھ لے چلو اس لئے کہ میں بھی ذرا باہر جانا چاہتی ہوں -

میں - (خوش ہوکر) - بیشک ساتھ لے چلونگی اس لئے کہ خانم آفندی مجھے ہرگز اکیلا نہیں چھوڑنے کی -

قنچہ - ہم میں سے چار پانچ اور ملکر جاسکتے تو کیسا اچھا ہوتا - مدت سے میں بھی باہر نہیں نکلی ہوں -

بوہادر - (قنچہ کی طرف ٹیڑی رکھاوٹ سے دیکھکر) یہ ممکن نہیں - اس ہفتہ کیلئے تم خزینہ دار کا[1]

[1] خزینہ دار اُستا امیر ترکی خاندانوں میں وہ عورت ہے جسکے سپرد علاوہ اور کاموں کے حرم سرا کے خرچ و اخراجات کی نگرانی وغیرہ بھی ہوتی ہے اصل میں تو حرم سرا کا انتظام مکان کی خانم کے متعلق ہوتا ہے لیکن خزینہ دار اُسکی مددگار

اور ابھی سب صندوق ویسے ہی بند کرنے کو پڑے ہیں۔ اس صورت میں تمہیں باہر جانے کی اجازت کیوں کر مل سکتی ہے؟

شائستہ (مسکرا کر)۔ لیکن مجھے تو کچھ کرنا نہیں ہے۔ ناجرہ مہربانی ہو جو مجھے ساتھ سے چلو۔

لوہاور (غصہ ہوکر) بس یہی تو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ جہاں کسی نے کوئی تجویز کی اور دوسرے اس میں شریک ہونے کے لئے مستعد ہو گئے۔ خانم آفندی نہیں چاہتیں کہ سب کے سب ایک ساتھ جائیں اس سے مکان میں نظر بد آنے کا خوف ہے۔

شائستہ (طنزاً)۔ اسقدر لال کیوں ہوتی ہو اگر تم نے کوئی خفیہ منصوبے باندھے ہیں تو میں ہرگز بارج ہونا نہیں چاہتی۔ چین سے جاؤ میں تمہیں ساتھ لیجانیکی تکلیف نہ دونگی۔

لوہاور۔ (چہرہ کسیقدر تمتمایا ہوا) اس حماقت کے کیا معنی؟ تمہارا دل چاہے چلو مجھے کیوں انکار ہونے لگا؟

شائستہ۔ نہیں میں نہیں جاتی۔ کوئی اندھا نہیں ہے جو اتنا بھی نہ پہچانے کہ میرا جانا لوگوں کو بُرا معلوم ہوگا۔

لوہاور نے جواب نہ دیا اور چلی گئی۔ اُسکے جاتے ہی اُسکے ساتھیوں نے قہقہہ لگایا۔

شائستہ (میری طرف مخاطب ہوکر) کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

میں۔ (لاپروائی سے)۔ مجھے ٹھیک نہیں معلوم۔ غالباً حمیدہ کے ہاں۔

مریم۔ نہ۔ کبھی نہیں۔ میں جانتی ہوں کہاں جاؤگی۔

بنفشہ۔ تم تو سب کچھ جانتی ہو۔ اچھا بتاؤ کہاں؟

مریم۔ کسی شیخ کے پاس تعویذ کے لئے۔

میں۔ تعویذ کسکے چاہیے؟ مجھے یا لوہاور کو؟ اور اُسے لیکر کیا کرینگے؟

مریم - رہینگے - تم نہیں - لوہاور - تاکہ نانافی سے اُس سے محبت کریں اور شادی کرلیں -

تمنچہ - (ہنسکر) - خوب تمہیں میرے نزدیک تمہارا قیاس صحیح ہے - بیچاری پانچ مہینے سے بہت ہی اداس رہتی ہے اس لئے نہایت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ آخری تدبیر کامیابی کی سوچی ہے -

شائستہ - ماجرہ کیا واقعی کسی شیخ کو تم جانتی ہو؟

میں - ہاں ایک سے واقف ہوں ؟

شائستہ - کیسا شخص ہے ؟ کبھی اُس نے تمہاری نسبت بھی کوئی پیشین گوئی کی ہے ؟

میں نے سب حال اپنی نانی کی علالت کے وقت شیخ موسیٰ کے ہاں جانے اور اُنکی بات چیت کا کہہ سنایا - جسوقت میں یہ بیان کر رہی تھی لوہاور بھی آگئی اور میری باتیں سننے لگی لوہاور (کچھ سوچتی ہوئی) - تمہاری نسبت جو الفاظ شیخ موسیٰ نے استعمال کئے وہ نہایت تعجب خیز ہیں - اُنکا کیا منشا ہو سکتا ہے ؟

اس درمیان میں ولیہ خانم بھی آگئیں اور یہ ساری کہانی سنی -

لوہاور - میرے نزدیک اُن کا یہ مطلب تھا کہ کوئی شخص تم سے شادی کی خواہش کرے گا اور تم انکار کروگی معلوم نہیں وہ کون ہوگا - اور تم کو کس وجہ سے اُسکے ساتھ شادی کرنے سے انکار ہوگا -

مریم - بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیونکر ممکن ہے - ماجرہ سے پوچھے ہی گا کون - اُنکی شادی کا بندوبست تو بالکل خانم آفندی کے ہاتھ میں ہوگا -

ولیہ خانم (مسکراکر) درست ہے اور میرے نزدیک تو دولہا بھی ٹھیک کرلیا گیا ہے لیکن شاید ماجرہ کو وہ پسند نہ ہو -

بہندزر۔ (بڑی حقارت سے) پسند کیوں نہ ہوگا؟ اگر شادی ہو جائے تو باجرہ کیا اُسے تو
تو ہمیں نہایت خوش قسمت سمجھنا چاہیے اور بہت خوش ہونا چاہیئے۔

شائستہ (ہنس کر) شادی کی حسرت تو تمہیں ہے اور شادی ہونے سے خوش بھی
تم اُسیقدر ہوگی۔ ولیہ خانم! خانم آفندی سے ضرور کہہ دیجئے کہ اس بیچاری کا جس طرح
ہو بیاہ دیں ورنہ کبھی نہ کبھی یہ ضرور کچھ گل کھلائے گی۔

بہندزر نے شرما کر منہ پھیر لیا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ اپنی چال میں کامیاب ہو چکی تھی یعنی
علی بے اُسکی آواز پر عاشق ہو گئے تھے لیکن بے خبر گذشت۔

ولیہ خانم۔ (ہنس کر) یہ تو کہو۔ بہندزر تعریف کیا موقوف ہے اگر موقع ملے اور خانم آفندی
اتنی نگرانی نہ کریں تو تم سب کی سب خوب گل کھلاؤ اور رنگ لاؤ۔ مگر بات رہی جاتی ہے سچ تو
کہئے شیخ بسنی کا کیا مطلب تھا۔ جو معنی بہندزر نے لگائے ہیں؟ انکے سوا میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آئے

غنچہ (شرارت سے) شاید یہ معنی ہوں کہ کوئی بڑا آدمی۔ مثلاً نافذ بے۔ باجرہ سے شادی
کی درخواست کرے گا اور وہ انکار کر دے گی۔

یہ سنکر بہندزر ایسی اوچھل پڑی جیسے بچھو نے نیش مارا ہو اور میں نے بھی اپنی گھبراہٹ
چھپانے کے لئے جلدی سے منہ پھیر لیا۔

ولیہ خانم (متنفر ہو کر) میرے شوہر کا نام کیوں نہیں لے دیتیں جسقدر نافذ بے سے
ایسی اُمید ہو سکتی ہے اُتنی ہی اُن سے بھی۔

غنچہ خاموش ہو گئی اور بجائے اسکے کہ خوش طبعی سے ولیہ خانم کا جواب دے میری طرف
ایک نظر دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہنے لگی:۔

"میں تو صرف مذاق کر رہی تھی۔ نافذ بے ایسی خواہش کب کرنے لگے۔ جو کشتی سامنے
آرہی ہے اگر اسمیں ہم سب کو جانا ہے تو بس چلنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔"

ہم بخیریت مکان واپس آئے - اندر جاتے وقت قنجہ نے سرتاپا مجھے بڑے غور سے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں شب کے کھانے کے بعد وہ میرے کمرے میں آئی اور باتیں کرنے لگی - میں تکان کی وجہ سے اُس روز حرم سرا میں نہیں جا سکی اور جس وقت قنجہ آئی اپنے سر کے بال سلجھانے کی کوشش میں تھی جو کہ کل شب کے ناچ میں بطرح اولجھ گئے تھے -

قنجہ - ہاجرہ - تمہیں معلوم ہے کہ ادہم بے اور اُن کے بھائی میں آجکل سخت رنجش ہے ؟

میں (بال سلجھانے سے ہاتھ روک کر) کیوں رنجیدہ ہیں ؟ اس کشیدگی کی وجہ ؟

قنجہ (میرے سوال کا جواب نہ دیکر) - ابھی کئی روز ہوئے اِن دونوں میں آپس میں کیسا میل جول اور محبت تھی لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج کل اُن میں لڑائی ہے - تم شاید نہیں جانتیں کہ ادہم بے کی شادی کے پہلے میں اُنکی لونڈی تھی اس لئے وہ مجھ سے ابتک بے تکلفانہ گفتگو کرتے ہیں - مجھے معلوم ہوا ہے کہ کل رات لڑائی ہوتے ہوتے رہگئی -

میں نے پھر پوچھا "کیوں ؟ لیکن وہ جواب دینے میں کسیقدر ہچکچائی پھر کہا "سچ تو یہ ہے کہ" اور اتنا کہکر خاموش ہوگئی - پھر ایکبارگی کہنے لگی -

"ہاجرہ - تم جانتی ہو کہ خود تمہارے ہاتھوں تم پر مصیبت آنے والی ہے اگر خانم آفندی کو خبر ہو جائے تو وہ کیا کہیں گی ؟"

میں - (گھبرا کر) کس چیز کی نسبت کیا کہیں گی ؟

قنجہ - کیا تمکو کچھ معلوم نہیں ؟ ابھی تک نہیں سمجھیں ؟

میں - کیا نہیں سمجھی ؟

یہ سوال تو میں نے کیا لیکن دل یہی چاہتا تھا کہ قنجہ کو پکڑ کر اتنا جھنجھوڑوں کہ "معمے" چھوڑ کر وہ صاف صاف کیفیت بیان کر دے -

قنچہ۔ (مجھے اسقدر حیران دیکھکر اُسے یقین ہوگیا کہ اس معاملہ سے میں مطلق آگاہ نہ تھی) - معلوم ہوتا ہے کہ تم نہیں سمجھیں - لیکن اسکے ساتھ پیاری یہ بھی کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر تم اتنا بھی نہیں پہچانتیں کہ کوئی مرد تم پر مرتا ہے اور جان دیتا ہے تو بڑی بیوقوف ہو۔ نانا فذبے تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں - اور کل شب باتوں باتوں میں اُنہوں نے بھائی سے اس کا اعتراف بھی کیا۔

یہ سنتے ہی میرے حواس جاتے رہے حتیٰ کہ میری سمجھ میں اتنا بھی نہ آیا کہ یہ خبر سنکر مجھے خوش ہونا چاہیئے یا رنجیدہ اور میری زبان سے بیساختہ صرف یہ الفاظ نکلے :-

"مجھسے شادی کرنا چاہتے ہیں!"

قنچہ - ہاں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تم پہلی مرتبہ یہاں آئیں تو اُنکی نظر تم پر پڑی اور رفتہ رفتہ وہ تم سے نہایت محبت کرنے لگے - ایک شب باغ میں اُنہوں نے تمہارا بوسہ لیا لیکن ادہم بے نے دیکھہ پایا اور اُن سے شکایت کی اور سمجھایا کہ چونکہ تم سے شادی کرنا محال ہے اس لئے اس طرح تمہارے ساتھ پیش آنا بعید از شرافت ہے اُسوقت تک نانا فذبے کی عقل ٹھکانے تھی سمجھے کہ ادہم بے سچ کہتے ہیں اور اس لئے تم سے بچنا شروع کیا لیکن مرضِ عشق بڑھتا ہی گیا - جتنا علاج کیا اُتنی ہی زیادتی ہوئی جسقدر تمہیں بھولجانے کی کوشش کی اُسی قدر تمہاری یاد ستانے لگی حتیٰ کہ قمار بازی بھی صرف تمہاری یاد دل سے دور کرنے کے لئے شروع کی لیکن وہ بھی بیکار - اُلفت تمہاری نہ گئی پر نہ گئی ؂

مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا	شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر

میں نے اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا - افسوس میں منہ دکھانے کی نہ رہی! جو کچھہ بدنامی نانا فذبے کی قمار بازی کی وجہ سے ہوئی میں ہی بدنصیب اُسکی بانی تھی! جو آوارگی اُنہوں نے اختیار کی تھی وہ مجھہ ہی کمبخت کی وجہ سے! ہزاروں باتیں نانا فذبے کی مجھے اُسوقت یاد آگئیں

خصوصاً اگلی شب اور آج صبح کی گفتگو - وہ سچ کہتے تھے میں نے انہیں بہالیا ہے۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور تھا؟

مجھ سے اب اور زیادہ ضبط نہ ہوسکا اور پوچھا " اور دونوں بھائیوں میں رات کیا گفتگو ہوئی ؟"

قنچہ - جب نصر اللہ پاشا نے ادہم بے سے نافذ بے کے مقروض ہونے کی کیفیت بیان کی تو ادہم بے نے بھائی کے بچانے کے لئے تمہارے معاملہ کا بھی اشارۃً ذکر کردیا - اس لئے جبکہ نصر اللہ پاشا اور نافذ بے سے اس قرض کی نسبت گفتگو ہوئی - تو نصر اللہ پاشا نے دو ایک لفظ ایسے کہے جن سے نافذ بے کو معلوم ہوجائے کہ ادہم بے کی طرح وہ بھی اس راز سے واقف تھے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نافذ بے بھائی سے سخت ناراض ہوگئے اور کل شب اُن سے صاف کہدیا کہ تم سے شادی کریں گے اور دلیل یہ پیش کی کہ جس حالت میں ایک کنیز سے شادی کرنا معیوب نہیں ہے تو تمہارے ساتھ شادی کرنے میں کیا قباحت ہوسکتی ہے -

یہ سنکر اور بھی میرے ہوش اُڑ گئے اور چونکہ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ امر محال تھا اسی لئے قنچہ کو یوں سمجھانے لگی - " وہ میرے نزدیک نافذ بے کو بھائی سے ضد ہوگئی ہے ورنہ انکا یہ منشاء ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مجھ سے شادی کریں "

قنچہ - (سر ہلاکر) کہہ نہیں سکتی - لیکن میری رائے تو یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے گفتگو کی اُس سے پختہ ارادہ تم سے شادی کرنے کا معلوم ہوتا تھا تم اُنکی عادت سے واقف نہیں ہو کوئی اُن کی مخالفت کرتا ہے تو انکو اور بھی ضد ہوجاتی ہے ادہم بے جو اس عادت کو جانکر اُنکے چٹکیاں لیتے ہیں اچھا نہیں کرتے اُنکے لئے یہ بالکل نازیبا ہے کل ہی انہوں نے اس امر کی وساطت اور حقارت سے باتیں کیں کہ نافذ بے مارے غصہ کے قریب قریب بے حواس ہوگئے اور جانے سے پہلے بھائی سے کہا کہ آپ اس سے کسی طرح انکار نہیں کرسکتے کہ میں نے حتی الامکان اُن

دقتوں سے بچنے کی کوشش کی جو کہ میں جانتا تھا میرے اس ارادہ پر قایم رہنے سے پیش آئیں گی۔ میں تو وطن تک چھوڑنیکو موجود تھا۔ اور محض والد کی خوشنودی حاصل کرنیکی غرض سے اس سے بھی زیادہ تکلیف اپنے اوپر گوارا کر سکتا تھا لیکن یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا کہ چونکہ ہاجرہ سے میں نے کوئی بات کی اور آپ نے میری گوشمالی شروع کر دی۔ حالانکہ علی بے گھنٹوں اُس سے علیحدہ بات چیت کرتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔ مجھے ابھی ٹھیک نہیں معلوم کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہے یا نہیں۔ لیکن اگر اُسے واقعی مجھ سے محبت ہی تو میں ضرور شادی کرونگا۔ بس ختم شد ہیں۔ (اشتیاق سے) ادہم بے نے کیا جواب دیا؟

گو میں آسانی سے سمجھ سکتی تھی کہ نا فذ بے کی گفتگو ادہم بے کو کسقدر مہمل معلوم ہوئی ہوگی تاہم دونوں بھائیوں کی پوری بات چیت سننا چاہتی تھی۔

فتحیہ۔ اُنہوں نے کسی قدر کانپتی ہوئی آواز سے کہا "تم نے یہ بھی سوچ لیا ہے کہ اگر اس بات پر تم اڑے رہے تو تمہاری وجہ سے اُس لڑکی کو کتنی اذیت پہونچیگی۔ والدہ تمکو تو کچھ نہ کہیں گی پورا غصہ اُس بیچاری پر اُتریگا۔ اُس یتیم کو بچانے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ جس سے ایک مرتبہ والدہ ناراض ہوجائیں اُسکے ساتھ کس سختی سے پیش آتی ہیں۔ اور اُسے تکلیف دینے میں کوئی بات نہیں اُٹھا رکھتیں۔ اس لئے وہ شخص جسکی وجہ سے ہاجرہ اماں جان کی مورد عتاب ہو میرے نزدیک اس قابل ہے کہ اُسے وہاں تک دُرے لگائے جائیں کہ جاں بلب ہوجائے اور قسم ہے اپنے والد کے سر کی کہ اگر یہ کام میرے سپرد کیا جائے تو میں بڑا خوش ہوؤں" میں نے دیکھا کہ نا فذ بے کا چہرہ کسی قدر زرد ہو گیا اور وہ کچھ کہنے ہی کو تھے کہ وہیہ خانم آگئیں اور دونوں بھائی علیحدہ ہو گئے۔ پیاری ہاجرہ اب تم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جو کچھ ادہم بے نے کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ خانم ایک لفظ بھی ملامت کا اپنے بیٹے کو نہ کہیں گے صرف تم پر بات آئیگی اور تمکو الزام لگائینگی کہ نا فذ بے پر

جادو کردیا۔ جب میں سوچتی ہوں کہ غصہ میں کیا کچھہ وہ نہیں کرسکتی ہیں تو میرا رُواں کھڑا ہو جاتا ہے
دل کانپنے لگتا ہے۔ جیسا میں اُنہیں جانتی ہوں تم نہیں جانتیں۔ جو کیفیت میں نے
اُن کی غصہ کی حالت میں دیکھی ہے تم نے نہیں دیکھی۔ سیکڑوں قصّے اُنکی سختیوں کے
ایسے بیان کروں کہ خوف سے تمہیں رات بھر نیند نہ آئے۔ لیکن اتنا کہدینا کافی ہے اور بس
اسی سے سمجھ لو کہ اگر پاشا صاحب اُنکی روک تھام کے لئے نہوں اور پاشا صاحب کا اُنہیں
خوف ہو تو کوئی لونڈی اُنکے پاس کام کاج کے لئے نرہے اور ہم سب کی سب بھاگ جائیں
مگر اس معاملہ میں پاشا صاحب مطلق دخل ندینگے اس لئے میری صلاح مانو اور حتی الامکان
نافذ بے سے بچو۔

میں ۔ ضرور۔ اور میں تو اب بھی ایسا ہی کرتی ہوں۔ پیاری قنچہ میں اس میں بالکل بے قصور
ہوں مجھے تو اسکا گمان بھی نہ تھا کہ نافذ بے مجھے یوں چاہنے لگیں گے۔

قنچہ ۔ مجھے تو پورا یقین ہے لیکن اور کوئی اسے نہیں ماننے کا۔ خانم سے لیکر بچے تک
سب یہی کہیں گے کہ شروع ہی سے تم نے یہ جال بچھایا ہوگا۔ میں تو دل سے چاہتی ہوں
کہ اور کسیکو اسکی خبر نہو اور یہ معاملہ آگے نہ بڑھنے پائے ورنہ سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

میں ۔ پاشا صاحب نے جو اسکا ذکر سنا تو کیا کہا؟

قنچہ ۔ میں ٹھیک نہیں جانتی۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی صورت میں نافذ بے کی اس قسم کی
دیوانی باتوں کو منظور کریں۔ لو اب خدا حافظ میں رخصت ہوتی ہوں اس لئے کہ ادہم بے کے
کمرے میں ابھی مجھے جانا ہے۔ لیکن ہاں ایک بات رہگئی۔ معلوم نہیں کہ تو با در بھی ان سب
باتوں سے واقف ہے یا نہیں۔ جہانتک میرا خیال ہے اُسے علم نہیں ورنہ کل تمہارے
ساتھ جانے کیلئے اُس نے ہرگز نہ کہا ہوتا۔ اُس کے سامنے قدم پھونک پھونک کر
رکھنا اس لئے کہ سب سے بڑی دشمن تمہاری وہی ہے۔

اتنا کہکر اور نہایت پیار سے میرا بوسہ لیکر نیک بخت قنچہ مجھسے رخصت ہوئی۔ اُسکے جاتے
ہی میں کرسی سے اُٹھی اور چارپائی پر پڑی یاس کی حالت میں بیٹھ گئی اس سے زیادہ اور
کرہی کیا سکتی تھی میرا بس ہی کیا تھا نافذ بے پر ضرور جان دیتی تھی لیکن خواب میں بھی کبھی یہ خیال
میرے دل میں نہیں گزرا تھا کہ اُن سے شادی کروں گی۔ یہ بات تو ہمیشہ دائرہ امکان سے مجھے
باہر معلوم ہوتی تھی اور میں اُسے ویسا ہی بے سروپا جانتی تھی جیسا کہ اوہام بے سمجھتے ہوں گے
لیکن دونوں بھائیوں کی گفتگو سنکر میں اور بھی دل وجان سے نافذ بے پر فدا ہو گئی تھی۔ میں
کیا اور میری اصل کیا جو مجھ ناچیز کے لئے وہ اپنا اسقدر نقصان کرنے اور سب کچھ ترک
کرنے پر آمادہ اور مستعد تھے اب تک تو میرے نزدیک وہ دنیا کے تمام مردوں سے صرف
زیادہ شریف اور بہتر معلوم ہوتے تھے لیکن آج سے اُنہوں نے میرے خیالات میں وہی
اوج پایا اور میں اُنہیں سچا ہیرو سمجھنے لگی۔ جب اُنکی گفتگو یاد کرتی تھی میرے دل کو اُن پر کچھ
اِس قسم کا اور اس درجہ ناز ہوتا تھا کہ بمصداق اِس کے کہ ہر چیز کی زیادتی خراب ہوتی ہے
اُس کی شدت سے کسی قدر تکلیف ہونے لگتی تھی اور پھر اپنی ناچیزی سامنے آجاتی تھی۔ یہی
سوچتے سوچتے میں کھڑی ہو گئی اور آئینہ کے پاس جاکر اپنے آپ کو محض عیب جوئی کی نظر سے
تکنے لگی۔ لو ہادرے میں ہرگز زیادہ حسین نہ تھی۔ میری نیلگوں آنکھیں۔ چھوٹا نقشہ اور دُبلا پتلا
جسم اُس کی ہٹ پکتی جوانی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ تھا باایں ہمہ نافذ بے مجھے چاہتے تھے
اور اس قدر کہ تمام خاندان کی مخالفت کرنے کو تیار تھے۔ یہ سوچکر خوشی بھی اتنی ہوئی کہ جامہ میں
پھولی نہیں سماتی تھی اور تھوڑی دیر کے لئے اِس دلفریب خیال میں ایسی محو ہو گئی کہ اُسوقت دنیا
ومافیہا کی مطلق خبر نہ رہی۔ لیکن نہایت ہی تھوڑی دیر کے لئے۔ اِس لئے کہ یہ ممکن نہ تھا کہ ہم
دونوں کی شادی ہوتی اور یہ پہلے ہی ارادہ کر چکی تھی کہ حتی الامکان نافذ بے کو اُنکے ارادے
سے باز رکھنا چاہیئے۔ نانی جان سے جو وعدہ میں نے کیا تھا وہ ابتک میرے دل

پر نقش تھا یعنی میں قسم کھا چکی تھی کہ کبھی کوئی امر خانم آفندی کے خلاف مرضی نہ کروں گی۔ حالانکہ اسوقت یکایک بلا اپنے کسی فعل کے میں اس جرم کی مرتکب ہوا چاہتی تھی۔ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ مجھکو بے قصور سمجھتیں تھینہ نے سچ کہا تھا کہ پورا الزام میرے ہی سر آئیگا۔ ایک ترکی مثل ہے کہ " مرد کتے کی مانند ہے۔ جبتک اُسے چمکاری نہ دو تمہارے پاس نہیں آنے کا" اس لئے سب یہی کہیں گے کہ میں نے ہی نافذ بے کو پرچایا ہوگا۔ اب میں جو اِس اپنی بیجا اور بے موقع صحبت کے یقینی خراب نتائج پر غور کرنے لگی تو میرا دل بھر آیا اور آپ کو چارپائی پر ڈالکر آنسوؤں کا دریا بہانا شروع کیا۔ اتنا روئی کہ ہچکی بند ہگئی اور بیتاب ہوکر چلا اٹھی:۔
" نانی جان۔ نانی جان۔ تم مجھے تنہا کیوں چھوڑ گئیں۔ ہائے میں اب کیا کروں " یہ کہہ ہی رہی تھی کہ پڑوس کی مسجد سے موذن نے لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کی میں نے نہایت یکسوئی سے اُن مقدس الفاظ کو سنا جس سے مجھے کسیقدر تسلی ہوئی پھر نہایت خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی کی۔ اور اُس کے فضل و کرم کے لئے دعا مانگی۔ اِس سے میرا دل بالکل ٹھہر گیا اور کھڑکی کے پاس جاکر جھک کر باہر دیکھنے لگی۔ چاندنی چاروں طرف چھٹکی ہوئی تھی اور حرم سرا کا باغ کچھ اس دلفریبی کے ساتھ فرحت بخش تھا کہ اِس نظارہ نے اور بھی میری طبیعت سنبھال دی۔ میں خاموش کھڑی ہوئی تھی اور رات کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بڑی دلفریبی اور عجیب ناز و ادا سے میری گرم پیشانی کا رہ رہ کر بوسہ لے رہی تھی کہ باتوں کی آواز میرے کان میں آئی۔ میں ہوشیار ہوگئی اور نیچے نظر کی تو دو شخصوں کو باہر بر آمدے میں آتے دیکھا۔ یہ دونوں سگرٹ پی رہے تھے اور میں نے فوراً پہچان لیا کہ ایک علی بے تھے اور دوسرے نافذ بے۔ ترکی آداب کے مطابق بیٹا باپ کے سامنے تماکو نہیں پی سکتا ہے اس لئے ظاہرا یہ دونوں صرف سگرٹ پینے کے لئے باہر آئے تھے۔

میں ذرا پیچھے ہٹ گئی اس لئے کہ دونوں ٹھیک کھڑکی کے نیچے تھے اور چونکہ اُس وقت ہر طرف خاموشی تھی اپنے کمرے سے میں اُنکی گفت گو صاف سُن سکتی تھی۔

علی بے کہہ رہے تھی یہ مشفق من تم ناجرہ سے شادی نہیں کرسکتے۔ میرے نزدیک ادہم بے کی راے باصواب ہے"

میں نے نافذ بے کا جواب نہیں سنا اس لئے کہ اسوقت دونوں ٹہلتے ہوئے کسی قدر دور چلے گئے تھے لیکن ایک لحظ نہیں گذرا تھا کہ وہ لوٹے اور اس مرتبہ نافذ بے کسی قدر آزردہ خاطر ہوکر کہہ رہے تھے :۔

"مجھے وہ اچھی معلوم ہوئی۔ اگر انہوں نے سمجھا کر اس معاملہ کو مجھ ہی پر چھوڑ دیا ہوتا تو بات ہی کیا تھی کوئی اس سے بھی دشوار امر ہوتا تو میں اُس میں کامیاب ہوگیا ہوتا اور اُس خیال کو اپنے دل سے دور کردیتا۔ لیکن انہوں نے تو بیجا طور پر کچھ اس طریقہ سے ایک خوبصورت جوان لڑکی اور ایک خوبصورت (یہی لفظ میری نسبت بھی انہوں نے استعمال کیا) مرد کی شناسائی کی بُرائیاں بیان کیں۔ اُسکے نتایج بد کا خوف دلایا اور لڑکی پر جو مصیبت آئیگی اُسکی تصویر کھینچی کہ اُنکے خوش کرنے کو میں ناجرہ سے جان تو چھڑاتا ہوں لیکن اُسکے خیال میں ایسا محو رہتا ہوں کہ اگر انہوں نے دخل نہ دیا ہوتا تو اُس کا نصف خیال بھی مجھے نہ ہوتا"

میں اب اور زیادہ سننا نہیں چاہتی تھی اس لئے کھڑکی بند کرنے کو ہاتھ بڑھایا لیکن اُسیوقت کسی کی آہٹ معلوم ہوئی اور میں نے دیکھا کہ علی بے اور نافذ بے جو کہ اُس دم ٹھیک میری کھڑکی کے نیچے ایک بینچ پر بیٹھے ہوئے تھے فوراً کھڑے ہوگئے اور اپنے سگرٹ پھینک دئے۔

نصر اللہ پاشا۔ تم دونوں یہاں ہو! باغ میں کیسی اچھی ٹھنڈک ہے! کمرے میں تو مارے گرمی کے دم رُکتا ہے۔ نافذ۔ یوسف پاشا کے لڑکے نے قضا کی۔ کل تم اُنکے جنازے

میں شریک ہو سکو گے یا نہیں؟ کل مجھے بہت کام ہے اور ادہم دفتر سے اسقدر دیر سے آتے ہیں کہ ٹھیک وقت پر شریک جنازہ نہو سکیں گے۔

نافذ بے - آنندیم - اگر جناب چاہیں تو میں جا سکتا ہوں۔

نصر اللہ پاشا - مہربانی - میں دل سے چاہتا ہوں کہ تم جاؤ یوسف پاشا میرے پرانے دوست ہیں میں نہیں چاہتا کہ اُن کو یہ خیال کرنے کا موقع ملے کہ میں مصیبت اور تکلیف کے وقت اُن کا شریک نہیں ہوں۔

یہاں تک گفتگو ہونے پائی تھی کہ میں نے کھڑکی بند کر دی اور چارپائی پر لیٹ کر جو کچھ کہ نافذ بے اور علی بے کی بات چیت سنی تھی اُسے بھول جانے کی کوشش کرنے لگی۔
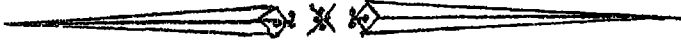
باب چہارم

اس شب کو مجھے اچھی طرح نیند نہ آئی اور علی الصباح ابھی کپڑے پہن رہی تھی کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا اور بوباور آموجود ہوئی۔

بوباور۔ خانم نے حمیدہ کے ہاں جانے کی اجازت دیدی ہے جلدی کپڑے پہن لو بس ابھی چلتے ہیں۔

میں نے نہایت خوشی سے اپنی رضا مندی ظاہر کی اسلئے کہ اپنے ارادے کے مطابق اس ذریعہ سے کم از کم ایک ہی روز کے لئے نافذ بے کی نظر سے دور رہونگی۔ بوباور فوراً چلی گئی۔ اور میں ابھی نقاب ہی چہرے پر نہیں ڈالنے پائی تھی کہ وحیدہ خانم تشریف لائیں۔

وحیدہ خانم (نہایت مہربانی سے) میں سنتی ہوں تم آج باہر جانے والی ہو۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ چلکر تمہارا بناؤ سنگھار کردوں۔ میرے پاس آکر بیٹھو تو تمہاری نقاب درست کردوں۔

میں نے تہ دل سے اُن کا شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئی۔ میرے سر کے بال ٹھیک کرتے کرتے اور خوبصورتی سے نقاب لگا کر وحیدہ خانم یوں مخاطب ہوئیں :۔

ہاجرہ۔ آج میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن ایسا نہو کہ کسی کو یہ معلوم ہو کہ تمکو اس کا علم ہے۔ حمیدہ کے بیٹے داؤد نے اماں جان کے پاس تمہارے شادی کا پیغام بھیجا ہے اسلئے کل جب بوباور سے تمہارے حمیدہ کے ہاں جانے کا حال معلوم ہوا تو والدہ نے والد سے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں تمہارا وہاں جانا مناسب ہے یا نہیں۔ والد

نے بلا تامل کہا کہ اس میں کوئی ہرج نہیں چونکہ منگنی ابھی تک نہیں ہوئی ہے اور نہ کسی قسم کی رسم ادا ہوئی ہے۔ آج بوبا اور حمیدہ سے جا کر یہ بھی کہے گی کہ آیندہ ہفتہ میں انگوٹھی چھلا لیکر آئیں"

میں گھبرا کر اچھل پڑی اور کانپتی ہوئی آواز میں نہایت حیرت سے کہا " انگوٹھی چھلا؟"
وحیدہ خانم۔ ہاں ٹھیک تو ہے۔ ہاجرہ۔ خیر باشد تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ تمہاری نانی کی بھی خوشی تھی اور اُن میں اور حمیدہ میں یہ بات قریب قریب طے بھی ہو چکی تھی۔
میں نے اپنا منہہ ہاتھوں سے چھپا لیا اور خاموش رہی۔ مجھے اس معاملہ میں کسی طرح دخل نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ سوچکر کہ چاہتی تو میں اور کسی کو تھی اور شادی کسی اور کے ساتھ ہونے والی تھی میری روح کانپی جاتی تھی۔
وحیدہ خانم۔ (تلخی سے) خدا کے لئے کسی اور کے سامنے اس طرح نہ پیش آنا ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ داؤد کے ساتھ تم شادی کرنا نہیں چاہتی ہو اور ذرا غور تو کرو کہ اس میں کتنی بدنامی ہوگی۔ لو بس سر اٹھاؤ کہ میں تمہارے بال پھر درست کردوں۔ پیاری ہاجرہ یہ سراسر تمہاری بیوقوفی ہے کسی نہ کسی دن آخر تم بیاہی ہی جاؤگی۔ ذرا اپنی صورت تو آئینہ میں دیکھو۔ اس صورت پر بھی حمیدہ تم کو پسند نہ کرے تو اُس سے بڑھکر اُلٹی سمجھ کی اور کوئی ساس دنیا میں نہ ہوگی۔
میں نے تعمیل حکم کی اور آئینہ دیکھنے لگی۔ وحیدہ خانم نے میری چوٹی گوندھنے سے پہلے سامنے کے بال ایک طرف کسی قدر پھیلے کردئے تھے اور اسی جانب ایک خوبصورت کنگھی ترچھی لگا کر اُسپر ایک سفید نقاب عجیب بانکپن سے باندہ دی۔ اُس روز میں واقعی بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتی تھی اور اس خیال سے شرم کے مارے میرا چہرہ سرخ و سفید ہو رہا تھا اس کے بعد وحیدہ خانم نے میری گلابی رنگ کی ریشمی پوشاک

سامنے سے ہٹ ٹیک کی - پیٹی لگائی اور فرغل پہنا کر رخصت ہوا ہی چاہتی تھیں کہ بوہا ور آگئی -

کچھ دیر بعد ہم دونوں ایک ساتھ مکان سے روانہ ہوئے اور مردانخانہ تک خاموش چلے گئے جہاں کہ سب غلام صحن میں جمع تھے - اُن میں سے ایک نے ہنسکر بوہا ور سے سرکیشین زبان میں کچھ کہا لیکن وہ اسقدر اپنے خیالات میں محو تھی کہ سنا نہیں -

غلام - (ہنسکر اور ترکی زبان میں) - جانمن کیا اپنی زبان بھول گئیں یا اتنا دماغ ہو گیا ہے کہ مجھ جیسے غریب سے ہمکلام ہونے میں ہتک عزت سمجھتی ہو؟

دوسرا غلام (ایک سیاہ چشم اور بلند قامت شخص جسکی نسبت میں نے حرم سرا میں سنا تھا کہ بوہا ور کا رشتہ کا بھائی تھا -) بوہا ور کا مزاج پہلا سا نہیں رہا اور سچ بھی ہے کہ جس حالت میں وہ ایسے بڑے شکار کی فکر میں ہو جیسے نا فذبے تو ہم بیچاروں سے کیوں بات چیت کرنے لگی - کیوں پیاری کب تک پاشا صاحب کی بہو بننے کی امید ہے ؟

بوہا ور (نہایت تلخی سے) جب تم اُنکے داماد ہو گے جس قدر تمہارے داماد بننے کی امید ہے اُسیقدر میرے بہو ہونے کی - شاکر آغا ہمارے ساتھ چل سکتے ہو؟ مجھے تمسے کچھ کہنا ہے -

شاکر آغا - ابھی تو ممکن نہیں اسلئے کہ پاشا صاحب ہنوز مکان میں ہیں - اُن کے باہر تشریف لیجانے کے بعد آسکتا ہوں بتلاتی جاؤ کہ تم سے کہاں آکر ملوں -

بوہا ور - ہم آیا صوفیہ جارہے ہیں - پُل پر تمہارا انتظار کرینگے -

شاکر آغا - بہتر - تو اب دوڑ جاؤ - پاشا صاحب کے لئے شفقت گاڑی تیار کرنے کو کہہ رہا ہے -

میں - (ملاحظاً - سڑک پر پہونچکر) - بوہا ور تم نے اس شخص کو ساتھ چلنے کے لئے

کیوں بلایا ؟

لوہاور (تیز ہوکر) کیوں کیا ہرج ہے ؟ میرا بھائی ہے اُس سے ہر وقت بات کرسکتی ہوں۔

میں۔ سچ کہتی ہو لیکن مجھکو یہ حق حاصل نہیں۔

لوہاور۔ جی ہاں! تم تو ایسی باتیں کرتی ہو جیسے تمہارے گانوں میں عورتیں مردوں سے بات چیت ہی نہیں کرتیں۔

میں نے کچھ جواب نہ دیا اسلئے کہ لوہاور سچ کہتی تھی۔ لیکن پھر بھی یہ خیال مجھے ستاتا رہا کہ شاکر آغا کو بلانا نامناسب تھا۔ بہرحال لوہاور کے کام میں میں نے اور زیادہ مزاحمت نہ کی اسلئے کہ میں دیکھ چکی تھی کہ ایک گھر کی لونڈیاں اور غلام آپس میں بات چیت کرسکتے تھے۔ یہ خانہ بدوش لڑکیاں بوجہ اور کوئی غمگسار نہونے کے غلاموں سے ہمیشہ اُنس رکھتی تھیں اور جو تعلق کہ آپس میں ایک جگہ خدمت کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اُسکو خوشی سے قایم رکھنے کی کوشش کرتی تھیں۔ پل تک تو لوہاور اور میں خاموش چلے گئے لیکن پانچ منٹ نہیں گزرنے پائے تھے کہ شاکر آغا آملے اور وہاں سے ہم یکجا روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر تک لوہاور سرکیشین زبان میں شاکر آغا سے گفتگو کرتی رہی۔ نافذنبے کا نام کئی مرتبے انکے درمیان آیا جسکی وجہ سے مجھے ذرا تردد پیدا ہوا چونکہ ممکن تھا کہ میری نسبت جو اُسے شبہ تھا اُس کا ذکر وہ کرتی ہو۔ لیکن بہت جلد دونوں ترکی زبان میں بات چیت کرنے لگے جو کہ میری رائے میں سرکیشین زبان کی بہ نسبت زیادہ آسانی سے بولتے معلوم ہوتے تھے۔

شاکر آغا۔ (آہستہ سے)۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس معاملہ میں تمہاری مدد کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ اُس قسم کی عورتوں سے میں کبھی نہیں ملا۔ لیکن ہاں بخت ایک مرتبہ ایک ایسی عورت کا ذکر کرتا تھا اور وہ غالباً

اتؔ[۱] میدان میں رہتی ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ اُسے کچھ آتا بھی ہے یا نہیں۔

میں (یہ دیکھکر کہ جو گفتگو ہو رہی تھی وہ قصداً میرے سنانے کو تھی)۔ کس چیز کا ذکر ہو رہا ہے؟

لوہاور۔ میں کسی عاملہ کے پاس جانا چاہتی ہوں اور شاکر آغا ایک سے واقف بھی ہیں۔ چلو سب ایک ساتھ جائیں۔ کیوں شاکر آغا اتؔ میدان میں رہتی ہے نا؟ یہ مقام زیادہ دور تو نہیں ہے؟

شاکر آغا۔ بہت نزدیک ہے۔ ہاجرہ خانم تمہاری کیا رائے ہے۔ چلیں؟

میں۔ اگر لوہاور یہی چاہتی ہیں تو خیر۔

میں وہاں جانا نہیں چاہتی تھی لیکن چونکہ لوہاور کی یہی آرزو تھی اسلئے ہم اتؔ میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ عاملہ سرعسکریت کے پیچھے ایک چھوٹے سے مکان میں رہا کرتی تھی اور حالانکہ پہلے شاکر آغا نے اُسکے مکان کے پتہ سے لاعلمی ظاہر کی تھی لیکن راستہ سے خوب واقف معلوم ہوتا تھا حتیٰ کہ مکان کے دروازہ پر پہونچکر چھڑی سے دستک دی ایک ضعیفہ نے دروازہ کھولا اور اُس عاملہ کے پاس ہمکو لے گئی۔ وہ اُسوقت انگیٹھی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن ہمیں دیکھکر کھڑی ہو گئی اور آگ پر تھوڑا لوبان ڈالدیا۔

لوہاور (میرے کان میں)۔ پہلے تم اپنی قسمت آزمائی کرو اور آئندہ کی کیفیت

---

[۱] اتؔ میدان اصل میں اُس قدیم سرکس اور تماشہ گاہ کا نام ہے جو قسطنطنیہ میں پرانے زمانے سے ہے اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو بعد فتح قسطنطنیہ جب سلطان محمد ثانی شہر میں داخل ہوا تو اُسکی نظر اس عمارت کے اُس ستون پر پڑی جو کہ تین پیچیدہ سانپوں کی شکل کا تھا اور اپنے گرز سے ایک سانپ کا منہ توڑ ڈالا۔ اسی نام سے آجکل ایک محلہ مشہور ہے۔ مترجم

اس سے دریافت کرو۔

لیکن میں نے انکار کیا اسلئے کہ اگر وہ اپنے فن میں کامل نہ تھی تو اس سے کچھہ پوچھنا عبث تہا اور اگر وہ اس علم سے واقف تھی تو میں نہیں چاہتی تھی کہ لوہادر کے سامنے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جسکا پوشیدہ رکھنا میرے لئے لازم تہا۔

لوہادر آپ آگے بڑہی اور کہا "میں کچھہ اپنی نسبت پوچہنا نہیں چاہتی صرف یہ چاہتی ہوں کہ جس طرح میری مرضی ہو اُس طرح ایک معاملہ پیش آئے اُسکی نسبت میں تم سے تخلیہ میں کچھہ کہونگی"

الغرض دونوں مجھہ سے کسی قدر دور ہوگئیں اور بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتی رہیں وہ عاملہ اُس گفتگو کے بعد کمرے سے چلی گئی اور لوہادر شاکر آغا سے مخاطب ہوئی اور سرکیشین زبان میں گفتگو کرنے لگی۔ میں اُنسے اور کسی قدر علیحدہ ہوگئی اور دل ہی دل میں نہایت افسوس کرنے لگی کہ میں ناحق وہاں گئی اسلئے کہ صاف ظاہر تہا کہ لوہادر نافذبے کی محبت کے لئے تعویذ لکھا رہی تھی۔ مگر اپنے دل کو یہ کہکر سمجھایا کہ اس میں اپنی بہتری تھی کیونکہ اگر نافذبے اُس تعویذ کے اثر سے لوہادر کو چاہنے لگے تو اُنکی کوئی مخالفت نہ کریگا گو ضرور ہے کہ مجھے یہ حالت دیکھکر سخت صدمہ ہوگا۔ میرے لئے تو بہرصورت یہی حشر ہونا تہا۔ اسلئے کسی قسم کا رنج کرنا فضول تہا۔ تہوڑی دیر بعد وہ عاملہ کوئی چیز ہاتھہ میں لئے ہوئے آئی اور لوہادر سے کہنے لگی:۔

لو یہ سرخ کاغذ تو اُن کے دروازہ کے سامنے دفن کر دینا۔ جتنا زیادہ اُسپر سے گذریں اچھا ہے"

اسقدر کہنے پائی تھی کہ لوہادر نے اُسے آہستہ بولنے کے لئے اشارہ کیا جسپر کہ اُسنے ایک سفید کاغذ اور ایک موم بتی اور لوہادر کو دی اور چپکے چپکے اُنکے استعمال کی نسبت

ہدایت کی - لوہاور نے دو اشرفیاں اُسے دیں اور ہم رخصت ہوئے -
سڑک پر پہونچتے ہی لوہاور نے نبتی اور دونوں کاغذ شاکر آغا کو دیدیئے وہ اُنہیں لیکر علیحدہ ہو گئے لوہاور اور میں حمیدہ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے -
بیچاری حمیدہ ہمیں دیکھکر نہایت ہی خوش ہوئی اور محمود نے مجھے اپنے کمرے میں بلاکر بڑی محبت سے پیار کیا -
محمود (مجھے نہایت فخر سے دیکھکر) بڑی کہ تم کسقدر خوبصورت ہو گئی ہو! ایک شخص تو تم کو دیکھکر بیولانہ سا ہو گا - ناجرہ وہ دن یاد ہے جبکہ تم اپنے گانوں سے میرے ساتھہ آئی تہیں ؟ اسوقت تم کتنی چہوٹی سی تہیں - اور اس وقت تو پوری سلطانہ معلوم ہوتی ہو -
میں محمود کے پاس بیٹھی ہوئی تہی اور اُدہر لوہاور حمیدہ کو خانم کا پیغام پہونچا رہی تہی لیکن نہ معلوم اسوقت یہ پیغام مجھے کیوں اسقدر ناگوار نہیں معلوم ہوا جتنا کہ پہلے - محمود اور حمیدہ کا مجھے دیکھکر اتنا خوش ہونا اور از حد میری خاطر تواضع کرنا اور محبت سے پیش آنا ان باتوں نے مجھے اپنی سابق زندگی اور اپنا پُرانا مکان یاد دلا دیا اور میرے دل پر کچھہ اس قسم کا اثر پیدا کیا کہ میں سوچنے لگی کہ اگر صرف نافذ بے کی یاد نہ ستاتی اور اُنہیں کسی طرح بہول سکتی تو داؤد کی بی بی ہو کر میں ناخوش نہ رہتی -
میں نے داؤد کو نہیں دیکھا اسلیئے کہ اُسکی والدہ نے ہمارے آنے سے اُسے مطلع کر دیا تہا جسکی وجہ سے وہ باہر ہی رہا - لیکن سہ پہر کے وقت حمیدہ کی یہ رائے ہوئی کہ سیر کے لئے باہر چلنا چاہیئے اور جب ہم مکان سے نکلے تو داؤد سامنے کے قہوہ خانہ سے برآمد ہو کر کسی قدر فاصلے پر ہمارے پیچھے پیچھے نگرانی کے لئے ساتھہ ہو لیا -
میں نے کئی بار داؤد کی طرف چپکے سے دیکھا - باپ کی طرح اُسکے چہرے سے

بھی مہربانی اور نیکی کے آثار عیاں تھے اور اُنھی کی مانند کم و بیش تھا لیکن آنکھوں سے چالاکی ظاہر ہوتی تھی اور بھویں بہت موٹی تھیں۔ پل پر پہونچکر وہ اپنی ماں کے پاس آیا اور کہا کہ اگر ایوب سلطان جانیکا ارادہ ہو تو کشتی مل سکیگی۔ یوہا درخوشی سے راضی ہو گئی اور ہم لوگ کشتی میں سوار ہو کر ایوب سلطان پہونچے۔ داؤد برابر کشتی کے دوسرے کنارے پر رہا اور میں نے دیکھا کہ جب کبھی میں اپنی چھتری کسی قدر اُٹھاتی تھی تو وہ ہر بار نظر بچا کر میری طرف دیکھ لیتا تھا۔

قبرستان پہونچکر ہم سب علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور چونکہ گرمی نہایت سخت تھی میں اپنے ساتھیوں کو پھرتا چھوڑ کر ایک کونے میں گھاس پر لیٹ گئی۔ اُس روز قبرستان میں بڑا مجمع تھا اور تعجب کی بات یہ تھی کہ میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے جو معمولی درجے کے لوگوں سے بڑھکر تھے۔ تھوڑی دیر تک میں آس پاس کی قبروں کے کتابے پڑھتی رہی لیکن بہت جلد میرے خیالات پھر اپنی ہی حالت پر آ جمے اور میں اسی فکر میں غرق ہو گئی۔ نہیں معلوم کتنی دیر میری یہ حالت رہی لیکن ایک ایسی آواز نے مجھے ہوشیار کر دیا جس سے میں واقف معلوم ہوتی تھی۔ پھر کر جو دیکھتی ہوں تو نافذ بے سلطان کے ایک ایڈی کانگ کے ساتھ پھر رہے ہیں۔ فوراً مجھے نصر اللہ پاشا کی گذشتہ شب کی گفتگو یاد آگئی یعنی یوسف پاشا کا لڑکا یہاں دفن ہونے والا تھا اور نافذ بے شریک جنازہ ہونے کے لئے آئے تھے۔ میں جانتی تھی کہ ایوب سلطان آنے میں کوئی ہرج نہ تھا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ نافذ بے سے اگر ملاقات نہوئی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ نافذ بے اور وہ ایڈی کانگ

٭ ایوب سلطان ایک خوبصورت گانوں کا نام ہے جو کہ حوالی قسطنطنیہ میں واقع ہے اس کے قریب ہی سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کی قبر ہے۔

مترجم

میرے نزدیک سے گذرے تو میں کھڑی ہو گئی اور اپنے ساتھیوں کو ادھر اُدھر دیکھنے لگی لیکن صرف داؤد نظر پڑا جو کہ چند قدم کے فاصلے پر ایک درخت سے لگا کھڑا تھا اور ظاہرا میری نگرانی کر رہا تھا۔ مجھے اُس سے کلام کرنے سے سخت نفرت معلوم ہوتی تھی لیکن اُسوقت ایسی مجبوری کی حالت تھی کہ تمام تہذیب اور تنفر کو بالائے طاق رکھکر میں اُس کے پاس گئی اور اُس کے بازو کو چھوا۔

میں۔ اور سب کہاں ہیں ؟

اور میرے تمام چہرہ پر خون دوڑ گیا۔

داؤد (میری طرح شرماکر) مجھے معلوم نہیں کیا تم اُن سے ملنا چاہتی ہو ؟

میں۔ جی ہاں۔ نافذ بے بھی یہاں ہیں۔ بہتر ہے کہ وہ ہمکو دیکھنے نہ پائیں۔

داؤد۔ تو میں والدہ وغیرہ کو بلائے لاتا ہوں۔ کیا نافذ بے تمہیں یہاں دیکھکر ناراض ہوں گے ؟

میں۔ نہیں ناراض تو نہیں ہونگے۔ لیکن بات یہ ہے کہ کوئی آقا نہیں چاہتا کہ اُسکی کنیز باہر جائے۔ اسلئے کہ بعض وقت ایسی ٹیڑھی آن پڑتی ہے کہ اگر کوئی اجنبی شخص کہیں اُس کنیز سے کچھ کہہ بیٹھے تو آقا کے خلافِ طبع ہوگا اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اُس اجنبی کو کچھ نہ کہہ سکیگا۔

میرا جواب قابلِ اطمینان نہ تھا اور میںنے دیکھا کہ وہ اُسے اچھی طرح سمجھا بھی نہیں لیکن اُسنے اسی کو کافی سمجھا کہ میں اُسکی والدہ اور تو ہا در کو بلانا چاہتی تھی اور کوئی سوال نہ کیا۔

داؤد (ادھر اُدھر دیکھکر اور کسیکو نہ پاکر)۔ معلوم نہیں دونوں کس طرف چلی گئی ہیں۔ میں ابھی تلاش کر کے لاتا ہوں۔

وہ تو اُدھر گیا اور ادھر پیچھے سے کسی نے میرا نام لیکر پکارا۔ دیکھوں تو نافذ بے ہیں

اُن کے چہرہ سے ناراضی پائی جاتی تھی اور اُن کی آنکھیں غصہ سے چمک رہی تھیں۔
نافذ بے (ڈپٹ کر) یہ کون شخص تھا اور تم یہاں کیسے آئیں؟
میں (ڈر کر) آپ کی والدہ نے ہمیں حمیدہ کے ہاں جانے کی اجازت دی تھی ہم یہاں پھرنے کے لئے آئے ہیں۔
نافذ بے۔ تم نے میرے پہلے سوال کا جواب نہیں دیا۔ وہ کون شخص تھا جس سے تم ابھی بڑے اختلاط سے باتیں کر رہی تھیں؟
میں۔ (نہایت مسکینی سے) یہ حمیدہ کا لڑکا داؤد تھا۔ لوہار اور حمیدہ کے بلانے کیلئے میں اُسے بھیج رہی تھی۔
نافذ بے۔ لیکن تم لوہار اور حمیدہ سے علیحدہ کیوں ہوئیں؟ کس لئے ایک مرد کے ساتھ یہاں تنہا ہو اور ایسے گستاخ اور شوخ مرد کے ساتھ جس نے کہ تمہارے ساتھ شادی کا پیغام بھیجا ہو؟
نافذ بے کا طرز کلام مجھے بہت ہی بُرا معلوم ہوا۔ اُنکے خاندان کے مجھ پر کچھ ہی احسان کیوں نہ ہوں اُنہیں کوئی حق نہ تھا کہ مجھ سے لونڈی کی طرح پیش آتے۔
نافذ بے (ذرا ٹھہر کر) تو کیا میں یہ سمجھوں کہ یہ شخص تمہارا پُرانا دوست ہے؟ کیا تمہاری رضامندی کا پہلے سے اُسے یقین تھا جو اس بیوقوف بقال کے لڑکے نے تم سے شادی کا پیغام بھیجا؟
اُنکے حقارت آمیز لہجے اور لفظ بقال کے استعمال سے جو کچھ ترشح ہوتا تھا اُسے سوچکر میرے دل پر سخت چوٹ لگی اور میں نے بھی اُنہیں کی طرح مغرورانہ انداز سے اُنکی طرف نظر کی۔
میں ۔ اگر وہ بقال کا لڑکا ہے تو آپ شاید بھول گئے کہ میں بھی ایک لوہار کی بیٹی ہوں

میں خوب جانتی ہوں کہ میرا کیا رتبہ ہے اُسسے بڑھانے کا مجھے کبھی حوصلہ نہیں ہوا۔
یہ نہایت احمقانہ جواب تھا لیکن اُسوقت غصے میں مجھے کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔
نافذبے (سردمہری سے)- یہ ٹھیک ہے - مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تم میں اتنی سمجھ ہے کہ اپنا بُرا بھلا سمجھ لیتی ہو - صرف اتنا خیال رہے کہ جب تک ہمارے مکان میں رہو اس بات کا لحاظ و پاس رکھو کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جس میں ہماری ننگ وناموس ہو - اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مکان کی ایک جوان لڑکی اپنے یار سے
ایوب سلطان آکر اسطرح ملاقاتیں کرتی ہے تو ہماری کسقدر بدنامی ہو!
میں اُسوقت اسقدر غصہ میں بھری ہوئی تھی کہ اپنی صفائی میں ایک بات بھی میری زبان سے نکل نہ سکی - اس لئے ہم دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔
نافذبے (نہایت غصہ سے)- میں سخت احمق اور پاگل تھا جو تمکو دوسری سرکیشین لڑکیوں سے زیادہ شریف اور پاکدامن سمجھا - لیکن آج معلوم ہوا کہ اُنمیں اور تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ تم عیاری میں اُن سے بھی زیادہ پختہ ہو - اگر تمہیں میرے محبت آمیز برتاؤ سے کسی قسم کی امید پیدا ہوئی ہو تو اُسے دل سے دور کردو اسلئے کہ میں نہیں چاہتا کہ داؤد جیسے شخص کو میرے نام کی ہنسی اُڑانے کا موقع ملے۔
یہ باتیں سنکر مجھکو اتنا سخت صدمہ ہوا کہ اپنے آپ کو ضبط نہ کرسکی اور جواب دینے کی جرأت ہوئی -
میں (آہستہ سے)- آقائے من آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ میرے ساتھ اس قسم کے الفاظ زبان پر لائیں - اور جس حبیب کے دل سے دور کرنے کو آپ فرماتے ہیں میں اُسے بخوشی بھول جاؤں گی اِس لئے کہ جب سے مجھے اس کا علم ہوا ہے کہ آپ کے خیالات میری طرف کیسے ہیں تب سے خوشی کی بہ نسبت مجھے رنج اور

صدمہ زیادہ ہوا ہے۔
جواب دیتے وقت میں نافذ بے کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی اس لئے یہ نہ معلوم ہوا کہ میرے الفاظ کا اُن پر کیا اثر ہوا۔ اور چونکہ اسی وقت لوہاور اور حمیدہ بھی آگئیں ہماری بات چیت ختم ہو گئی۔
حمیدہ نے نافذ بے کو دیکھتے ہی اُنکی بلائیں لیں اور بڑی آؤ بھگت شروع کی لیکن اُنہوں نے (حالانکہ ہمیشہ سے بڑے خوش خلق تھے) اُسوقت خلاف معمول اِن باتوں کا خیال نہ کیا اور لوہاور سے کہا :۔
"گھر جاؤ دیر ہو رہی ہے۔ اب ہی مکان پہونچتے پہونچتے رات ہو جائے گی"
یہ سنکر میں فوراً چلنے کے لئے مڑی اور میرے ساتھی میرے پیچھے ہو لئے۔ لیکن نافذ بے کے بے موقع آجانے کی دبی زبان سے شکایت کرتے جاتے تھے۔ میری حالت اُسوقت ناگفتہ بہ تھی مجھکو ایسا صدمہ پہونچا تھا کہ اُنکی گفتگو میں شامل ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا اور قبا تاش پہونچنے تک میں بالکل خاموش رہی۔ یہاں پر ہم کشتی سے اُترے اور پیدل چلنے کے لئے تیار ہوئے۔ لوہاور داؤد کا شکریہ ادا کر رہی تھی کہ میری اور داؤد کی آنکھیں چار ہوئیں اُسوقت کچھ اس انداز سے اُسکی نگاہ مجھ پر جمی ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی چیز کے دریافت کرنے کی فکر میں ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ نافذ بے کی گفتگو کی وجہ سے جو جوش میری طبیعت نے کھایا تھا اُسکے کچھ نہ کچھ آثار اب تک میرے چہرے سے عیاں ہوتے ہونگے اس لئے یہ سوچکر کہ کہیں داؤد نے کچھ نہ سمجھ لیا ہو میرا چہرہ شرم سے زرد ہو گیا۔ لیکن اسمیں تو مجھے ضرور کامیابی ہوئی کہ میرے ہر عاشق کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں اُسکے رقیب کو چاہتی تھی۔
نافذ بے کی کشتی ہم سے آگے نکل چکی تھی اور چونکہ چار آدمی اُسے چلاتے تھے

اس لئے وہ ہمارے مکان پہونچنے کے پہلے ہی ہال میں موجود تھے۔ چونکہ کھانے کا وقت نزدیک تھا اور سب لونڈیاں اُسکے انتظام میں مصروف تھیں اور گھر کی بیبیاں ابھی تک اوپر ہی تھیں ناقذبے تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اور بوہادر جو اُس کمرے میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے میری طرف نگاہ بھی نہ کی صرف بوہادر کو روکا اور نہایت تلخی سے کہا:۔

"آج صبح میں نے سر عسکریت کے قریب تمہیں شاکر آغا کے ساتھ دیکھا اور پھر شام کو تم داؤد کے ساتھ ایوب سلطان گئی تھیں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ اس قسم کا چال چلن میں اپنے والد کی لونڈیوں میں جائز رکھونگا؟"

بوہادر کے چہرے پر گھبراہٹ سے مردنی سی چھا گئی اور اپنے آپکو سنبھالنے کے لئے کرسی پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

بوہادر۔ خداوند۔

اسیقدر کہنے پائی تھی کہ میں نے اُسکے چہرے سے معلوم کیا کہ وہ شاکر آغا کو قصداً اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کرے گی اور یہ کہے گی کہ اتفاقیہ راہ میں مل گئے تھے لیکن ناقذبے کی نگاہ اُسے آگاہ کر رہی تھی کہ جھوٹ بولنا بے فائدہ ہے اور اس لئے وہ خاموش ہو گئی۔

ناقذبے (اُسی لہجہ میں) جھوٹ کہنے کی تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ دوپہر کے وقت شاکر آغا سے میں نے پوچھا تھا اُنہوں نے سب کیفیت تمہارے آنے جانے کی کہہ سنائی ہے۔ تم خوب جانتی ہو کہ اگر والدہ سے میں اس کی اطلاع کر دوں تو وہ تم کو اسقدر پٹوائیں کہ تم قریب المرگ ہو جاؤ۔ لیکن چونکہ اس معاملہ میں تمہارا اتنا قصور نہیں ہے میں صرف تمہاری وجہ سے اسکی خبر نکروں گا۔ اگر پھر آجرہ عالموں کے پاس عشق و

محبت سے کے تعویذ لانیکو جانا چاہیں یا ایوب سلطان جاکر اپنے عاشق سے خفیہ طور پر ملاقات کرنا چاہیں تو تم اُنکے ہمراہ ہرگز نہ جانا - تم پر مجھے اختیار حاصل ہے جو کہ خدا کا شکر ہے ہاجرہ پر نہیں -

جیسے ہی یہ حیرت انگیز اتہام میں نے سنا میرے منہ سے بیساختہ چند کلمے تعجب کے نکل پڑے لیکن ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ کس صورت سے اس کا جواب دوں جو بوہاور کا راز افشا نہ ہو کہ نافذبے اُٹھے اور باہر چلے گئے -

تھوڑی دیر تک کمال حیرت اور رنج سے میں بالکل بدحواس رہی - بوہاور میرے پاس کھڑی ہوئی تھی - لیکن اُسکے چہرے کا رنگ درست ہوگیا تھا جس سے پایا جاتا تھا کہ اُس کے دل سے کوئی بھاری بوجھ اُسوقت اُٹھ گیا - ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اُس سے کس قدر اُمید ہمدردی اور شرافت کے برتاؤ کی کرنی چاہیئے اس لئے یہ سوچکر کہ اُس سے کچھ کہنا سننا بیفائدہ ہے میں آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف چلی اور اندر جاکر ایک کوچ پر لیٹ گئی - رفتہ رفتہ یہ معمّا میری سمجھ میں آنے لگا اور میری آنکھیں کھلیں - شاکر آغا کو معلوم تھا کہ بوہاور نافذبے کے لئے منگائی گئی تھی - غالباً بوہاور نے اُس سے نافذبے کی طرف سے ناامیدی کا اظہار نہیں کیا تھا اس لئے ابتک وہ یہی سمجھتا تھا کہ اُسکے نوجوان آقا نافذبے کی شادی بوہاور ہی سے ہوگی - پس اُسے ضرور یہ خوف ہوا ہوگا کہ صحیح صحیح کیفیت بیان کرنے سے نافذبے بوہاور سے ناراض ہوجائیں گے - برخلاف اِس کے اگر میرے سر سب کچھ تھوپ دیا جائے تو نافذبے کو چنداں خیال نہ ہوگا -

نافذبے نے اُس روز جو کچھ خیالات میری نسبت ظاہر کئے تھے اُنھیں سوچکر میں نے اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا اور زار و قطار رونے لگی - اِس کے ساتھ ہی میں نے

اپنے آپ کو سمجھایا کہ یہی سب سے بہتر ہوگا کہ میں اپنی صفائی نافذ بے سے نکروں - یہ خوب جانتی تھی کہ نافذ بے کی طبیعت ایسی ہے کہ جب کبھی اُنہیں موقع ملے گا وہ میرے زخموں پر نمک چھڑکنے سے باز نہ آئینگے اور اس کا برداشت کرنا سخت مشکل ہوگا - لیکن اتنا تو ہوگا کہ اُس ٹیڑھی کھیر اور اُن خراب نتیجوں سے بچ جاؤں گی جو کہ اُنکے عاشقانہ برتاؤ سے ظہور پذیر ہوتے - غالبًا تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بھی مجھے منہ نہ لگا سکینگے اور میری زندگی اسقدر فکر میں نہ گذرے گی جس کا اس وقت خوف تھا -

باوجود اتنے عاقلانہ اور مضبوط ارادوں کے جب میں کھانے کے کمرے میں جانے لگی تو میرا دل زیادتی رنج سے بیٹھا جاتا تھا - آج باہر دسترخوان پر کوئی مہمان نہ تھا اس لئے افرالدہ پاشا بیٹوں کے ساتھ حرم سرا میں کھانا کھا رہے تھے - قریب جاکر میں نے پاشا صاحب کے کوٹ اور خانم آفندی کی گون کے کناروں کو بوسہ دیا - ادہم بے نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا جسے میں نے اپنے لبوں سے لگا لیا اور اسی طرح اور سب کے ساتھ بھی پیش آئی - لیکن جب نافذ بے کے قریب آئی تو اُنھوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا -

نافذ بے (میری طرف سے منہ پھیر کر) ابھی پانچ منٹ ہوئے کہ تم سے ملاقات ہو چکی ہے -

وحیدہ خانم ہنسنے لگیں اور دوسرے لوگ متحیر ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے -

وحیدہ خانم - نافذ کو ہمارے رسوم سے سخت نفرت ہے - قسطنطنیہ واپس آتے وقت تین سال اپنے پیرس میں کیا رہے کہ اُنکے دماغ میں عجیب وغریب خیالات مستورات کی عزت اور توقیر کی نسبت سما گئے ہیں جنکو کسی طرح وہ دور نہیں کر سکتے - یہی وجہ ہے

کہ وہ کبھی نہیں چاہتے کہ اُنکے ہاتھ کا بوسہ لیا جائے۔

ولیہ خانم (کچھ سوچکر) لیکن تعجب ہے کہ بے آفندی جو دس برس پیرس میں رہے ویسے ہی پکے ترک رہے اور اُن پر وہاں کی بود و باش نے مطلق اثر نہ کیا حالانکہ تمکے چھوٹے بھائی کے خیالات تین ہی مہینے میں بالکل بدلگئے۔

ادہم بے نے کھلکھلا کر ہنسے۔ اُنکے چہرے سے فکر اور پریشانی کے آثار بالکل غائب ہو گئے تھے۔

ادہم بے (خوش طبعی سے)۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ پر اس قسم کی خارجی چیزوں کا اثر بہ نسبت دوسروں کے کم ہوتا ہے۔ لیکن اگر تمہارا منشا تھا کہ میری تعریف کرو تو اُسکے لئے دوسری قسم کے الفاظ استعمال کئے ہوتے۔ آجکل کسی کو پکا ترک کہنا ایسا ہے جیسے سخت گالی دینا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ میرے خیالات کسی قدر پُرانی قسم کے ہیں اور خانم ہی نے پہلی مرتبہ اس امر کا اظہار نہیں کیا ہے دوسروں کی بھی یہی رائے ہے کل میں ایک نوجوان شخص کو اپنے دفتر میں ایک حکم سمجھا رہا تھا۔ سمجھا کر میں نے ادہر پیٹھ پھیری اور اُدہر اُس نے اپنے ایک ساتھی سے دھیمی آواز میں جسے میں سُن سکتا تھا کہا "ادہم بے پکے پُرانی فیشن کے آدمی ہیں۔ حمال کی طرح ہمیشہ ترکی ہی زبان میں بات چیت کرتے ہیں حالانکہ فرانسیسی زبان ایسی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب چاہتے ہیں تو نہایت خوبی اور پاکیزگی کے ساتھ بولتے ہیں"

علی بے۔ (مسکرا کر) پھر تم نے بھی اس کا کچھ جواب دیا؟

ادہم بے۔ کچھ نہیں۔ مجھکو کونسی غرض تھی کہ ایک حکم جسکے ترکی زبان میں لکھے جانے کی ضرورت تھی اُسے فرانسیسی زبان میں بتلاتا یا اس طریق عمل کے جا و بیجا ہونے کی نسبت بحث کرتا ورنہ اس کا نتیجہ صاف یہ ہوتا کہ جس کام کو میں جلدی سے انجام دلانا چاہتا تھا وہ اسی طرح پڑا رہتا اور اس بحث مباحثہ کے بعد بھی ہم میں سے کوئی قائل

ہوتا۔ گو میں اپنے احکام کی کسی نہ کسی صورت سے تعمیل کرا لیتا ہوں تاہم دفتر میں
میرے ساتھی بہت کم میری رائے کی وقعت کرتے ہیں اور مجھ سے چنداں خوش نہیں ہیں
اور ناخوشی کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں ذرا سخت گیر ہوں اور اُن کی بیہودہ باتوں کو نہیں سنتا
اسی طرح مجھے اُن لوگوں سے بہت کم ہمدردی ہے جو کہ شراب خواری قمار بازی اور دوسری
بیہودہ اور ذلیل حرکتیں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اہل یورپ کے رسوم اور عادات کی
نقل کرتے ہیں تاکہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جائیں یا یہ خیال کرتے ہیں کہ تہذیب کے
یہی معنی ہیں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو انسان اُس کی وجہ سے تباہ اور برباد ہو جائے۔
میں تو نہایت کشادہ دلی سے اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں اتنی عقل نہیں جو یہ سمجھ سکوں کہ بے ایمانی
اور ترقی ایک ہی چیز کا نام ہے۔

علی بے (مسکرا کر) مجھے تمہارے دفتر کے لوگوں کی حالت پر نہایت رحم آتا ہے
اُن بیچاروں کو یہ خبر ہی نہیں کہ اُن کی اس قسم کی بیجا حرکتوں سے کیا کچھ غصہ کا طوفان
تمہارے دل میں اُمنڈ رہا ہے۔ اپنے نزدیک وہ سمجھتے ہونگے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں
وہ سب قابل تعریف ہے اور اگر غلطی پر بھی ہیں تو اسلئے قابل معافی ہیں کہ جو کچھ کرتے
ہیں وہ گویا اُن خاص یوروپین اشخاص کی نقل کرتے ہیں جن سے اُن سے ملاقات ہے۔

نصر اللہ پاشا۔ اد ہم جو کہتے ہیں وہ سب صحیح اور درست ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں
ہے کہ جو تعصب ہم لوگوں میں سو برس پیشتر تھا اُس حالت پر پھر واپس چلے جائیں
لیکن اسی کے ساتھ میرے نزدیک ترقی کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اپنی قومیت اور زبان
کو اسقدر حقیر سمجھیں کہ اُنکا نام آنے سے شرما جائیں۔

علی بے (ہنسکر)۔ لیکن آفندیم ہماری زبان نے بھی تو ترقی کی ہے۔ مثلاً پہلے
ہمنے کبھی کوئی لفظ اپنی زبان میں ایسا نہیں سنا اور واقعی اس قسم کے لفظ کا

وجود ہی نہ تھا جیسا کہ لفظ آزر ہے جس سے مجموعی طور پر دیانت داری راستبازی حق شناسی اور حمیت مفہوم ہو لیکن جب سے ہمنے اس کا مرادف ترکی زبان میں ایجاد کیا ہے تب سے یہ ہر شخص کی زبان پر رہتا ہے۔

ناقد بے (طنزاً) سچ کہتے ہو۔ پہلے یہ صفتیں بذات خود موجود تھیں اب صرف نام ہی نام رہگیا ہے۔ شاید اسے بھی تم ترقی سے منسوب کروگے۔

ادہم بے (مسکراکر) کیسی کٹتی ہوئی کہی ہے اور پھر اپنی ہی پارٹی (جماعت) کے خلاف! مجھے تو اُمید ہے کہ اب ہماری پارٹی میں شریک ہو جاؤگے۔

ناقد بے (برہم ہوکر) دونوں پارٹیوں سے ایک بھی کسی قابل نہیں اور نہ اُس کے ممبروں میں سے کسی میں ذرہ بھر عقل و سمجھ ہے۔ میری سمجھ میں آجتک نہیں آیا کہ ان دونوں کا کیا منشا ہے۔ نوجوان ترکی جماعت کے طرفداروں کو اکثر اپنے مخالفین کے پنجۂ اختیار میں دیکھا ہے اور دوسرے بزرگ جو کہ کسی قسم کی تبدیلی کے خواہاں نہیں ہیں اور پُرانی لکیر کے فقیر ہیں اکثر اپنے بیٹوں کو یورپ کے دوسرے شہروں میں تعلیم کے لیئے بھیجتے ہیں جہانکہ نئے خیالات پیدا کرنے کا اُنہیں پورا پورا موقع ملتا ہے۔ پھر یہی بزرگ ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کے شاکی رہتے ہیں کہ اُن کے پہلے سے خیالات نہیں رہے اور اُنہیں ملامت کرتے ہیں کہ عیسائیوں سے نفرت کیوں نہیں کرتے اور شخصی سلطنت کو بُرا کیوں کہتے ہیں۔

علی بے۔ میں بڑا خوش ہوں کہ آج تمہیں پالٹیکس (امور سیاسی) پر بحث کرتے سنا کیوں کہ اکثر میں اس فکر میں غلطاں و پیچاں رہا ہوں کہ تم کس جماعت میں شریک ہو۔ اب تو تم کو ضرور بتانا پڑے گا کہ آجکل کی پولٹیکل حالت کی نسبت تمہارے کیا خیالات ہیں۔

نافذ بے نے جواب نہ دیا اور ایک شفتالو کاٹ کر کھانے لگے ۔

دلیہ خانم - آج بے طرح نافذ بے کی تیوری چڑھی ہوئی ہے لیکن خرابی تو یہ ہے کہ ایک مہینہ سے زیادہ ہوا کہ ان کی یہی کیفیت رہتی ہے - پیارے ابا جان اور جو بھی چاہے کیجیئے لیکن انہیں دوبارہ اناطولیہ نہ بھیجئے گا اسلیئے کہ دراصل یہ ہماری سزا ہوگی -

نصراللہ پاشا (بیٹے کی طرف دیکھکر) - نافذ تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں - کیا ایوب سلطان میں گرمی زیادہ تھی ؟

نافذ بے - نہایت سخت - دوسرے قبر کی ڈاٹ ٹوٹ گئی تھی اسلیئے تین گھنٹے کامل اسکی مرمت کا انتظار کرنا پڑا -

خانم آفندی (گھبرا کر) - کیا تم برابر دھوپ میں کھڑے تھے - تمہارے چہرے سے تو پیارے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں درد سر ہے -

نافذ بے (کسیقدر بے صبری سے) - نہیں اماں جان میں بالکل اچھا ہوں - صرف تھک گیا ہوں رات کو اچھی طرح نیند آگئی تو صبح تک بالکل طبیعت صاف ہو جائے گی -

خانم آفندی (کھڑی ہو کر اور یقین نہ کر کے) خدا ایسا ہی کرے ! تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے اور تم اچھے نہیں معلوم ہوتے -

نافذ بے بھی جانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور جڑے تو میں نے دیکھا کہ اُن کا چہرہ از حد زرد ہو رہا تھا اور آنکھوں کے نیچے بڑے بڑے حلقے پڑے ہوئے تھے - اسوقت میں اُنکے سب قصور بھول گئی اور نہایت دردمندی سے اُنکی طرف دیکھنے لگی - ناطاقتی بھی زیادہ معلوم ہوتی تھی اس لئے کہ وہ بدشواری مُنہ بنا کر کھڑے ہوئے

اور ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا۔ جو ارادے اور منصوبے میں نے اس بارہ میں کئے تھے کہ نافذ بے کے خیالات جو میری نسبت خراب ہو گئے تھے اُن کی تصحیح کے لئے کسی قسم کی کوشش نکروں گی وہ سب یہ حالت دیکھکر بھول گئی اور ملاپ کے لئے خود میں نے پیشقدمی کی۔ اس سے پہلے کہ حبس لونڈی کا یہ کام تھا وہ آکر ہاتھ دُہلانے کا برتن لیکر کھڑی ہوتی میں نے آپ اُسے اُٹھا لیا اور نافذ بے کے سامنے کیا اُنہوں نے نظر اُٹھاکر میری طرف دیکھا اور کسی قدر چین بجبیں ہوئے۔

نافذ بے (سرد مہری سے بلا میری طرف دیکھے ہوئے) عنایت و مہربانی لیکن تم تھک گئی ہو۔ مریم یہ برتن ان سے لیلو۔

مریم نے تعمیل حکم کی اور وہ ہاتھ دھو ہی رہے تھے کہ میں اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے جن سے کہ میری آنکھیں جل رہی تھیں کھڑکی کی طرف چلی آئی۔ افسوس! نافذ بے نے مجھے اپنی خدمت کے قابل ہی نہ سمجھا!

دوسرے دن ہم اسباب وغیرہ باندھنے میں مشغول رہے اور صرف شام کے قریب مجھے اتنا وقت ملا کہ گھر کی بیبیوں کے ساتھ باغ میں جاکر شریک ہوئی۔ ادہم بے اور نافذ بے دونوں موجود تھے۔ نافذ بے اپنے سب سے چھوٹے بھتیجے یوسف کو ایک درخت پر بٹھاکر پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ یوسف نہایت خوش ہو رہا تھا۔ اور ولیہ خانم اُسکی والدہ اُسکے گرنے کے خوف سے اُسیقدر پریشان تھیں۔

مجھے دیکھکر نافذ بے مُڑے۔ ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ لیکن اُنہوں نے بڑی حقارت سے نگاہ بچالی۔ میں نے نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا کہ وہ بیمار معلوم ہوتے تھے۔ آنکھوں میں بڑے بڑے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ رخسارے تمتمائے ہوئے تھے اور پیشانی میں شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔

نافذ بے ۔ ولیہ خانم دیکھو لڑکے کو اب میں چھوڑتا ہوں ۔ اُسے چاہیئے کہ کھڑا ہونا سیکھے ۔

ولیہ خانم ۔ (ہنسکر ۔ گو نافذ بے کے چھیڑنے کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھی ڈبڈبائے ہوئے تھے) درخت پر اسی سبب کہتی ہوں گر جائیگا ۔ مہربانی کرو جُوا اتار دو ۔ تاجرہ تمہارا کنا مان لینگے یوسف کو اُنکے پاس سے لے لو ۔

میں نافذ بے کی طرف بڑھی لیکن کچھہ سوچکر پھر کھڑی ہو گئی ۔ بارے انہوں نے میری تشویش کو رفع کر دیا یعنی یوسف کو اُتار کر زمین پر بٹھا دیا اور آپ بھی اُسی کے پاس لیٹ گئے ۔

نافذ بے (کسیقدر کشیدہ ہو کر) لو ۔ اب خوش ہوئیں ۔ خدا معلوم تم کو کیوں یقین نہیں ہوتا کہ اِس بندر کو میں ہرگز کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچاؤں گا ۔ شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھے اُس سے کسی خاص قسم کی دشمنی ہے جو اُسکی ایذارسانی کی فکر میں ہر وقت غرق رہتا ہوں ورنہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ پانچ منٹ بھی اُسے میرے پاس آئے ہوئے نہیں ہوتے کہ تم مارے خوف کے بدحواس ہو جاتی ہو ۔

ولیہ خانم ۔ لیکن میں کروں تو کیا کروں ۔ تم ہمیشہ بھول جاتے ہو کہ اُسکے ہاتھہ پیر لوہے کے نہیں ہیں اور ٹوٹ جا سکتے ہیں ۔ معلوم نہیں جب تمہارے بچے ہوں گے تو کیا کرو گے مجھے اُنکی حالت پر ابھی سے رحم آتا ہے ۔ اب تو نافذ بے میری یہی خواہش ہے کہ جلد تمہاری شادی ہو جائے ۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ شادی ہونے کے بعد تم کیسے معلوم ہوتے ۔

نافذ بے ۔ عنایت ۔ تم میری بڑی مہربان معلوم ہوتی ہو ۔ تقاضائے انسانیت تو غالبًا یہی ہو گا کہ میں تمہاری خوشی بجا لاؤں ۔ آؤ ابھی تصفیہ کر لیں ۔ تم میرے لئے بی بی

تلاش کردو اور میں تمہیں خوش کرنے کو اُس سے شادی کروں گا۔
ولیہ خانم۔ مذاق تو ایک طرف لیکن سچ تو ہے تم اپنی والدہ سے شادی کے لئے کیوں نہیں کہتے یہی وقت ہے اب دوسرا وقت کون ساآئے گا۔ ابھی سے لڑکی کی تلاش شروع کردیں۔
نافذ بے۔ اُن کو اختیار ہے اگر دل چاہے تو ایسا کریں لیکن وہ بھی جانتی ہیں کہ میرے لئے لڑکی تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خانم! میری طبیعت کے موافق لڑکی ملنا بہت مشکل ہے۔ ذرا وحیدہ سے تو دریافت کرنا۔ میرا خیال ہے ایک مرتبہ میں نے ایک فہرست اُنہیں دی تھی جس میں وہ تمام خوبیاں درج ہیں جو کہ میں چاہتا ہوں میری بی بی میں ہونی چاہئیں۔
وحیدہ خانم۔ (ہنسکر) جی مجھے نہیں دی تھی۔ آپ نے اِس معاملہ میں مجھے کبھی اپنا رازدار بناکر عزت نہیں بخشی۔ غالباً یہ راز سربستہ ہاجرہ سے افشا کیا ہوگا کیونکہ ادھر تھوڑے عرصہ سے آپ دونوں خوب گھُلے ملے رہتے ہیں۔
میں نے جلدی سے وحیدہ خانم کی طرف دیکھا کیونکہ میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ شاید یہ اصل معاملہ کی طرف اشارہ تھا لیکن اگر اُنہیں ایسا خیال ہوا بھی ہوتا ہم وہ اسقدر ہوشیار تھیں اور اِس خوبی سے بات پلٹ دیتی تھیں کہ اُنکے چہرے سے کسی قسم کے آثار اِس گمان کی تائید میں ظاہر نہوئے۔ اُنکی طرف سے مطمئن ہوکر میں نے نافذ بے کی طرف نظر کی۔ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے لیٹے تھے اور یوسف اُن کے پاس بیٹھا ہوا اُنکی گھڑی کی زنجیر سے کھیل رہا تھا۔ وحیدہ خانم کی گفتگو سے ظاہرا اُنکے دل میں بھی میری طرح شبہ پیدا ہوا تھا اور وہ اپنی بہن کی طرف نہایت غور سے دیکھ رہے تھے۔

نافذ بے - خیر اِس سے کوئی غرض نہیں کہ پہلے میں نے کس سے اِس کا ذکر کیا لیکن اگر تمہاری خوشی ہو تو اُن خوبیوں کو پھر بیان کر دوں -

وحیدہ خانم - ہاں ہاں ضرور - بس دیر نہ کیجئے ہم گوش دل سے سنیں گے -

نافذ بے - اولاً - وہ نہایت حسین ہو جیسی - (اسقدر کہکر مقابلہ کے لئے اُنہوں نے چاروں طرف دیکھا لیکن میری طرف قصداً نظر نہ کی) اچھا - جیسی ولیہ - وجہ کیا کہ دنیا کی سب اچھی اچھی چیزیں صرف آبی کے حصہ میں آئیں ؟

وحیدہ خانم (ہنسکر) - ولیہ - لو اپنے دیور کا شکریہ ادا کرو - میں بیچاری کسی شمار میں نہیں نافذ کے خیالات کے مطابق میں کچھہ بھی نہیں ہوں - بیچارے بے آفندی کی بھی کوئی پسند میں پسند ہے - کیا دیکھکر اُنہوں نے مجھہ سے شادی کی -

نافذ بے - سچ کہتی ہو اس معاملہ میں تو مطلق تمیز بیچارے کو نہیں ہے لیکن اپنی وضع کے اچھے شخص ہیں - اگر میں انکی جگہہ ہوتا تو پہلے خوب چھان بین کر لیتا تب شادی کی ہوتی خصوصاً نصراللہ پاشا کے خاندان میں جسکے دو ایسے نمونے یعنی آبی کو اور مجھے وہ دیکھہ چکے تھے -

وحیدہ خانم - میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی صاف صاف کہو غرض کیا ہے -

نافذ بے - میری پیاری بہن - جس حالت میں کہ ایک ہی خاندان کے دو شخص ایسے ضدی ہوں جیسے کہ ہم دونوں بھائی ہیں تو سمجھہ لینا چاہیئے کہ یہ کچھہ موروثی اثر ہے اور اسلئے ضرور ہے کہ اُس خاندان کی لڑکیاں بھی نہایت تند خو اور بد مزاج ہوں - میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم ایسی ہو لیکن پھر بھی ماشاء اللہ اپنی راے کی بڑی پکی ہو اور اپنی

ہی بات رکھتی ہو۔ پس میں چاہتا ہوں کہ میری بی بی بہ خود رائی مطلق نہ ہو۔ اُسے تو جیسا کہ قصوں میں لکھا ہے ایسا ہونا چاہیئے کہ جب میں مکان سے باہر جاؤں تو میرے آنے کا انتظار اس طور پر کرے کہ سر پر روٹی - ایک ہاتھ میں پانی اور۔

ولیہ خانم - (ہنسکر) اور دوسرے میں لکڑی لئے کھڑی رہے! تاکہ تم اپنی مرضی کے مطابق چاہے کھاؤ یا پیو یا اُسکی مرمت شروع کردو - عزیز من - اگر تمہارے لئے بی بی تلاش کرنے میں یہ سب دقتیں ہیں تو والدہ بجا کرتی ہیں کہ اِس کام سے جان چراتی ہیں اگر اسکا انتظام میرے سپرد کیا جائے تو میں تو ضرور انکار کردوں۔

نافذ بے - میں تو بڑا خوش ہوں اسلئے کہ تم پھر کبھی مجھے نہ چھیڑو گی۔ (یوسف کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں شیطان! اب تو تجھے تسلی ہوئی؟ تو نے بڑا کام کیا۔

یہ اسلئے کہ یوسف زنجیر پکڑ کے گھڑی گھمار رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چھوٹ کر ایک نزدیک کے درخت میں بڑے زور سے جا کر لگی۔

ولیہ خانم - مجھے سخت افسوس ہے - کیا ٹوٹ گئی؟ کیسا شریر لڑکا ہے - لیکن تم نے اُسے دے کیوں دی؟

نافذ بے - پیاری خانم - میں کس طرح اُس لڑکے سے بر آسکتا ہوں؟ آخر تمہارا ہی تو بیٹا ہے اُسکے سامنے اپنی چیز کی حفاظت کرنا عبث ہے - گھڑی تو ٹوٹ گئی لیکن مجھے اُمید ہے کہ تم اپنے شوہر کے ذہن نشین کردو گی کہ جب تک یہ مرمت ہو کر آئے مجھے ایک نئی گھڑی دینی پڑے گی۔

یوسف سے جو گھڑی چھین لی گئی تو وہ منہ بسور کر اور انگلی منہ میں لیکر چیخنے کے لئے تیار رہا۔

نافذ بے - (جلدی سے) - نہیں نہیں - دوست - جتنی گھڑیاں دل چاہے توڑ

ڈالو میں معاف کردوں گا لیکن سمجھو نہیں - لو ادہر آؤ اگر یہی خوشی ہے تو گھڑی بھر بے لو میں ہر طرح تمہیں خوش کرنے کو موجود ہوں اگر تم چپ ہو جاؤ - میرا سر درد سے پھٹا جاتا ہے -

وحیدہ خانم - ہاجرہ لڑکے کو تم سے لو - جب کبھی اُس پر شیطان چڑہتا ہے تو تم سے نہایت آسانی سے اتر جاتا ہے -

میں تعمیل ارشاد کے لئے بڑہی لیکن میرے پہونچنے سے پہلے ہی نافذ بے اُسے گود میں لیکر کھڑے ہو گئے -

نافذ بے (ادہم بے کے پاس جاکر) آپ سے سب ٹھیک رہتے ہیں امید ہے کہ اس لڑکے کو بھی خاموش کر سکیں گا -

اسوقت تک ادہم بے بڑے غور سے نافذ بے کی طرف دیکھ رہے تھے - یوسف کو لیکر اُسکی ماں کی گود میں بٹھا دیا اور مسکرا کر کہا :-

اگر "چاہتی ہو کہ اسکے ہاتھ پیر صحیح سالم رہیں تو دوبارہ نافذ کو نہ دینا - بڑی خیریت ہے کہ نافذ اپنے دل بہلانے کی چیزوں سے جلد تھک جاتے ہیں "

نافذ بے - (رکاوٹ سے ہنسکر) - لیکن آپ ساتھ ہی یہ بھی تو فرمایئے کہ اُنکے پیر پاؤں توڑنے کے پہلے ہی میں تھک جایا کرتا ہوں -

ادہم بے نے جلدی سے میری طرف دیکھا اور بغیر جواب دئے اپنی والدہ کی طرف چلے گئے -

ادہم بے - (ماں کے پاس بیٹھکر) - کیوں اماں جان - جیسا کہ ارادہ تھا کل ہم سب چل سکیں گے نا ؟

خانم آفندی - ہاں ضرور اور میں تو بڑی خوش ہوں اسلئے کہ گو نافذ بے لنتا ہے میں بالکل اچھا ہوں لیکن معلوم نہیں کیوں زرد ہوا جاتا ہے تبدیل آب و ہوا سے اُسے

فائدہ ہوگا۔

نافذ بے۔(اپنی سابق جگہہ پر آکر اور اُسی طرح لیٹ کر جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُسوقت اُنہیں کھڑا ہونا بار گذرتا تھا) اماں جان مجھے کسی قسم کی شکایت نہیں ہے۔ ہاں اِس سے انکار نہیں کرتا کہ اسوقت درد سر بہت سخت ہے لیکن اگر آپ اور والد اسی کو زیادہ سمجھیں اور گھبرا جائیں تو مجبوری ہے۔

خانم آفندی۔ ہاں کل تمھارے والد بھی تمھارے چلے آنے کے بعد کہتے تھے کہ خدانخواستہ تمھاری طبیعت کہیں خراب نہ ہوجائے۔

نافذ بے (جماہی روک کر)۔ تب تو میرے حال پر انکی آجکل بڑی مہربانی ہے۔ اُمید کرتا ہوں کہ ایسی ہی عنایت برابر رہے گی اور میری بیماری کا خوف اُنکے دل میں رہیگا کیونکہ اُس حالت میں وہ مجھسے اتنے ناراض نہوں گے جتنے اسطرف رہے ہیں۔

ولیہ خانم۔ یہ تو سب کچھہ ہوا لیکن نافذ بے تمنے اُسدن کے جھگڑے کا ذکر نہیں کیا۔ والد سے تم نے کیا کہا؟

نافذ بے۔ کچھہ کہا ہوتا تو تم سے بھی کہدیتا۔ میں تو صرف چپ چاپ نہایت ادب کے ساتھہ کھڑا رہا اور جیسا کہ مجھے چاہئے تھا جو کچھہ اُنہوں نے فرمایا گوش دل سے سنا۔ خدا نے اتنی عقل مجھے دی ہے کہ ایسے موقعوں پر جواب نہیں دینا چاہئے۔

ولیہ خانم۔ اچھا تو پھر والد نے تم سے کیا کہا؟ چونکہ میں نے اُنہیں کبھی غصہ ہوتے نہیں دیکھا ہے اسلئے میں جاننا چاہتی ہوں کہ غصہ کی حالت میں وہ کس طرح پیش آتے ہیں۔

نافذ بے۔ شاید تمہیں بھی کبھی اُنکے سامنے جانیکا ایسی حالت میں اتفاق ہوا اسلئے

محض تمہیں آگاہ کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ نہ تو وہ چلائے نہ ڈپٹے اور نہ مجھ پر رکابیاں اُٹھا کر پھینکیں اور نہ پھر چیخکر روئے کہ اگر نشانہ اچھا لگا ہوتا اور رکابیاں میرے لگتیں تو کسقدر چوٹ آتی۔

ولیہ خانم۔ (ہنسکر اور شرما کر) بس اب بیوقوفی کی باتیں نکرو اب میں ایسا کب کرتی ہوں؟

نافذ بے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اس بارے میں تم نے ترقی کی ہے۔ شاید اب نشانہ ایسا درست ہو گیا ہے کہ رکابیاں سیدھی لونڈیوں کے سر پڑتی ہیں اور تمہیں رونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وحیدہ! ولیہ خانم نے کتنوں کا سر توڑا ہے؟

وحیدہ خانم۔ (ہنسکر) نافذ اب اور زیادہ مت چھیڑو۔ اُسوقت اُنکی عمر بہت کم تھی مگر کیا واقعی والد تم پر بہت زیادہ خفا ہوئے؟

نافذ بے۔ تم بغیر دریافت کئے نہیں رہو گی۔ لو اب سنو۔ اُنہوں نے کہا کہ میں سخت احمق ہوں اور تجربہ سے مجھے ثابت ہو چکا ہے کہ اُنہوں نے بہت صحیح فرمایا گو شروع شروع میں مجھے اس سے انکار رہتا۔ آؤ چلو ملاقات کے کمرے میں چلیں تھوڑی دیر میں کھانیکا وقت ہو جائیگا۔

جیسے ہی دونوں گئے وحیدہ خانم میری طرف مخاطب ہوئیں۔

ہاجرہ خیر تو ہے؟ آج اسقدر خاموش کیوں ہو؟

میں نے دھیمی آواز سے کچھ تھک جانے کی نسبت کہا اور میرا جواب بلا کسی جرح کے منظور کر لیا گیا لیکن ساتھ ہی مجھے اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ نافذ بے اور میری کشیدگی کا حال ممکن نہیں کہ پوشیدہ رہ سکے اسلئے کہ جب وہ حرم سرا میں ہوتے تھے

توضرور تھا کہ یا تو میں خاموش رہتی یا مجبوراً اُنسے باتیں کرتی - خاموش رہنے میں تو کوئی ہرج
نہ تھا چونکہ وہ ہمیشہ خود ہی زیادہ باتیں کرتے تھے اور اُسوقت سب خاموش رہتے تھے
ہاں اُنسے گفتگو کرنے میں دقت معلوم ہوتی تھی اسلئے کہ وہ دل میں ٹھانے ہوئے
تھے کہ مجھے منہ نہ لگا سینگے...

باب پنجم

گو نافذ بے برابر یہی کہتے رہے کہ میں بالکل اچھا ہوں اور کسی قسم کی شکایت مجھے نہیں
تاہم دیہات پہونچنے کے دوسرے روز وہ بیمار پڑے اور اُس روز اُن سے اُٹھا
بیٹھا نہ گیا - شام کے قریب بخار کی اسقدر شدت ہوئی کہ مجبوراً ڈاکٹر بلایا گیا - مریض کو دیکھکر
اُسکے چہرے سے پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور نافذ بے کو ایک قسم کی دماغی
تپ بتلائی جو کہ اُسکی رائے میں غالباً ایوب سلطان میں زیادہ دیر دہوپ میں کھڑے رہنے
سے لاحق ہوئی تھی - ہم سب کو ایک ایک خدمت سپرد ہوئی اور دو چار روز کسی کو مطلق فرصت
نہ ہوئی - مکان میں عجیب طرح کی اُداسی چھا گئی تھی - شام کی وہ مزیدار نشست اور خوش
مزاجی کی گفتگو اور رقص و سرود سب کچھ موقوف تھا - ولیہ خانم کی پرمذاق
طبیعت بھی کند ہو گئی تھی اور وہ اور وحیدہ خانم اور خانم افندی دن رات مریض کے پاس
رہتی تھیں - خانم افندی کے استقلال و خودداری اور خشک آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا
تھا کہ اُنہوں نے اس بات کی قسم کھالی تھی کہ اُسوقت تک اظہار رنج و غم نکروں گی جب تک
کہ نافذ بے روبصحت نہولیں - اُن کی اس خاموشی اور مستقل مزاجی کو دیکھکر میرے دل

میں اُنکی عزت اور وقعت اور زیادہ ہوگئی اور لونڈیاں بھی گھبرائی نہیں اور دلجمعی سے کام کرتی رہیں۔ رنج وغم اس سے میرا دل پاش پاش ہوا جاتا تھا لیکن خوش قسمتی سے اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ اپنے دل کے قصے پر غور کرتی۔ اپنی نانی کی بیماری میں مریض کی خدمت گزاری سے اتنی واقف ہوگئی تھی کہ نافذبے کی تیمارداری کا مجھی پر زیادہ بار پڑا۔ گو نافذبے بیہوش ستے تاہم میری وجہ سے اُنہیں آرام ملتا تھا اور اسوجہ سے خانم آفندی ایک لحظہ مجھے کمرے سے باہر نہیں جانے دیتی تھیں۔ یہ بھی میرے لیے شکرگذاری کا مقام تھا کیونکہ اگر میں تنہا رہتی تو ضرور پاگل ہوگئی ہوتی۔

جو لوگ اپنے کسی پیارے عزیز کی علالت دیکھ چکے ہیں۔ جو کہ مریض کی حالت میں ہر نئی علامت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے دریائے امید وبیم کے تلاطم میں غوطہ زن ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے عالم یاس میں گھڑی کو چپ چاپ اپنا فرض ادا کرتے اور گھنٹہ پر گھنٹہ بجاتے دیکھا ہے اور اُسکی ہر آواز پر یہ خیال کیا ہے کہ وہ اُس پر ملال اور جانگداز وقت کی آمد آمد کی خبر دیتی ہے جس کے بعد مریض کو کسی کی خدمت وغیرہ کی ضرورت باقی نہ رہنے گی۔ یعنی صرف وہ لوگ جنہوں نے شہبازِ اجل کو اپنے پر آسایش مکان پر منڈلاتے دیکھا ہے اور اُسے اپنے کام سے باز رکھنے کی ناقابلیت اور بیچارگی محسوس کر چکے ہیں سمجھ سکتے ہیں کہ جب تک ڈاکٹر نے نافذبے کی حالت قابل اطمینان اور خالی از خطر نہ بتلائی اُسوقت تک رات دن مجھے کس قدر دراز معلوم ہوتے ہونگے اور مجھ پر اتنی مدت میں کیا کچھ نہ گذرا ہوگا اور میری کیا حالت رہی ہوگی۔

گو مجھے اس بات کا اُسوقت مطلق خیال نہ تھا تاہم نافذبے نے ایک مرتبہ بھی بیہوشی کی حالت میں میرا نام نہ لیا اور نہ اُن دلی خواہشوں کی طرف مطلق اشارہ

کیا جو کہ ایک وقت اُنکے نزدیک سب چیزوں سے بالاتر تھیں - آخرش ایک شب
جبکہ نافذبے کی حالت سنبھلنے لگی تھی ہم نے خانم آفندی کو مجبور کیا کہ ایک گھنٹہ
آرام فرمائیں - اُنہوں نے بمشکل منظور کیا اور چونکہ لونڈیوں کی طرف سے اُن کو پورا اطمینان
نہ تھا اور سمجھتی تھیں کہ وہ ضرور شور و غل کریں گی اور نافذبے کے آرام میں خلل انداز
ہوں گی مجھے مریض کی نگہبانی کے لئے چھوڑا -

ابھی کوئی پندرہ منٹ بھی نہ گذرے ہونگے اور میں ہمہ تن اس خیال میں محو تھی کہ نافذبے
کے اچھے ہونے کی کوئی امید ہوسکتی تھی - یا نہیں کہ دروازہ کا پردہ ہٹا اور ادہم بے دبے
پاؤں کمرے میں داخل ہوئے - مجھے بیٹھے رہنے کے لئے اشارہ کیا اور چارپائی کے
پاس آکر اُس گُھلے ہوئے جسم اور پوست و استخواں کو نہایت غور اور دردمندی کے
ساتھ دیکھنے لگے - میری طرح اُنہیں بھی ابھی زندگی کے موت پر فتح پانے میں شک
تھا کہ نافذبے کلبلائے اور آنکھیں کھولدیں - آج پہلی مرتبہ جب سے کہ بیمار ہوئے تھے
اُنہیں معلوم ہوا کہ اُن کی یہ حالت ہے - ادہم بے کو اُنہوں نے نہیں دیکھا لیکن میری
کرسی کی طرف نظر پڑ گئی اور غور سے دیکھنے لگے -

نافذبے (انتہا پیار سے) - میری پیاری ہاجرہ کیا تم ہو؟ میں ضرور بیمار تھا اسلئے
کہ نہایت تھکا ہوا اور بہت کمزور معلوم ہوتا ہوں - میری جان ادھر آؤ اور مجھے پیار کرو -
میں کٹری تو ہوگئی لیکن اس پس و پیش میں تھی کہ کیا کروں کہ ادہم بے میری طرف
مخاطب ہوئے :-

"ہاجرہ - نافذ جو کہتے ہیں کرو - اسوقت مریض کی طبیعت کے خلاف کچھ نہیں
کیا جاسکتا ہے"

میں شرماتی ہوئی آگے بڑھی اور جھک کر نافذبے کی پیشانی کا بوسہ لیا - میری ارا

میں تو جو پاس عزت و شرم مجھ میں تھا وہ اس دفعہ ہمیشہ کے لئے کھو بیٹھی لیکن ادہم بے اور نافذ بے کی یہ رائے نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جیسے ہی مینے سر اُٹھایا ادہم بے میری طرف جھکے اور آہستہ سے کہا:-

"ہاجرہ تم بڑی پیاری لڑکی ہو میں تمہارا نہایت ممنون ہوں۔ ایسے موقع پر مریض کا کہنا نہ ماننے سے اُسکی جان کا خوف تھا۔"

بوسہ لیتے وقت نافذ بے کسی قدر مسکرائے لیکن پھر میری طرف غور سے دیکھنے لگے۔

نافذ بے۔ (آہستہ سے)۔ میں تم سے ناراض تھا لیکن یہ بھول گیا کہ کس لیئے ابی کتنے دن سے میں بیمار ہوں؟

ادہم بے۔ عزیز من تمہیں بیمار ہوئے اتنے دن ہوئے کہ اسوقت تم کو چپ چاپ پڑے رہنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ تنگ نہ جاؤ۔ بس اور زیادہ باتیں نہ کرو اور سو جاؤ۔

ادہم بے یہ کہتے ہی جاتے تھے اور ساتھ ہی نافذ بے کے تکیے درست کر رہے تھے۔ اُنہیں ٹھیک کر کے نافذ بے کو اُٹھایا اور پھر ایسی نرمی اور آہستگی سے لٹا دیا کہ میں بھی اگر کرتی تو ایسا ہی کرتی۔

نافذ بے نے خوش ہو کر بھائی کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا:-

"ابی! اور کیا کیا صفتیں آپ میں موجود ہیں جنکا ابھی تک مجھے علم نہیں؟ مجھے کبھی خیال بھی نہ تھا کہ آپ کی تیمارداری کی بھی ایک روز تعریف کرنی پڑیگی۔ لیجئے اب آپ کا حکم بجا لاتا ہوں اور زیادہ بات چیت نہ کروں گا۔"

یہ کہکر اُنہوں نے کروٹ لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ جس جگہہ میں بیٹھی تھی ادہم بے وہاں آئے اُنکے چہرے سے خوشی کے آثار پائے جاتے تھے۔

ادہم بے (دہیمی آواز سے)۔ نافذ بے کی ابھی زندگی ہے۔ بچ گئے۔ پیاری ہاجرہ تم تو اب تھک گئی ہوگی اور سب کہاں ہیں؟

میں نے متعجب ہوکر ادہم بے کی طرف دیکھا اسلئے کہ آجتک انہوں نے کبھی اس قسم کے محبت کے الفاظ میری نسبت استعمال نہیں کئے تھے لیکن میں نے خیال کیا کہ نافذ بے کو روبہ صحت دیکھکر انہیں اتنی خوشی ہوئی تھی کہ ظاہرا یہ اُسی کا اُبال تھا۔

میں (آہستہ سے)۔ خانم افندی سو رہی ہیں۔

ادہم بے۔ تو میں ابھی جاکر حمیدہ کو بھیجتا ہوں تمہیں بھی تھوڑا آرام کرنا چاہیئے۔ یہ کہکر ادہم بے رخصت ہوئے اور تھوڑی دیر بعد وحیدہ خانم آئیں۔ اُن کے اصرار سے میں بھی سونے کے لئے چلی آئی۔ نافذ بے کی حالت اچھی دیکھکر مجھے ازحد خوشی ہوئی اور اپنے خیال کیا کہ اچھی طرح اُن کی خدمت کرنے کے لئے تھوڑا آرام کرنا بھی ضرور تھا۔

دوسرے روز صبح آنکھ جو کھلی تو میرے سر میں اس شدت کا درد تھا کہ میں چارپائی سے اُٹھ نہ سکی اور چونکہ قنچہ سے سنا کہ ڈاکٹر کی رائے تھی کہ نافذ بے اب بہت جلد اچھے ہوجائینگے میں نے خیال کیا کہ اگر پورے دن آرام کروں تو کسی قسم کی شکایت نہوگی۔ اسلئے دن بھر میں اپنے ہی کمرے میں رہی۔ شام کے وقت کسی قدر درد ہلکا ہوا تو نافذ بے کو دیکھنے کے لئے گئی۔ وہ اُسوقت سو رہے تھے اور خانم افندی اُنکے پاس بیٹھی ہوئی تھیں میں بھی اُنکے قریب خاموشی سے جا بیٹھی اور اُنہوں نے جھک کر مجھے پیار کیا۔ اس سے مجھے تعجب ہوا لیکن نافذ بے کی علالت کے زمانہ میں مجھ سے سب گھر کے لوگ نہایت محبت کرنے لگے تھے۔ پندرہ منٹ بعد نافذ بے نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف دیکھا اور مجھے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا جس سے ثابت ہوتا تھا کہ کل اُن کا حافظہ کیسا ہی خراب رہا ہو آج تو وہ بہت

ٹھیک معلوم ہوتا تھا۔

ولیہ خانم جو میرے بعد آئی تھیں نافذ بے کی طرف جھکیں اور بڑے اضطراب سے پوچھنے لگیں:۔

"کیوں پیارے نافذ۔ اب تو طبیعت پہلے سے اچھی ہے نا؟"

نافذ بے (تھکی ہوئی آواز سے) ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن کمزوری اتنی ہے کہ میں غالباً ایک چیز ہے سے بھی برنہ آسکوں۔ ابی کہاں ہیں؟

ولیہ خانم۔ ابھی آئے نہیں۔ جاؤں بلالاؤں؟

نافذ بے۔ نہیں تکلیف نہ کرو۔ لو وہ خود ہی آگئے۔ ابی ادھر آئیے۔ ایک گھنٹہ سے میں آپکا منتظر ہوں۔

ادہم بے مریض کی طرف بڑھے۔ لیکن نافذ بے سے بات چیت کرنے کے پہلے میری طرف مخاطب ہوئے اور نہایت مہربانی سے کہا:۔

"آج دنکو تمہاری طبیعت اچھی نہ تھی۔ میرے نزدیک تو ہاجرہ تم نے ادھر اپنی برداشت سے زیادہ محنت کی ہے"

میں شکریہ ادا کرتی ہوئی نہیں نہیں کہہ رہی تھی کہ نافذ بے میری طرف تھوڑا پھرے اور غور سے دیکھنے لگے۔

نافذ بے۔ (کھرے پن سے) ۔ کیوں تمہیں کیا ہوا؟ تمنے اپنی کیا حالت کررکھی ہے؟

ولیہ خانم (جلدی سے) تمہاری علالت میں انہوں نے بڑی محنت کی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ والدہ نے ان کے بغیر کیا کیا ہوتا ہم سے تو کچھ نہ ہوسکتا اسلئے کہ گھبراہٹ سے ہمارے سب کے دماغ خراب ہوگئے تھے۔

نافذ بے۔ لیکن مجھے تو اسمیں کلام ہے کہ تمہارے دماغ نے بھی جو خراب ہو جاتا۔

والدہ اور میں دونوں تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں اسلئے انہیں تمہاری حالت پر مطلق تعجب نہوگا۔لیکن والدہ کے ہوش وحواس تو ضرور بجا رہے ہونگے۔

ولیہ خانم۔کچھ شک نہیں۔بیچاری والدہ نے تو بہت ہی محنت کی۔ڈاکٹر کا حکم تھا کہ تمہارے آرام میں کسی طرح خلل نہ آئے اور چونکہ وہ جانتی تھیں کہ لونڈیوں سے کوئی کام بلا دوڑ دھوپ اور چیخ پکار کے ہونا ناممکن تھا اسلئے ہم سب کے اس کمرے میں آنے کی ممانعت کردی اور صرف ناجرہ کو تیمار رکھا جنہوں نے کہ نہایت خاموشی سے تمہاری خدمت گذاری کی۔

خانم آفندی۔ناجرہ مریضوں کی خدمت نہایت عمدہ طور پر کرتی ہے۔حالانکہ تمہاری بیماری کیوجہ سے اُسے بھی اُتنی ہی فکر تھی جتنی ہم لوگوں کو تاہم وہ مطلق نہ گھبرائی اور نہایت استقلال کے ساتھ کام کیا۔

نافذ بے۔(بھائی کی طرف مڑکر) میں چاہتا ہوں آپ مجھے کچھ پڑھکر سنائیں باتیں کرنے کی تو مجھ میں ابھی اچھی طرح طاقت نہیں ہے لیکن سننا چاہتا ہوں۔

ادہم بے میز کے پاس گئے اور ایک اخبار با آواز بلند پڑھنا شروع کیا نافذ بے نے تھوڑی دیر آنکھیں بند کرلیں لیکن پھر میری طرف دیکھنے لگے۔ظاہرا اخبار کی طرف اُن کا دھیان نہ تھا۔اسی درمیان میں نصر اللہ پاشا اور علی بے بھی آ گئے تھے اور مریض کی چارپائی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔نافذ بے نے آدھے گھنٹہ بعد اپنے بھائی کو اخبار پڑھنے سے روک دیا۔

نافذ بے۔ابی! اب آپ تھک گئے ہونگے اور مجھے بھی نیند معلوم ہوتی ہے۔اماں جان میں اب اچھا ہوں اسلئے آپ بھی آرام فرمائیں۔کوئی ایسے کام کی ضرورت نہوگی جس کی وجہ سے شور وغل کرنے کا موقع ملے بس ایک لونڈی میرے پاس

رہنے دیجئے۔

خانم آفندی۔ نہیں - ہاجرہ رہے گی - آج دن بھر وہ آرام کر چکی ہے کسی کوچ پر یہاں لیٹی رہے گی۔

نافذبے - (جلدی سے) - میں ہاجرہ کو ہرگز نہیں رہنے دوں گا - وہ خود ایسی بیمار معلوم ہوتی ہیں کہ انکی خدمت کیجاے۔

نصراللہ پاشا نے میری طرف نہایت مہربانی کی نظر سے دیکھا۔

نصراللہ پاشا - نافذ سچ تو کہتے ہیں - ہاجرہ اس قابل نہیں معلوم ہوتی کہ بیٹھی رہے بوہاور سے یہاں رہنے کو کہو - کیا وجہ کہ وہ اپنے آقا کی خدمت نکرے اور آج شب کو تو نافذ کو کسی چیز کی ایسی ضرورت نہوگی۔

نافذبے - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شروع ہی سے بوہاور یہاں کیوں نرہی - آخر ہاجرہ نہوتیں تو بوہاور کو مجبوراً میرے پاس خاموشی کے ساتھ بیٹھنا پڑتا یا نہیں ؟ دوسرے اسکے کیا معنی کہ بوہاور یا اور کوئی لونڈی بلا چیخ پکار اور دوڑ دھوپ کئے مجھے ایک گلاس پانی نہ دیسکتی یا میرا بچھونا درست نکرسکتی - یہ نہایت نامناسب ہے کہ ہاجرہ کو میری وجہ سے اتنی تکلیف دیجاے حمیدہ دیکھیں گی تو کیا کہیں گی ؟

اس گفتگو کے بعد میرے چہرے کی زردی کے متعلق بحث کرنے کی ضرورت باقی نرہی اس لئے کہ نافذبے کا کلام سنکر میرا رنگ بالکل سرخ ہوگیا - ادہم بے نے فوراً میری طرف نظر دوڑائی اور اُسوقت جتنے لوگ وہاں موجود تھے سب نے میری اس حالت کو دیکھا - خانم آفندی نے بیٹے کی طرف چیں بجبیں ہو کر نظر کی۔

نافذبے - اچھا اور میں کچھ نہ کہوں گا - لیکن ہاجرہ کو آپ یہ کام ندیں میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میرے لئے انکی جان جاے - ہاجرہ! لو جاؤ اور سو رہو کہ تمہارے

چہرے کا رنگ پھر درست ہو جائے ورنہ اگر تم بیمار ہو گئیں تو تقاضائے انسانیت و مروت یہی ہوگا کہ بطور شکر گذاری کے میں بھی تمہاری تیمارداری کروں حالانکہ مجھ میں اتنی لیاقت نہیں ہے کہ تمہاری طرح ایسی عمدگی کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکوں۔ خانم افندی نے مجھے جانے کے لئے اشارہ کیا اور میں نے تعمیل حکم کی۔ میری اُس وقت عجیب کیفیت تھی اپنے کمرے میں پہونچتے ہی ایک کوچ پر لیٹ رہی اور رونا شروع کیا۔ نافذبے نے اُس روز بڑی عنایت سے مجھ سے گفتگو کی تھی لیکن جس حالت میں کہ ایوب سلطان والے واقعہ کے بعد میں دعا مانگ چکی تھی کہ خدا کرے وہ مجھ سے نفرت کرنے لگیں تو یہ نہایت ناموزوں اور نامناسب تھا کہ محض اس وجہ سے میں رونے لگوں کہ نافذبے کو اب میری طرف سے صبر ہو گیا تھا اور دل کو سمجھا چکے تھے کہ میں دوسرے کی بی بی بنونگی۔ لیکن میں نے اپنی طبیعت کے سنبھالنے کی مطلق کوشش نہ کی اور بیساختہ روتی رہی۔

کئی روز گذر گئے اور کوئی نئی بات پیش نہ آئی۔ اُس دن سے نافذبے کے پاس تنہا رہنے کا مجھے پھر کبھی موقع نہ ملا۔ اس لئے کہ اب وہ اچھے ہوتے چلے تھے اور گھر کے سب لوگوں کی وہیں نشست رہتی تھی۔ مجھ سے اتنے سیدھے ہو گئے تھے کہ معمولی اخلاق سے میرے ساتھ پیش آنے لگے تھے لیکن شاذ ہی کبھی مجھ سے بولتے تھے حتیٰ کہ ولیعہ خانم بھی اسے تاڑ گئیں۔

ولیعہ خانم۔ پیارے نافذ کوئی تم پر احسان کرتا ہے تو تم اُس کا شکریہ عجیب طریقہ سے ادا کرتے ہو۔ جب سے اچھے ہوئے ہو شاید گنتی کی دس باتیں بھی ہاجرہ سے تم نے نہ کی ہونگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے تمہاری خدمت کیا کی کہ تم اُن سے اُسی کی وجہ سے ناراض ہو گئے۔

خوش قسمتی سے اُسوقت نافذ بے کے پاس صرف ولیہ خانم اور یہیں دو ہی شخص تھے
خانم آفندی اور وحیدہ خانم کسی مہمان کے آجانے کی وجہ سے نیچے چلی گئی تھیں -
نافذ بے ایک کتاب پڑھنے کی کوشش میں تھے - لیکن ولیہ خانم کی بات سنکر
اُسے علیحدہ کر دیا -

نافذ بے - پیاری بہن - تم غلطی پر ہو - مجھے ہاجرہ سے کسی قسم کا رنج نہیں ہے -
اور میں اُن کی عنایت کا مشکور ہوں -

ولیہ خانم - تو پھر پیشتر کی طرح آپس میں بات چیت کیوں نہیں کرتے ؟ تم دونوں کو
آپس میں گفتگو کرنے سے ایسی نفرت ہے جیسے دو اجنبی شخصوں کو -

نافذ بے - اجنبیوں کو نفرت کہاں ہوتی ہے ؟ بات چیت کرنا صرف خلاف وضع
سمجھتے ہیں - ورنہ مجھے تو بڑی خوشی ہو کہ اگر ممکن ہو سکے تو احمد پاشا کی لڑکی بجائے نیچے
ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے میرے پاس آکر بیٹھیں -

ولیہ خانم - واقعی بڑی اچھی لڑکی ہے اگر تم چاہو تو تمہارے ساتھ شادی بھی
ہو سکتی ہے !

نافذ بے - عنایت - بس معاف فرمائیے - اگر اُنکے ساتھ آدھ گھنٹہ بات چیت
کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ مجھے اپنی آزادی کھونی پڑے گی تو میں ایسی ملاقات سے باز آیا -

ولیہ خانم - اگر تم اسوقت ڈرائنگ روم میں چلے جاؤ تو احمد پاشا کی لڑکی کیا کریں ؟ میں
تو چاہتی ہوں کہ تم جاؤ تو ذرا تماشہ دیکھیں - جس طرح دوسرے ملکوں میں مرد عورتیں باہم
مل جل سکتی ہیں اسی طرح یہاں بھی ہوتا تو بہتر تھا -

نافذ بے - کیسی بُری بات زبان سے نکالتی ہو - ولیہ تم کو شرم نہین آتی ! مسلمان
عورت ہو کر مردوں کی صحبت کا شوق ہے - تمہیں تو لاکھ شکر کرنا چاہئیے کہ ایسا

نیک شوہر ملا ہے جو علی بے اور مجھ سے گفتگو کرنے کی تمہیں اجازت دیتا ہے اور تم ہو
کہ اور زیادہ لوگوں سے بات چیت کا شوق رکھتی ہو۔

ولیہ خانم۔ ہاں ایک طور پر تو اُنکی بڑی مہربانی ہے۔ یعنی یہ کہ علی بے کے سامنے مجھے
ہونے دیتے ہیں۔ کوئی اور شخص شاید ہی اسے جائز رکھتا۔ لیکن تمہارے معاملہ میں تو کوئی
بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمہارے بڑے بھائی کی بی بی ہوں۔ تم سے اگر پردہ کراتے
تو بیفائدہ انگشت نمائی ہوتی۔

ناقد بے۔ میرے نزدیک تو اُنکو اپنی خوبیوں اور لیاقت پر اتنا بھروسہ اور اطمینان
ہے کہ کسی قسم کی بدگمانی کو دل میں راہ نہیں دیتے وہ ضرور جانتے ہیں کہ تم کو اُن سے
اسقدر اُلفت و محبت ہے کہ علی بے اور اُن میں ہرگز مقابلہ نکروگی۔

ولیہ خانم۔ (ہنسکر اور شرماکر)۔ اگر تمہارا واقعی یہ خیال ہے تو میری طبیعت کی ضرور داد
دوگے اس لئے کہ وہ تم سب سے زیادہ حسین ہیں۔

ناقد بے۔ ادہم بے کو بیدخل کرنے کا ہم میں سے کسی کو بھی خیال نہیں ہے وہ
نہایت ہی خوش خلق خوش مزاج اور زندہ دل شخص ہیں۔ لیکن (ازراہ تمسخر) ولیہ کیجئے بعض
وقت جو بے التفاتیاں اُنہوں نے تمہارے ساتھ کی ہیں اور اُس کمی کو پورا کرنے کی غرض
سے جو میں نے تمہاری خدمت کی ہے۔ اُسکا صلہ یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ تم اُنمیں مجھے
زیادہ خوبیاں بتلاؤ۔

ولیہ خانم۔ (ہنسکر) میں نے یہ تو نہیں کہا کہ اُنمیں خوبیاں زیادہ ہیں بلکہ یہ کہ حسین
زیادہ ہیں۔ میں تمہاری شکل و صورت پر اعتراض کر رہی تھی نہ کہ قدرت کلام پر جس میں
کہ تم واقعی یکتا ہو۔ ؎

کسی کے حسن میں جادو تری زبان میں ہے	اثر لبھانے کا ناقد ترے بیان میں ہے

اور یہی وجہ ہے جو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ہاجرہ سے کیوں اسقدر کم بات چیت کرتے ہو

سچ بتانا دونوں لڑے تو نہیں ہو؟

دو روز سے نافذ بے چارپائی چھوڑ کر کھڑکی کے قریب کوچ پر لیٹا کرتے تھے اور اس وقت

بھی تکیوں کے سہارے سے کوچ پر بیٹھے ہوئے اپنی بہاوج کی طرف چشم نیم باز سے

دیکھ رہے تھے۔ اُنکی یہ گفتگو سنکر تن کر سیدھے ہو بیٹھے اور کشیدہ ہو کر کہا:۔

"لایعنی اور مہمل گفتگو تو کرو نہیں ۔ ہاجرہ میری لونڈی نہیں اور نہ مجھے اُنکے فعل پر کسی قسم کا

اختیار ہے۔ گو ہمارے مکان میں رہتی ہیں تاہم غیر ہیں اسلئے کوئی وجہ نہیں جو میں اُنسے لڑنے

جھگڑنے کی تکلیف گوارا کروں"

ولیہ خانم متعجب ہو کر نافذ بے کو دیکھنے لگیں۔

ولیہ خانم۔ بھائی رنجیدہ کیوں ہوتے ہو جو کچھ میں نے کہا وہ اس غرض سے

نہیں کہ تمکو رنج پہونچے۔ دیکھو کسقدر تیوری چڑھا کر تمہاری یہ گفتگو اسقدر نامناسب ہے کہ

اس سے زیادہ خراب الفاظ استعمال کرنا ممکن نہیں۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس قسم

کے الفاظ تمہاری زبان سے نکلے؟

نافذ بے۔ اِس میں شرم کی کون سی بات ہے۔ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ ہاجرہ کے

معاملات سے مجھے اتنی دلچسپی نہیں کہ میں اُنسے تسکر رنجی کروں۔ اسمیں کون سی

بات بیجا ہے؟

ولیہ خانم۔ (ناراض ہو کر)۔ نافذ بے تو یہ کروڑی شرم کی بات ہے اتنی خدمتگزاری کا

کیا خوب ثمرہ ملا! میری قابل رحم ہاجرہ اِنکی باتوں کا تم کچھہ خیال مت کرو میرے نزدیک

تو یہ پاگل ہو گئے ہیں۔

مجھہ میں اور زیادہ سننے کی طاقت نہ تھی اور وہاں سے چلے آنے کے لئے کھڑی ہی ہوئی

تھی کہ نافذ بے نے جواب دیا۔

نافذ بے۔ چونکہ ہاجرہ کو مجبوراً میری خدمت کرنی پڑی اس سے کوئی بات تمہاری گفتگو کی تائید میں پیدا نہیں ہوتی۔ میرے عزیز و اقارب کو میرا بہت ہی کم خیال تھا جو انہوں نے ہاجرہ کو میری تیمارداری کے لئے مامور کیا اور آپ ہاتھ باندھے بیٹھے رہے۔ مجھے اُن سے ایسی امید نہ تھی۔ میری رائے میں اگر کوئی عورت اُجرت پر میری خدمت کیلئے رکھ لی گئی ہوتی تب بھی ایک ہی بات تھی۔

میں نے فوراً دروازہ بند کر دیا اور جلد زینہ سے اُتر کر باغ کی طرف چلی گئی۔ ممکن ہے کہ کم عمر ہونیکی وجہ سے میں ناسمجھ زیادہ تھی لیکن ساتھ ہی پاس شرم و حیا بھی اسقدر تھا کہ نافذ بے کی گفتگو سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ اُس خاندان کی میں دست نگر تھی لیکن یہ سوچ کر دل میں نہایت چوٹ لگتی تھی کہ نافذ بے جنکو میں اتنا چاہتی تھی وہی سب سے پہلے مجھے یاد دلائیں کہ میرا تعلق اُنکے مکان میں کیا تھا اور ایسی حقارت سے میرے روبرو گفتگو کریں گویا کہ میں گونگی اور بہری تھی باغ میں جاکر میں بیٹھ گئی اور زار زار رو رہی تھی کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی سر اُٹھا کر دیکھا تو ادہم بے اور علی بے میری طرف آرہے ہیں۔

ادہم بے (متعجب ہوکر) ہاجرہ خیر تو ہے کیا ہوا؟

میں۔ بے افندی کچھ نہیں۔

یہ کہتی ہوئی میں کھڑی ہوگئی اور جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے تاکہ میرے رونے کا حال معلوم نہ ہو۔

ادہم بے۔ (دلجوئی سے)۔ کیا والدہ تم پر ناراض ہوئی ہیں؟

میں۔ یقین فرمائیے نہیں۔

ادہم بے - اگر والدہ ناراض نہیں ہوئیں تو حمیدہ ہوئی ہونگی - نہیں ؟ (میرے سرہانے پر) تو خانم ہونگی یا (ذرا خاموش ہو کر) نہیں تو نافذ ؟

اُنہوں نے کچھ اس انداز سے گفتگو کی کہ میری آنکھوں سے پھر گنگا وجمنا جاری ہوگئیں اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا سمجھکر اُنہوں نے اس طرح مجھ سے کلام کیا نافذ بے نے تو کہیں اپنے دل کے شبہ اُنسے نہیں کہدیئے تھے ؟ یا خود وہ کچھ تاڑ گئے تھے ؟ میں نے دیکھا کہ علی بے کو یہ باتیں سنکر مزا آرہا تھا اسلئے ہاتھوں سے منہ چھپاکر میں نے ادہم بے کو جواب دیا -

میں - میں بالکل اچھی ہوں اور کسی قسم کی شکایت مجھے نہیں ہے -

ادہم بے - (میرے شانے پر ہاتھ رکھ کے اور ملائمت سے) - میری مسکین ہاجرہ ضرور نافذ نے تمہیں ستایا ہے - میں دیکھتا ہوں کہ جس روز سے تم حمیدہ کے ہاں گئی ہو تب سے وہ یکایک تم سے متنفر ہوگئے ہیں - افسوس ہے کہ وہ مجھسے سب باتیں نہیں کہتے اسلئے مجھے معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے - تم بتا سکتی ہو کہ کیا سبب ہے ؟

میں (سنجیدگی سے) - مجھے معاف رکھیں - (پھر یہ دیکھکر کہ وہ نہایت عنایت و مہربانی سے میری طرف دیکھ رہے تھے مجھے ہمت ہوئی اور میں نے نہایت لجاجت سے دریافت کیا) میں کچھ عرصہ کے لئے حمیدہ کے ہاں جانا چاہتی ہوں آپ مجھے اجازت دلا سکیں گے ؟ آپکے کہنے سے خانم آفندی ہرگز انکار نکریں گی -

ادہم بے نے کسی قدر متعجب ہو کر میری طرف دیکھا اور کہنے لگے :-

" میرے نزدیک تو یہ ممکن نہیں - چند اسباب اسکے مانع ہیں - مگر ہاجرہ ! تم یہاں کیوں چھوڑنا چاہتی ہو ؟ کیا یہاں خوش نہیں ہو ؟ "

میں - (از حد شرماکر) بے آفندی ! آپ ایسا ہرگز خیال نہ فرمائیں -

ادہم بے۔ تب اسلئے کہ نافذ سے بچنا چاہتی ہو؟ ہاجرہ! لو اب سچ سچ بتاؤ جس روز تم حمیدہ کے ہاں گئی تھیں اُس روز نافذ سے تم سے کہیں ملاقات ہوئی تھی؟

میں (دہیمی آواز سے) جی ہاں۔

اور دل ہی دل میں کہہ رہی تھی کہ خدا کرے کوئی ایسی بات پیش آجائے جسکی وجہ سے اور زیادہ سوال ادہم بے نکر سکیں کاش اُسوقت زلزلہ یا طوفان ہی آگیا ہوتا یا کسی نے انہیں پکار ہی لیا ہوتا! لیکن کہاں۔ مطلع ویسا ہی صاف رہا۔ نہ زلزلہ آیا اور نہ کسی نے انہیں آواز دی۔

ادہم بے۔ اُنہوں نے تم سے کیا کہا؟ کچھ پوچھا۔ دریافت کیا؟

میں (کسیقدر تعجب کے ساتھ) جی نہیں بے آفندی۔

نافذ بے مجھسے کیا پوچھتے دریافت کرتے؟ ادہم بے نے کیا سمجھکر یہ سوال کیا؟

ادہم بے۔ تو پھر تم سے کیوں ناراض ہیں؟

میں خاموش رہی اور ادہم بے بھی ذرا دیر میری طرف چپ چاپ دیکھا کئے۔

ادہم بے (میرے شانے پر ہاتھ رکھکر اور نرمی سے)۔ ہاجرہ۔ میں تمہارے باپ کے برابر ہوں مجھسے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھو شاید کبھی نہ کبھی میں تمہارے کام آؤں تمہیں یاد ہے کہ نافذ نے بہن جانے کے لئے جب والد سے کہا تھا تو اُنہوں نے جواب میں فرمایا تھا کہ "تعجب ہے اس علت کا تمہارے پاس اور کوئی علاج نہیں اور صرف بھاگنے ہی میں تم اپنی سلامتی سمجھتے ہو" نافذ نے کبھی تم سے کہا کہ اس کا کیا مطلب تھا؟

میرا چہرہ سرخ ہونے لگا۔ آخرش یہ بات کُھلا چاہتی تھی۔

میں۔ نہیں بے افندی۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ اُنہوں نے کبھی اسکا ذکر تک نہیں کیا۔

ادہم سبے - لیکن پھر بھی تم سمجھ تو ضرور گئی ہوگی ؟ نافذ جو تم سے ناراض ہیں کیا اسی معاملہ کے متعلق ؟

میں - نہیں - ہاں ٹھیک نہیں معلوم - وہ اس لئے ناراض ہیں کہ میں ایوب سلطان کیوں گئی -

ادہم سبے (تعجب کے ساتھ) کیا ؟

میں نے کچھ جواب نہ دیا - بھلا یہ کیونکر کہہ سکتی تھی کہ خفگی کا اصل باعث یہ تھا کہ نافذ بے سمجھتے تھے کہ میں داؤد کو چاہتی ہوں -

ادہم سبے - (کچھ دیر بعد) تم وہاں کس لئے گئی تھیں اور کس کے ساتھ ؟

میں - بوا اور حمیدہ اور میں سیر کے لئے گئے تھے اور - اور حمیدہ کا بیٹا داؤد ہمارے پیچھے پیچھے تھا کہ کوئی ہمیں ستائے نہیں -

ادہم سبے - یہ تو کوئی بری بات نہ تھی - اگر والدہ نے تمہیں حمیدہ کے ہاں ایک دن کے لئے اجازت دی تو یہ ضرور سمجھ لیا ہوگا کہ تمام دن تم گھر کے اندر بیٹھی نہ رہوگی - اور ضرور چلو پھروگی - اور داؤد نے بہت خوب کیا جو تمہارے ہمراہ گئے - بس اسی لئے نافذ خفا ہو گئے -

میں - جی اسلئے کہ میں نے داؤد سے بات کی -

اتنا کہکر سوچنے لگی کہ یہ تو اپنے پیر میں آپ ہینے کلہاڑی ماری - میرے تھکے ہوئے دماغ میں اسوقت یہی بات آئی کہ جس طرح نافذ بے مجھ سے بدظن ہو گئے تھے اسی طرح ادہم سبے بھی ضرور بدگمان ہو جائینگے اور نفرت کرنے لگیں گے - دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر کے میں ادہم سبے کے جواب کی منتظر رہی - دو چار منٹ وہ مجھے غور سے دیکھتے رہے -

ادہم بے - میں سمجھ گیا۔
یہ کہکر وہ مکان کی طرف جانے کے لئے مڑے لیکن دو چار قدم جاکر پھرے اور جہاں
میں کھڑی تھی وہاں آکر جھک کر میرے رخسار کا بوسہ لیا۔
ادہم بے - تم نے بہت اچھا کیا اور عقل کو کام میں لائیں - میں نہایت خوش ہوا۔
داؤد سے جو تم ہمکلام ہوئیں اسمیں کوئی بُرائی نہ تھی - میرے نزدیک تو تم سے کبھی کوئی
نامناسب اور بیجا بات نہیں ہوسکتی - میں ابھی جاکر نافذ کو سمجھاتا ہوں - اُنکو کوئی حق
نہیں ہے کہ اپنی ناامیدی اور مایوسی کی جھنجھلاہٹ اور غصہ تمہارے سر اتاریں۔
میں نے اُنہیں روکنا چاہا لیکن اُنکے الفاظ کا جو وحشتناک اثر مجھپر ہوا تھا اُس سے
ابھی سنبھلنے نہ پائی تھی کہ وہ چلے گئے - کیا آج پھر میری وجہ سے دونوں بھائیوں میں
فساد ہونے والا تھا ؟ اسی سوال پر غور کر رہی تھی اور اس فکر میں تھی کہ ادہم بے کے پیچھے
دوڑ جاؤں کہ میرے قریب ہی ایک طرف سے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز آئی۔
علی بے - (محظوظ ہوکر) ہاجرہ ادہر آؤ - اس قدر خوف زدہ مت ہو - اس مرتبہ دونوں
نہیں لڑینگے - غور تو کرو بیچارے نافذ کی کیا حالت ہے - یہ کوئی لڑنے کا موقع ہوسکتا ہے
میں گھبرا کر علی بے کی طرف پھری اسلئے کہ مجھے اُنکی موجودگی کا خیال مطلق نہیں رہا
تھا وہ مسکرائے اور کہنے لگے :۔
" اگر کسی شخص کو کسی کے خفیہ حالات دریافت کرنے ہوں تو ادہم بے سے کہے - اول
درجہ کے مدبر ہونے کا اُنمیں مادہ ہے صرف افسوس ہے تو یہ کہ حالات معلوم کر کے وہ
اُنسے غلط نتیجے نکالتے ہیں "
میں نے کچھہ جواب نہ دیا اور مکان کی طرف جلدی سے دوڑ گئی اس لئے کہ اُسوقت
میری حالت ایسی نہ تھی کہ علی بے کے مذاق کا جواب دیتی - دروازہ کے پاس پہونچکر

میں ٹھہر گئی اور اس معاملہ پر غور کرنے لگی لیکن خیالات اسقدر پراگندہ و پریشان تھے کہ اس مصیبت سے بچنے کی سوائے اس کے اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ داؤد سے شادی کر لیتی اور اس سے میری روح کو سخت نفرت تھی - ابھی وہیں کھڑی ہوئی تھی کہ چند عورتیں خانم افندی کی ملاقات کو آئیں - اُنہیں ڈرائینگ روم میں بٹھا کر میں نافذ بے کے کمرے میں خانم افندی کو خبر کرنے کے لئے گئی - نافذ بے سو رہے تھے اور وہ تنہا اُنکے پاس بیٹھی ہوئی تھیں میں نے اپنا مطلب بیان کیا تو وہ اُٹھیں اور مجھے وہیں رہنے کے لئے اشارہ کیا -

خانم آفندی - (دھیمی آواز سے) - تم یہیں ٹھہرو - شاید نافذ کی آنکھ کھُلے اور اُنہیں کسی چیز کی ضرورت ہو -

میں بیٹھ گئی لیکن نافذ بے کی صبح کی باتوں کا ابتک مجھے اتنا صدمہ تھا کہ دل سے یہی چاہتی تھی کہ اور کوئی اُنکے بیدار ہونے کے پہلے ہی چلا آئے کہ میں وہاں سے اُٹھ آؤں تنہا بیٹھے بیٹھے میں نے ایک بار اُنکے چہرے کی طرف نظر کی - بالکل زرد ہو گیا تھا اور وہ نہایت کمزور معلوم ہوتے تھے - اُن کا کھڑا نقشہ آسمانی رنگ کے مخملی پردے کے مقابل جسپر سے کہ کھڑکی کی روشنی گرتی تھی عجیب انداز کا معلوم ہوتا تھا - پیشانی کی کھال تنی ہوئی تھی کنپٹیوں میں گہرے گہرے گڑھے پڑے تھے رخسار اندر دھنس گئے تھے اور جبڑے کی ہڈیاں صاف علیحدہ معلوم ہوتی تھیں - ایک دُبلا ہاتھ سر پر تھا اور دوسرا کوچ کے کنارے لٹک رہا تھا - سانس اسقدر آہستہ آہستہ آتی تھی کہ اندھیرے میں اُنکا سینہ بالکل اُبھرتا نہیں معلوم ہوتا تھا - غرض کہ کوئی اُن کو اُسوقت دیکھکر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ زندہ ہیں - میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور یہی دل چاہتا تھا کہ کوچ کے پاس جا کر اُس ہاتھ کو جو کہ لٹک رہا تھا آنسوؤں سے تر کر دوں - اللہ - اللہ نافذ بے کو میں کسقدر دل سے چاہتی تھی! کیسی میں اُن پر فدا تھی!! اور ساتھ ہی یہ سوچکر دل پاش پاش ہوا جاتا تھا کہ اُنکی اسقدر تکلیف اور مصیبت کی

بانی میں آپ تھی!

اس قسم کے مجنونانہ خیالات کا میرے دل میں ہجوم ہو رہا تھا کہ یکایک نافذ بے کلبلائے اور آنکھیں کھولدیں اور میری طرف متحیر ہو کر دیکھنے لگے۔ میں گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

میں۔ آپ کی والدہ نے مجھے یہاں ٹھہرنے کے لئے کہا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں کسی اور کو بلا دوں۔

وہ میری طرف اُسی انداز سے اور کسی قدر غور سے دیکھتے رہے۔ تب مجھے خیال ہوا کہ باغ میں جو میں نے آنسو بہائے تھے اُن کا نشان میرے چہرے پر ضرور ہوگا۔ ذرا دیر بعد نافذ بے مسکرائے اور آہستہ سے کہا:۔

" اگر تمہیں یہاں رہنے میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تو اور کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے مہربانی ہو جو یہ پردے کھینچ دو۔ اندھیرے سے مجھے سخت نفرت ہے "

میں نے تعمیل حکم کی اور کھڑکیوں کے پردے کھینچ دئیے۔ کوچ کے اُسطرف جو کھڑکی تھی اُسکا پردہ ہاتھ بڑھا کر نافذ بے پر جھک کر ہٹانا پڑا۔ جسوقت میں جھکی نافذ بے مجھے غور سے دیکھنے لگے۔

نافذ بے۔ (نہایت روکھے پن سے) معلوم ہوتا ہے تم روئی ہو۔ ادہم بے کہتے تھے تم سے باغ میں ملاقات ہوئی اور تم نے اُن سے کہا کہ میری گفتگو سے تمہیں سخت صدمہ پہونچا ہے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ اُسوقت میں جامۂ انسانیت سے باہر تھا۔

اُنکی بات چیت میں کچھ اس قسم کی رکاوٹ تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جبراً محض ایک فرض ادا کر رہے تھے۔ میں اُسوقت پردہ ہٹا کر اُنکے پاس ہی کھڑی ہوئی تھی اور شرم سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

میں۔ (دبی زبان سے) آپ نے میرا کیا بگاڑا ہے جسے میں معاف کروں۔

اتنا کہنے پائی تھی کہ انہوں نے روک دیا اور اسی رو کے پن سے کہنے لگے۔

"تم مطمئن رہو میری ذات سے آیندہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے گی۔ اب جو سوچکر دیکھتا ہوں تو واقعی میں نے نہایت بیجا کیا کہ ایسے معاملہ میں تم سے ناراضی ظاہر کی جسمیں کہ مجھے رنجیدہ ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ اگر ممکن ہو تو اسے فراموش کردو تمہارا احسان ہوگا آیندہ ہم دونوں کو ایک دوسرے کا خیرخواہ رہنا چاہیئے"

یہ کہکر انہوں نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑہایا لیکن جب میں اُسے بوسہ دینے کے لیئے جھکی تو انہوں نے غصہ ہو کر کھینچ لیا۔

نافذ بے۔ یہ نہ کرو۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ آجتک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کوئی عورت کسی غیر مرد کے ہاتھ کو کیوں بوسہ دے۔ لو بیٹھ جاؤ اور اگر جی چاہے تو ذرا پنکھا جھلو بڑی گرمی ہے۔

میں نے پنکھا لیا اور چپ چاپ بیٹھ گئی۔ دل ہی دل میں سوال کررہی تھی کہ ادہم بے نے کیا کہا جو نافذ بے اسوقت اتنے بدلے ہوئے تھے۔ لیکن بہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتی تھی کہ اُن کی اس گفتگو سے بھی مجھے پہلے کی طرح رنج ہوا یا خوشی۔ اُنکے کلام سے کچھ ایسی رکاوٹ ٹپکتی تھی جس سے کہ پیشتر کیطرح مغائرت پائی جاتی تھی اور ظاہرا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے دوسرے شخص کی ملک سمجھنے لگے تھے۔ میں اسوقت سمندر کے اُس پار کے مکانوں کو دیکھ رہی تھی جو کہ کھڑکی کے ٹھیک سامنے تھے۔ لیکن نافذ بے کی نظر مجھ پر جمی ہوئی تھی۔

نافذ بے (کھسیانے ہو کر) کیا یہ عورتیں جو ملنے آئی ہیں آج یہیں کھانا کھائینگی۔

ظاہرا میرے وہاں رہنے سے وہ بہت خوش نہ تھے اور چاہتے تھے کہ اور کوئی آجائے۔ میں نے شرماکر اور نظر نیچی کئے ہوئے) کہئے تو والدہ خانم کو بلا لاؤں۔ مجھے یقین

ہے کہ وہ چلی آئیں گی۔

نافذبے - نہیں اُنکو تکلیف نہ دینا چاہیئے - آج صبح وہ یہیں تھیں - میرا یہاں رہنے سے طبیعت گھبراجاتی ہوگی ابھی اُنہیں وہیں رہنے دو - لیکن معلوم نہیں علی بے کہاں ہیں۔

میں - تھوڑا عرصہ ہوا میں نے اُنہیں کشتی میں جاتے دیکھا تھا لیکن ادہم بے غالباً اوپر ہیں -

نافذبے - اُنہیں بھی تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے - بہرحال اُنہیں وہیں رہنے دو - جو کچھ اُنکی عنایت آج میرے اوپر ہوئی ہے وہ ایک مہینہ کے لئے کافی ہے - (پھر طنزاً) کہیں اور کوئی شکایت تو میری نہیں کردی ہے جس کا مواخذہ ابھی باقی ہے؟

میں نے نہایت غصہ کی نظر سے نافذبے کی طرف دیکھا - کیا وہ سمجھتے تھے کہ میں نے جو کچھ ادہم بے سے کہا وہ اپنی خوشی سے کہا تھا؟ اور پھر اس غرض سے کہ ادہم بے اُنہیں جاکر سمجھائیں؟ نافذبے نے ایکبارگی نظر اوپر کی اور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

نافذبے - میری پیاری ہاجرہ! معلوم نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے میں پھر تم سے معافی چاہتا ہوں - تعجب ہے کہ پانچ منٹ بھی ہم تم تنہا نہیں رہتے کہ میں کوئی نہ کوئی حماقت کر بیٹھتا ہوں - اچھا وہ کتاب جو رکھی ہے مجھے اوٹھا دو - میں خاموشی کے ساتھ اُسے بیٹھکر پڑھوں گا اور تمہیں دق نکروں گا۔

میں نے چپ چاپ وہ کتاب اُنہیں دیدی اور ولیہ خانم کے کاڑہنے کا کام اپنے آپ لے بیٹھی - پورے پندرہ منٹ میں اُس کام میں مشغول رہی ہوں گی کہ یکایک نافذبے نے کتاب پھینکدی۔

نافذ بے۔ (گھبرا کر) مجھ سے نہیں پڑھا جاتا۔ سر دُکھنے لگتا ہے۔ نیچے کون کون ہیں؟
میں ۔ (کام سے نظر نہ اُٹھا کر) ۔ یوسف پاشا کی بی بی اور اُنکی بیٹی۔
نافذ بے ۔ اُنہیں آئے ہوئے تو مدت ہو گئی۔ امید تو ہے کہ جتنی باتیں اُنکے دل میں رہی ہونگی اسوقت تک سب ختم کر چکی ہونگی۔
میں ۔ (سوئی میں تاگا ڈالتے ہوئے) اور کوئی بھی آ گیا ہے اس لئے کہ ایک کشتی میں نے ابھی آتے دیکھی۔
نافذ بے ۔ آج بیطرح لوگوں کی بھرمار ہے۔ خیر تو ہے اسکی وجہ کیا؟
میں ۔ شاید آپ کی عیادت کو آتے ہیں۔
نافذ بے (جماہی روک کر) اُنکی بڑی عنایت ہے خصوصاً جبکہ اُنہیں سے کسی نے آجتک مجھے کبھی دیکھا ہی نہیں۔
میں ۔ یہ کہئے کہ آپ نے اُنہیں نہیں دیکھا ۔ اُن سب نے آپ کو کھڑکی سے دیکھا ہے اور جانتی ہیں۔
نافذ بے ۔ ہاں ٹھیک ہے لیکن جیسا چاہئے ویسا تو نہیں جانتیں۔ ایک شخص کو صرف پہچاننا اس امر کے لئے کافی نہیں ہے کہ اس قدر دھوپ اور گرمی میں لوگ اپنے مکان سے باہر نکلیں۔ لیکن شاید لوگوں کو یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے۔
میں ۔ شاید۔
اس قدر گفتگو کے بعد ہم دونوں پھر خاموش ہو گئے۔ زبردستی بات چیت کرنے کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے اس لئے کہ بات کرنے والوں کو اس قسم کے کلام میں لطف تو آتا ہی نہیں ہے نافذ بے بھی ظاہرا اسے خوب سمجھتے تھے اسلئے کہ ذرا دیر بعد وہ اُٹھ بیٹھے اور ہاتھ بڑھا کر گھڑی اُٹھالی۔

نافذے - ابھی صرف چار بجے ہیں! میرا تو خیال تھا کہ کم از کم ساڑھے پانچ ہونگے اگر کسی شخص کی طبیعت کسی شے سے نہ اُکتاتی ہو تو وہ دماغی بخار کو آزمائے۔ طبیعت گھبرا دینے میں لاثانی ہے - معلوم نہیں اور کتنے روز میں اس طرح تختہ بنا پڑا رہونگا - کیا باشا صاحب کہیں باہر گئے ہیں ؟

میں - (کھڑی ہوکر) - شاید نہیں - جاؤں دیکھہ آؤں ؟

نافذے - (کسی قدر پس و پیش کے بعد) جاؤ نہیں - غالباً فرزندانہ طریق عمل و برتاؤ کے یہ بات خلاف ہوگی کہ میں والد کو محض اپنی طبیعت خوش کرنے اور دل بہلانے کے لئے بلاؤں - کیوں ؟ ہے نا ؟

میں - آپ صحیح فرماتے ہیں لیکن کوئی بات اس قسم کی آپ اُن سے دریافت کرا بھیجیں کہ وہ خود تشریف لے آئیں - صرف ایک بہانہ چاہیئے ورنہ آنے کے بعد تو خود وہ تشریف رکھیں گے -

نافذے - لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اُن سے دریافت بھی کراؤں تو کیا ؟

یہ کہکر اُنھوں نے میری طرف دیکھا - اس کے بعد ہم دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور جب خیال ہوا کہ کسقدر مہمل گفتگو کر رہے تھے تو کھلکھلا کر ہنس پڑے -

نافذے - (ابھی تک ہنستے ہوئے) - عجیب بات ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے جان چوراتے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی ساتھہ نہ ہو - کیا وجہ ہے کہ بجائے اِن فضولیات کے ہم آپس میں دوست نہ بنے رہیں ؟ لو بس بیٹھہ جاؤ تو کچھہ باتیں کریں -

میں - (شرماکر) کیا باتیں ؟

نافذے - میں خود نہیں جانتا - کیوں تاجرہ ! تم مجھہ پر ہنس رہی ہو - ؟ واقعی میں

اسی قابل ہوں - لیکن بات یہ ہے کہ جب کسی کے دل میں کوئی ایسی بات ہو جسے وہ ظاہر کرنا نہ چاہتا ہو تو کسی دوسری چیز کی نسبت گفتگو کرنے میں دقت معلوم ہوتی ہی

میں - (ہنسکر) - میرے نزدیک تو کوئی دقت کی بات نہیں ہے - جب آپ ارادہ کر چکے ہیں کہ اُس خاص بات کو ظاہر نکریں گے تو پھر اور چیزوں کی نسبت گفتگو کرنا آسان ہے -

نافذبے - خیر تو میرا یہ منشا نہیں ہے میں نے اپنے خیالات کو ذرا بھونڈے الفاظ میں ظاہر کیا - میرا یہ مطلب تھا کہ تم سے ایک سوال کرنے کے لئے میری جان جاتی ہے لیکن چونکہ کسی نہ کسی وجہ سے وہ سوال کرنے سے مجبور ہوں اس لئے اور کسی قسم کی گفتگو اچھی نہیں معلوم ہوتی -

میں یہ سنکر خاموش ہو گئی اس لئے کہ مجھے اب کچھہ کہتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا تھا اور دل سے چاہنے لگی کہ اس سے پہلے کہ نافذبے کی اور میری گفتگو اور آگے بڑھے خانم آفندی تشریف لے آئیں تو بہت اچھا ہو -

نافذبے - (کشیدہ ہوکر) - بس شرمانے لگیں ؟ اچھا میں کچھہ نہیں پوچھتا - ادہم بے تو میں ہو نہیں سکتا - اُن سے تم سب اپنے دل کی باتیں کہہ دیتی ہو اور واقعی اُنکی طرح اور کوئی رازدار ہونا ممکن نہیں - لیکن اتنا خیال رہے کہ کہیں پھر خفا ہوکر اُن سے میری شکایت نکر دینا - وہ پھر مجھے سرزنش کریں گے اور میں ابھی اتنا کمزور ہوں کہ مجھہ میں طاقتِ برداشت نہیں -

میں - (بگڑکر) - آپ کیوں بار بار مجھے اس کا طعنہ دیتے ہیں ؟ مجھے آپ سے کبھی امید نہ تھی کہ آپ بے انصافی کو راہ دینگے - کیا واقعی آپکا یہ خیال ہے کہ ادہم بے آپکے پاس میری رضامندی سے آئے تھے ؟

نافذبے - (نہایت حقارت کی نظر سے) - اگر نہیں تو پھر تم اُنکے پاس گئیں کیوں اور اُن

سے کیوں کہا کہ میرے ظلم سے بچنے کے لئے تم ہمارے مکان میں رہنا نہیں چاہتیں اور یہ کہ جب سے میں نے تمہیں داؤد سے ایوب سلطان میں باتیں کرتے دیکھا ہے میں نہایت بُرے طور سے تمہارے ساتھ پیش آتا ہوں؟

میرے الفاظ کو جو معنی پہنائے گئے اُنہیں سنکر مجھے اسقدر حیرت ہوئی کہ میرے منہ سے بات نہیں نکلتی تھی اور میری زبان لڑکھڑانے لگی - بدقت تمام میں نے پوچھا:-

"کیا ادہم بے نے آپ سے کہا ہے کہ میں نے یہ الفاظ استعمال کئے ؟"

نافذ بے - (اُسی انداز سے) - تو کیا تم اُن سے انکار کرتی ہو؟ آگے چلکے اس سے بھی انکار کردینا کہ تم نے ادہم بے سے یہ نہیں کہا کہ داؤد پر تم عاشق ہو - بہرحال اسکی نسبت بہت باتیں ہولیں اب کبھی مجھے کوئی ایسی بات نہوگی کہ تم کو ادہم بے سے شکایت کرنیکا موقع ملے - تاہم پھر کبھی اگر میری کسی حرکت سے تمہیں رنج پہونچے تو میں درخواست کرتا ہوں کہ مہربانی کرکے صرف اُس ایک شخص سے میری شکایت کرنا جسے کہ میرے افعال اور حرکات پر ہر قسم کا اختیار حاصل ہے - اور جسکی حکومت میں مانتا ہوں اور اُسکا مطیع و فرمانبردار بھی ہوں - ہر چیز کا موقع و محل ہوا کرتا ہے اپنے طور پر اور اپنی جگہہ بھائی کی صلاح اور نصیحت نہایت عمدہ اور مناسب ہے لیکن ممکن ہے کہ وہ نصیحت ضرورت سے زیادہ سخت الفاظ میں کیجائے - اسلئے بہتر ہو کہ ایسا شخص میری سرزنش کرے جو کہ میری حرکات ناشائستہ پر زیادہ تر انصاف کے ساتھ نظر ڈال سکے اور پاسداری کو راہ نہ دے اور خود اُسے اُس معاملہ سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو - جس انداز سے کہ ادہم بے نے مجھے باتیں سنائیں اگر اُسی طرح میرے والد نے تمہارے بارے میں مجھے کم ظرف وغیرہ بنایا ہوتا تو میں ضرور اقرار کرلیتا کہ یہ نہایت صحیح اور منصفانہ رائے ہے اور مجھے یقین ہوگیا ہوتا کہ واقعی اس رائے کے قایم کرنے میں اُنہوں نے کسی قسم کی ذاتی غرض سے کام نہیں لیا ہوگا -

میری آنکھیں غصہ سے چمکنے لگیں اور میں نے بگڑ کر جواب دیا:-
"کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ جو بات تمام گھر کے لوگ بلا کہے سنے تاڑ گئے تھے ادہم بے اُسے بغیر کہے معلوم نہ کر لیتے ؟ ایوب سلطان کے واقعہ کے بعد سے جو آپ میں اور مجھ میں برتاؤ رہا ہے اُس کے پہچاننے کے لئے زیادہ غور و خوض اور عقل دوڑانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی"
نافذ بے - (نہایت برہم ہوکر) -نہیں تو! مجھے یہ معلوم نہ تھا -گزشتہ مہینے کے آگے مجھے ہرگز ایسا خیال نہ تھا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو اور جانتا تھا کہ دوسرے بھی میری ہی طرح سمجھتے ہونگے -
میں نے اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا اور رونا شروع کیا اتنا روئی کہ میری ہچکی بند ہوگئی اور کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا -نافذ بے کی باتیں اسقدر تلخ تھیں کہ اُنکے ایک ایک لفظ نے تیر کا کام کیا تھا -میں بیٹھ گئی اور اپنی طبیعت سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی -لیکن بیکار - اپنی کوشش میں ناکامیاب رہی اور روتی رہی حالانکہ یہ خیال کر کے غصہ بھی آتا تھا کہ نافذ بے مجھے روتا دیکھکر خوش ہوتے ہونگے -
یکایک کسی نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں پر رکھ دیا اور زبردستی اُنہیں میرے منہ سے ہٹا دیا -میں نے آنکھ اُٹھائی تو دیکھا کہ نافذ بے میرے پاس کھڑے ہوئے ہیں -چہرہ زرد ہے اور جس ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا وہ آگ ہو رہا ہے - بس کلیجے پر چھری سی چل گئی -غضب ہی ہو گیا ادہم بے اور میں دونوں از سر نو بخار آنے کے باعث ہوئے -
میں (ہچکیاں روکنے کی کوشش کرتی ہوئی) چلئے ہٹئے - فوراً جا کر لیٹئے -خدانخواستہ پھر آپ کی طبیعت خراب ہوئی تو آپ مجھ ہی کو اس کا بانی قرار دینگے -
نافذ بے - (مسکرا کر) نہیں -میں ایسا ہرگز نہ کروں گا بلکہ یہ کہوں گا کہ یہ سراسر میرا ہی قصور

ہے اور مجھے اپنے کیے کی ٹھیک سزا ملی - میری ننھی منی ہاجرہ - ادہر آؤ اور دوست - تمہارا بھولا نہ طور پر میں تمہارے ساتھ پیش آیا ہوں -

میں نے پھر انہیں لیٹنے کی فہمائش کی تو کہنے لگے :-

" اچھا تمہارا کہنا مانتا ہوں لیکن جاؤ نہیں "

یہ اسلیئے کہ میں جانے کے لئے تیار تھی چونکہ میرا خیال تھا کہ میرے وہاں رہنے سے وہ خاموش نہ رہ سکیں گے - مگر میرا ہاتھ پھر بھی نہ چھوڑا اور مجھے لئے ہوئے کوچ کی طرف گئے - نہایت نرمی سے مجھے بیٹھنے پر مجبور کیا اور دوسرے ہاتھ سے جو کہ خالی تھا نہایت پیار سے میرے سر کے بال سنبھالنے لگے - اُن کا ہاتھ کانپتا تھا اور چہرہ از حد زرد ہو رہا تھا -

میں (نہایت غمگین اور خوف زدہ ہو کر) - کہیں غش تو نہیں آ رہا ہے ؟ برائے خدا اپنی طبیعت سنبھالئے - خدانخواستہ آپکی طبیعت پھر خراب ہوتی معلوم ہوتی ہے - سراسر میرا قصور ہے -

نافذ بے (آہستہ) ہرگز نہیں - بھلا تمنے کیا کیا ؟ اب انشاء اللہ تعالیٰ اوپن بیمار نہیں ہونے کا صرف کمزوری زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اتنی دیر کھڑے ہونے سے اور بھی حالت خستہ ہو گئی ہے - ہاجرہ سچ بتانا کیا تمنے واقعی ادہم بے سے کہا ہے کہ تم داؤد پر عاشق ہو ؟

مجھے اسوقت اپنے آیندہ کے نیک و بد کا مطلق خیال نہ تھا صرف اسی خیال میں محو تھی کہ کہیں نافذ بے دوبارہ بیمار نہ ہو جائیں -

میں (زور دیکر) - نہیں - میں نے ہرگز یہ نہیں کہا - کیا ادہم بے ایسا کہتے تھے ؟

نافذ بے - کہتے تو نہیں تھے لیکن اونکی گفتگو سے ایسا ہی ترشح ہوتا تھا (پھر ذرا دیر بعد

اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر پیار سے مارتے ہوئے پوچھا) تو یہ سچ نہیں ہے؟
میں خاموش رہی اور وہ پھر یہی سوال کرنا چاہتے تھے کہ اُنکے دل میں کیا خیال آیا اور میرا
ہاتھ چھوڑ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔
نافذ بے۔ جاؤ اُس کرسی پر جا کر بیٹھو۔
میں کرسی کے پاس پہونچی ہی تھی کہ دروازہ کھلا اور خانم آفندی اور اُنکے پیچھے اُنکے شوہر
کمرے میں داخل ہوئے۔ نصر اللہ پاشا خوف زدہ ہو کر اور گھبرا کر نافذ بے کی طرف
دیکھنے لگے۔
نصر اللہ پاشا۔ (کسیقدر ترش رو ہو کر)۔ تمنے یہ کیا اپنی حالت بنا رکھی ہے؟
(نافذ بے نے اُٹھکر باپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا) بس لیٹ جاؤ تم پر بخار چڑھا ہوا ہے۔
میں نے نظر اُٹھا کر مجرمانہ انداز سے دیکھا نافذ بے سے آنکھیں چار ہوئیں لیکن وہ
مجھے اطمینان دلانے کی غرض سے مسکرانے لگے اور ہنسکر کہا:۔
آفندیم۔ یہ سب اماں جان کا قصور ہے۔ دو گھنٹے کامل اُنھوں نے مجھے اکیلا ہاجرہ
کے ساتھ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی طاقت آزمانے کے لئے معلوم نہیں میں نے
کیا کچھہ اُٹھہ بیٹھہ نہیں کی اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بیچاری مجھے ڈپٹ ڈپٹا کر چپ چاپ لیٹنے
پر مجبور تو کر ہی نہیں سکتی تھیں "
خانم آفندی۔ (تیزی سے)۔ ہاجرہ تم نے کس طرح اجازت دی؟ نافذ کو کیوں
نہیں روکا؟
میں نے گھبرا کر سر جھکا لیا۔ جواب دیتی تو کیا دیتی۔
نصر اللہ پاشا۔ نافذ کچھہ بچے نہیں ہیں۔ اور اپنا بُرا بھلا خود سمجھ سکتے ہیں۔ اگر حماقت
کرنے پر آمادہ ہوں تو اِس لڑکی کا کیا قصور ہے۔ اور وہ کس طرح اُنھیں باز رکھہ سکتی ہے

ہاجرہ اپنے کمرے میں جاؤ اور آرام کرو اس لئے کہ تم نہایت تھکی ہوئی (اس لفظ پر بہت زیادہ زور دیکر) معلوم ہوتی ہو۔ اور نافذہ تم (کسی قدر چین بجبیں ہوکر) خاموش بیٹھے رہو میں ابھی ڈاکٹر کو بلواتا ہوں۔

یہ کہکر وہ چلے گئے اور میں بھی اُنکے پیچھے شرمندہ اور پریشاں باہر نکلی۔ برآمدہ میں وہ ٹھہر گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھسے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھکر میرے اور بھی رہے سہے حواس جاتے رہے اس لئے کہ میں سن چکی تھی کہ اُنھیں شروع ہی سے نافذہ بے کی مجھ پر طبیعت آنے کا حال معلوم ہو چکا تھا اور میں نے خیال کیا کہ چونکہ اُن کو نافذہ بے کی بات کا اعتبار نہیں ہوا تھا بس یہی سوال مجھ سے کرینگے کہ بیٹے کو دوبارہ بخار آنے کی کیا وجہ ہوئی۔ لیکن ذرا دیر بعد میری خوش قسمتی سے اُنکے دل میں خدا معلوم کیا آئی کہ بغیر کچھ کہے سنے چلے گئے اور میں اپنے کمرے میں چلی آئی۔ وہاں پہونچکر سینکڑوں بار دل سے یہی سوال کیا اور اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہی کہ اس مخمصے سے مجھے کیونکر نجات ملے گی۔

باب ششم

ماہ رمضان شروع ہوگیا ہے۔ وہ رمضان جو کہ صوم و صلواۃ اور خوشیوں کا مہینہ ہے جس میں کہ دن بھر روزہ رکھکر ہم نفس کشی کرتے ہیں اور رات کو کھا پی کر خوشیاں مناتے ہیں۔ ہر ایک حرم سرا میں تمام دن نیند اور خاموشی دونوں غلبہ کئے رہتی ہیں لیکن شام کو افطار کی توپ چلتے ہی وہ چہل پہل شروع ہو جاتی ہے جو سال میں اور کبھی کسی

موقع پر دکھائی نہیں دیتی - بیسیوں ملنے والے آتے جاتے ہیں اور رقص وسرود
سے محظوظ کئے جاتے ہیں سمندر کشتیوں سے بھرجاتا ہے اور جوانان رعنا مکان
کی ہر کھڑکی کے سامنے آکر اور گیت گا گا کر اُن خانموں کو خوش کرتے ہیں جو کہ اُنکے لئے اُس
جگہہ منتظر رہتی ہیں - ساتھہ ہی کچھہ اس انداز سے ہنسی ومذاق آپس میں ہوتا ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے ایک دوسرے کے سامنے ہونے کے متعلق
گویا کوئی قاعدہ وقانون ہی نہیں ہے اور درحقیقت بات بھی یہی ہے کہ اُس مہینہ میں اس
قسم کے قاعدے اور قانون کی مطلق پابندی نہیں کیجاتی - جو عورتیں کہ عموماً سرتاپا اپنے
اپنے فرغلوں میں ایسی لپٹی ہوئی رہتی ہیں کہ کیا مجال کوئی انگلی تک تو دیکھ لے اور کسی مرد کو
نزدیک نہیں پھٹکنے دیتیں وہ بھی اس مہینے میں اپنے مکان کی جھنجری دار کھڑکیوں کی آڑ
میں بیٹھکر پھول اور سگرٹ ایسی بیباکی اور دلیری سے پھینکتی ہیں کہ اُس سے زیادہ آزادی اس
زمانہ کے آزاد سے آزاد نوجوان بھی جائز نہ کہیں گے - پیرا[۱] میں ہزاروں قہوہ خانہ روشن ہوتے ہیں
شسکلی میں باوجود سخت گرمی کے بال (یوروپین وضع کے ناچ کے جلسے) شروع ہوجاتے ہیں
یہ مقام حوالی شہر میں واقع ہے اور اسمیں اعلیٰ درجہ کے لوگ آجکل رہتے ہیں حالانکہ ابھی
بہت زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ یہ بالکل اُجاڑ تھا - دن بھر بھوکا اور خاموش رہنے کے
بعد بھلا کون نہیں چاہیگا کہ اِن جلسوں میں شریک ہو؟ نوجوان ترک وہ قدیم عمدہ رسم
جس کے مطابق کشتیوں پر سوار ہوکر باسفورس میں سیر کرتے ہیں اور کھڑکیوں پر بیٹھی ہوئی لیکن
نظر سے پوشیدہ حسین خانموں کو عشق ومحبت کے گیت سناتے ہیں اب رفتہ رفتہ چھوڑتے
جاتے ہیں اور اِن ناچ کے جلسوں میں شریک ہونے لگے ہیں - ترکی لیڈیوں کو یہ بات
نہایت ناپسند ہے اور یہ بال اُنکی آنکھہ میں بےطرح کھٹکتے ہیں - جس مقام پر کہ ہم لوگ تھے
وہاں صرف نصر اللہ پاشا کے مکان میں اُس سال کوئی خوشی نہیں کی گئی - خانم آفندی

[۱] قسطنطنیہ کے اُس حصہ کا نام ہے جہاں کہ سلاطین یورپ کے سفیر بود وباش کرتے ہیں اور نیز دیگر یوروپین اشخاص بھی رہتے ہیں - مترجم

کسی کو لڑکیوں سے گیت سننے کی اجازت نہ دی اور نہ کسی قسم کی خوشی کا سامان ہونے دیا۔ چونکہ نافذ بے کی طبیعت ابھی اچھی طرح نہیں سنبھلی تھی اس قسم کی باتیں انکے لئے مضر ہوتیں۔

آج تیسرا روزہ تھا۔ چاند میں ابھی تک اچھی طرح روشنی نہیں آئی تھی۔ دن بھر ایسی سخت گرمی پڑ رہی تھی کہ شام کے کھانے کے بعد ہم سب کے سب باغ میں بیٹھے ہوئے دل خوش کر رہے تھے۔ مکان کے برآمدہ میں ایک میز پر دو بڑے بڑے لیمپ روشن تھے جن سے باغ میں صرف اتنی روشنی آتی تھی کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ مرد وہاں میں صرف نافذ بے ہمارے ساتھ تھے اس لئے کہ نصر اللہ پاشا اور ادہم بے کسی سے ملنے گئے تھے اور علی بے پیرا جا چکے تھے۔ ادہر نافذ بے اتنے اچھے ہو گئے تھے کہ دو روز سے صبح کے وقت سرعسکریت جانے لگے تھے لیکن اتنی طاقت نہ تھی کہ رات کے وقت کہیں جانے کی ہمت کر سکتے۔ اس لئے مجبوراً انہیں حرم سرا میں رہنا پڑتا تھا حالانکہ اسکی انہیں شکایت بہت تھی۔ پندرہ روز سے میرے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے اور ملنساری سے بات چیت کرتے تھے۔ لیکن ذرا گاوٹ کے ساتھ اور اس میں اور شروع کے برتاؤ میں اتنا ہی فرق تھا جتنا کہ ابوب سلطان والے واقعہ کے بعد کے انداز میں اور آج کل کے طریق میں۔ لیکن نہیں معلوم آج شام کو انہیں کیا شرارت سوجھی کہ اسقدر زیادہ میری طرف انکا میلان طبع پایا جاتا تھا۔ کہ وحیدہ خانم نے بھی کان کھڑے کئے اور چوکنی ہوئیں۔ آخر شش اسنے تڑپا گیا اور نافذ بے نے میرے شانوں پر ایک ہندوستانی شال ڈال رہے تھے کہ بول اٹھیں۔

"معلوم نہیں تم اس بیچاری لڑکی کو کیوں اتنا چھیڑتے اور ستاتے ہو بجائے اسکے بی عالیہ جو کہانی کہہ رہی ہیں اسے سنو دیکھو تو کیسی دلچسپ ہے۔ کیا ہاجرہ کو بہ نسبت اوروں کے

سردی زکام ہوجانے کا زیادہ خوف ہے؟ کیا یہی تہذیب ہے کہ تم اس طرح عادلہ کے کلام میں خلل انداز ہو؟"

نافذ بے فوراً بی عادلہ کی طرف مخاطب ہوئے۔ یہ ضعیفہ گھر گھر حرم سرا میں جاکر ہر قسم کی چیزیں فروخت کیا کرتی تھیں اور ایک گھنٹہ سے ایک طول طویل عشق وجنگ کا فسانہ سنا رہی تھیں جس کے ختم ہونے میں ابھی دیر تھی۔

نافذ بے۔ جی ہاں بڑی بی کہو۔ ہم سب بگوش دل سن رہے ہیں جہاں تم کہتے کہتے رکی تھیں وہاں تمہارے قصہ کے ہیرو کی بُری حالت تھی مجھے جہانتک یاد ہے اُسوقت پانچ سو شخصوں کا وہ تنہا مقابلہ کر رہا تھا میں امید کرتا ہوں کہ وہ اُن سب پر فتح پائیگا۔

شائستہ (جو کہ نہایت ذوق وشوق سے کہانی سُن رہی تھی) فتح تو پا ہی لے گا بھلا وہ پانچ سو شخص ایک مسلمان کے مقابلہ میں کیا کرسکتے ہیں؟

نافذ بے۔ (جماہی لیکر) کچھ نہیں۔ شاید آجکل ہماری فوج میں پکے مسلمان نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فی زمانا پانچ سو آدمیوں سے ایک شخص نہیں لڑسکتا۔ معلوم نہیں اُس زمانہ کے پُرانے لوگوں اور اسوقت کے آدمیوں میں کس وجہ سے اتنا فرق ہے تمہارے ہیرو کی بعید از عقل کارگزاریوں کا ذکر تو میں نہیں کرتا لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ اُسوقت کا ایک شخص آجکل کے دس آدمیوں کے برابر تھا۔

شائستہ کو نافذ بے کا طرز کلام اچھا نہ معلوم ہوا اور چپ چاپ منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ لیکن وحیدہ خانم کی لڑکی بہیئہ نے جو کہ نافذ بے کے زانو پر بیٹھی ہوئی تھی اپنی باہیں اُنکے گلے میں ڈالدیں اور تتلا کر کہنے لگی :-

"میں ایسی کہانیاں نہیں سنونگی۔ مِس ایمی کہتی تھیں یہ بُری ہیں"

مِس ایمی ادستانی تھیں اور ہفتہ میں تین مرتبہ آکر بچوں کو انگریزی اور فرانسیسی زبان

سے کھلاتی تھیں۔
نافذ بے - (بھیؔا کے خوبصورت گھونگروالے بالوں پر ہاتھ پھیر کر) - لیکن اُنہیں رائے قائم کرنے کا موقع کہاں ملا؟ کیا تم نے اُنکے سامنے کوئی کہانی کہی تھی؟
بھیہ - جی میں نے تو نہیں - لیکن جودت نے ایک بار کہی تھی جسے سنکر اُنہوں نے کہا کہ بچوں کو ایسی کہانیاں نہیں سننی چاہئیں - پھر اُنہوں نے ناجرہ کی کہانیاں سنیں اور کہا وہ بہت عمدہ ہیں۔
نافذ بے - کیوں ناجرہ سنتی ہو؟ مس ایمی کا خیال ہے کہ تم اُنکے مذاق کے موافق یہاں سوائے تمہارے اور کوئی کہانی نہیں کہہ سکتا - لو ہمیں بھی سناؤ تاکہ ہم بھی اُن کی بھلائی بُرائی کی نسبت رائے دے سکیں۔
میں - (شرماکر اس لئے کہ اُسوقت سب کی آنکھیں میری ہی طرف تھیں) - جی نہیں مجھے معاف فرمائیے - میری کہانیاں صرف بچوں کے سننے کی ہیں۔
نافذ بے - اور ایسی پاک صاف ہیں اور بُری باتوں سے مبرا ہیں کہ بڑوں کو اُن میں لطف نہیں آئیگا - اچھا بھیہ ناجرہ تمہیں پھر کہانی سنادیں گی لیکن ساتھ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے وہ بچوں میں شمار کریں اسلئے کہ تمہاری طرح مجھکو بھی بی عادلہ کی کہانی پسند نہیں ہے - بڑی بی اُس قصہ کو تو وہیں چھوڑ دو اور اپنے ہیرو کو تنہا لڑنے دو لیکن تمہارے پاس اگر کوڑیاں ہوں تو فال کھولو اسمیں سب کا دل لگیگا۔
لونڈیاں - (سب کی سب ایک آواز سے) کیسی اچھی بات سوچی ہے! بس خانم آفندی سے شروع کرو۔
خانم آفندی (ہنسکر) نہیں میری نہیں - میری اب اتنی عمر ہو چکی ہے کہ میں خود قیاس کرسکتی ہوں کہ میرے لئے اب اور کیا ہونا باقی ہے اس لئے میں اپنی نسبت کچھ

دریافت کرنا نہیں چاہتی - لیکن مجھے ایک کوڑی دو تو میں تمسے کچھ پوچھوں -

نافذ بے - (مسکرا کر) میں سمجھ گیا کس کے لئے یہ کوڑی مانگی جاتی ہے - لیکن مجھے چنداں پروا نہیں کہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے - لڑکو بچو ادھر آؤ میں نے تمہیں کہانی سننے سے باز رکھا اس کا عوض مجھے دینا چاہیئے - تم میں سے کون میرے ساتھ چلنے پر تیار ہے - میں اُس اُلّو کو جا کر مارنا چاہتا ہوں جسکی آواز سے اماں جان رات ڈر گئی تھیں اگر میں نے آج اُسے چھوڑ دیا اور اُسنے مکان میں آشیانہ بنا لیا تو اماں جان خوف سے ضرور بیمار ہو جائینگی اس لئے کہ وہ اس بیچاری چڑیا کو نہایت منحوس سمجھتی ہیں سامنے کی پہاڑی پر جو برجی ہے وہاں اُسکا رہنے کا ارادہ ہے - نیچے کمرے میں روشنی کرنیسے میں اُسے اچھی طرح دیکھ سکوں گا -

سب بچے (خوشی سے کھڑے ہو کر) ہم سب چلیں گے -

ولیہ خانم - لیکن اندھیرے میں نہیں - اتنی رات گئے انہیں وہاں نہ لیجاؤ - شاید گڑھے ہیں یا وہاں سانپ ہوں یا -

نافذ بے - بجا ہے اُلّو کے میں انہیں پر گولی چلا دوں! میری پیاری ولیہ تمہاری طرح بھی میں نے کم مائیں دیکھی ہونگی - میری ماں سے تو پوچھو کہ میرا اعتبار ہے یا نہیں وحیدہ کو دیکھو ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لاتیں جسکی وجہ سے میں انہیں وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں - اُن کو تو مطلق خوف نہیں کہ اُن کے شریر لڑکوں کو میں غائب کر دوں گا -

وحیدہ خانم - لڑکوں کے جانے میں تو کوئی ہرج نہیں ہے - لیکن بہتر ہو کہ بہیہ کو نہ لیجاؤ وہ دل کی کچی ہے ممکن ہے ڈر جائے -

بہیہ (میرا ہاتھ پکڑ کر) - اگر ہاجرہ چلیں تو میں نہیں ڈرونگی - کیوں اماں جان کیا - ہاجرہ

نہیں جا سکتیں ؟

وحیدہ خانم - نہیں پیاری - کیا تم بہولگئیں کہ مردانخانہ سے ہوکر جانا پڑیگا - نا جرہ مردوں کے سامنے نہیں جا سکتیں -

جودت - وہ اپنا سر اور منہ چھپا لیں گی - اسوقت ایک بہی غلام باہر نہو گا -

محسن - (علی بے کا بڑا لڑکا) تو پہر آپ لوگ سب کے سب کیوں نہ چلیں - یہاں بیٹھکر کوڑیاں پہینکنے اور فال کہلوانے سے تو بہتر ہی ہو گا - کیوں ماسوں جان ؟

ولیہ خانم - (بڑے اشتیاق سے) یہ تو بہت ہی اچھا ہوتا - (پہر منہ بنا کر اسلئے کہ خانم آفندی نے سر ہلایا اور اس تجویز کے خلاف معلوم ہوتی تہیں) لیکن شاید ممکن نہیں -

نافذ بے (جلدی سے) - سب کے چلنے میں کیا ہرج ہے ضرور چلو - جودت دوڑ جاؤ اور غلاموں سے کہدو کہ علیحدہ ہو جائیں -

خانم آفندی - لیکن تمہارے والد کے شاید خلافِ خاطر ہو -

نافذ بے - (قطع کلام کرکے) اس کا ذمہ دار میں ہوں - لیکن اسمیں بُرائی کیا ہے جو وہ خلاف ہونگے - یہ رمضان کا مہینہ ہے اور ہر کوئی رات کو باہر نکلتا ہے - ہم لوگ تو اپنے ہی احاطہ میں رہیں گے - اماں جان آپ بہی چلئے اور عذر نہ فرمائیے ورنہ ان بیچاری لڑکیوں کی خوشی ماری جائیگی (خانم آفندی کہڑی ہوگئیں) یہ ٹہیک ہے - آئیے میں آپکو یہ شال اُڑہا دوں کہ ہوا نہ لگے اور اگر آپ کو خوف ہو کہ مردوں کی نظر آپ پر پڑے گی تو سر بہی اسی سے چہپا لیجئے -

خانم آفندی - (مسکراکر) تو کیا میں بہی چلوں ؟ بغیر میرے کیا تمہاری خوشی پوری نہ ہوگی ؟

نافذ بے - ہرگز نہیں - پیاری اماں جان آپ کیا فرماتی ہیں ؟ کیا ہم آپ کو یہاں

تنہا چھوڑ جائینگے؟ لیجئے والد بھی کیا موقعہ سے آ گئے۔ افندیم۔ میں وحیدہ وغیرہ کو اُس پہاڑی پر لیجانا چاہتا ہوں لیکن والدہ کا خیال ہے کہ شاید یہ آپ کے خلافِ خاطر ہو۔

نصر اللہ پاشا ۔ (مسکرا کر) نہیں۔ اسمیں کیا ہرج ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر شب ماہ ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اسوقت درختوں کے نیچے سخت اندھیرا ہوگا۔

ولیہ خانم ۔ (ہنسکر) یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ اگر ذرا خوف معلوم ہو تو پھرنے میں زیادہ لطف آئیگا۔

نصر اللہ پاشا ۔ اچھا تو جاؤ۔ جیسے ہی ملنے والوں کے آنیکا وقت گذر جائے گا میں بھی آکر شریک ہو جاؤں گا۔ بہتر ہے کہ پہاڑی والے مکان میں روشنی کرادو اور لڑکیاں اپنے باجے بھی ساتھ لیجائیں تو اچھا ہے۔ میں نوکروں کو حکم دیدونگا کہ کھانا وہیں بھیجدیں۔ ہملوگ وہاں سحر کی توپ تک رہیں گے۔ نقابیں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کو آگے سے بھیجدو کہ مردوں کو سامنے سے ہٹادے۔ ایک قدم میں سڑک پار ہو جاؤ گی۔ اور اسوقت تو کوئی راستہ بھی نہیں چلتا ہوگا۔

باسفورس کے کنارے جتنے مکانات ہیں اُنکے پیچھے ہمیشہ ایک پہاڑی ہوتی ہے جسپر باغ لگایا جاتا ہے اُس پہاڑی کی چوٹی پر کسی قدر سطح زمین ہوا کرتی ہے جسکے بیچ میں مکان بنایا جاتا ہے۔ نصر اللہ پاشا کا مکان اس قسم کے معمولی مکانوں سے چھوٹا تھا۔ صرف تین کمرے اسمیں تھے جنمیں ایک بہت بڑا جو کہ ملاقات کے لئے مخصوص تھا اور باقی دو میں سے ایک کھانے کا اور دوسرا سونے کا کمرہ تھا۔ جب سے ہم لوگ شہر سے یہاں آئے تھے ادہم بے اور انکی بی بی اکثر اسی پہاڑی والے مکان میں رہتی تھیں اور اُنہوں نے اُسے نہایت عمدہ طور پر سجایا تھا۔ بجائے فرانسیسی طرز کی سجاوٹ کے جس کے بموجب عموماً دو کوچ اور بارہ آرام کرسیاں دیوار سے

لگا کر رکھتے ہیں اور ایک بڑا مرصع میز بیچ میں ہوتا ہے ادہم بے پڑا نے ترکی انداز کو نہایت خوبی سے کام میں لائے تھے۔ ترکی وضع کے کوچ اور مسندیں لگائی تھیں اور ہلکے ہلکے رنگ کے پردے ڈالے تھے اور ان سب میں صرف اسقدر تھوڑی تھوڑی یوروپین مذاق کے مطابق ترمیم کی تھی جو کہ اُنہوں نے ایک مدت تک فرانس میں رہنے کے بعد جائز سمجھی تھی۔ اُنہیں کے حُسن انتظام سے مکان کے چاروں طرف جو سطح زمین باقی تھی اوس میں ایک شاداب اور لہلہاتا ہوا باغ لگایا گیا تھا جس میں کہ پورے موسم گرما میں برابر ہر قسم کے پھول شگفتہ رہتے تھے۔ اس کے علاوہ چاروں طرف بڑے بڑے درخت تھے جن سے کہ پہاڑی مثل ایک خوبصورت جنگل کے معلوم ہوتی تھی۔

اندھیرے میں انہیں درختوں میں سے ہو کر ہمکو جانا پڑا اور جلد پائیں باغ پہونچ گئے دو حبشی لالٹین لئے ہمارے آگے آگے تھے۔ مکان کے ستون میں لیمپ لگا دئے گئے تھے جن سے چاروں طرف خوب روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ خانم آفندی باغ کے ایک کنج میں چلی گئیں جسپر کہ چمیلی پھیلی ہوئی تھی اور لونڈیاں بھی زیادہ تر اُنہیں کے ہمراہ گئیں۔ ہم اسی طرف رہے اور نافذ بے کی نشانہ بازی کا انتظار کرنے لگے اُنہوں نے جودت کو بھیج دیا تھا کہ برجی میں روشنی کر دے تاکہ اُلّو ڈر کر اوڑ جاے۔ ایک منٹ میں برجی روشن ہو گئی اور اُلّو کے اڑنے کی آواز ہمارے کانوں میں آئی۔ نافذ بے نے گولی چلائی لیکن خالی گئی اور چونکہ اُلّو اُڑ گیا اس لئے دوبارہ نشانہ نہیں لگایا۔

نافذ بے۔ اب اُسے جانے ہی دو۔ چونکہ ڈر گیا ہے اب اور یہاں آشیانہ نہیں بنائے گا اور اماں جان آرام سے رہینگی۔ لیکن لڑکو ہمارے شکار میں زیادہ لطف نہیں آیا اور تم لوگوں کو ناامیدی ہوئی۔ کہو اب کیا چاہتے ہو؟

محسن (نزدیک آکر اور نافذ بے کی طرف خوشامدانہ نظر کر کے)۔ کیوں ماموں جان باغ کے

اُس حصے میں جہاں پھل کے درخت ہیں جاسکتے ہیں کوئی ہرج تو نہیں ہے؟ وہاں جاکر اندھیرے میں دوڑنے میں بڑا لطف آئیگا۔

نافذ بے۔ میرے نزدیک تو کوئی ہرج نہیں لیکن تمہارے ساتھ جانے کی کسی کو ہمت ہوگی۔

ولیہ خانم۔ میں چلوں گی۔ اور ہاجرہ بھی (میری طرف مڑکر) کیوں پیاری؟

نافذ بے۔ (میری طرف مسکراکر) کیوں ہاجرہ اتنی ہمت ہے کہ بھوت جن اور سانپ سے نہ ڈرو؟ اگر ہے تو چلو چلیں؟

میں فوراً راضی ہوگئی۔ باغ کا وہ حصہ جہاں جانے کی صلاح ہوئی دوسری طرف پہاڑی کے ڈھال پر تھا اور اُسے پھل کے درختوں کا جنگل کہنا چاہیئے۔ اس مکان کے سابق مالک کے زمانہ میں وہ بھی غالباً پائیں باغ کی طرح پھولوں وغیرہ سے پر ہوگا کیونکہ اُسکے بیچ میں ایک بڑا بھاری چٹان تھا جسکے اندر ایک مصنوعی غار بنا ہوا تھا اور اُسمیں سے پانی بہکر دوسری جانب ایک تالاب میں جاگرتا تھا۔

اُسوقت شرارت اور اوچھل کود کا سبکو اسقدر شوق تھا کہ ہم ہمت کرکے اُس باغ کے دروازہ پر جا پہونچے۔ نافذ بے نے دروازہ کھولا اور سب فرطِ خوشی سے کانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ غضب کا اندھیرا تھا۔ پھل کے درخت نہایت گھنے تھے اور چاروں طرف بڑی بڑی گھاس جمی ہوئی تھی جسمیں مشکل سے قدم اُٹھہ سکتا تھا۔ اگر واقعی وہاں سانپ ہوتے تو اُسوقت ہم لوگ پوری طرح اُن کے پنجۂ قدرت میں تھے ولیہ خانم کو اُنکے بیچے گھیرے ہوئے تھے اور آگے کھینچے جاتے تھے اور وہ ذرا ذرا دیر بعد پیر میں بڑی گھاس کے لپٹ جانے یا کسی درخت کی شاخ کے چھو جانے سے چیخ اُٹھتی تھیں۔ میں نافذ بے کے پیچھے پیچھے چپ چاپ اور با اطمینان تمام چل رہی تھی اسلئے

کہ جہاں کہیں کوئی شاخ سامنے آجاتی تھی تو وہ فوراً ہٹا دیتے تھے اور اگر میرا پیر پھسلتا تھا تو فوراً میری امداد کرتے تھے۔ غرض کہ خدا خدا کرکے ہم اُس چٹان کے قریب پہونچے جو کہ اندھیرے میں بڑا دہشتناک معلوم ہوتا تھا۔ جووَت اور محسن اُس پر چڑھنے کے لئے گھبرائے جاتے تھے لیکن نافذبے نے اُنہیں روکا۔

نافذبے۔ لڑکو صبر کرو اندھیرے میں اس پر نہ چڑھو۔ یہ چٹان نہایت ہی ڈھالواں ہے اور چونکہ اُسکے دوسری طرف تالاب ہے اسلئے یا تو ڈوبنے کا خوف ہے یا گردن ٹوٹنے کا بہتر ہوگا کہ غار کے اندر کے حالات دریافت کئے جائیں۔ مجھے جہانتک یاد ہے اُسکے اندر ایک کونے میں چڑیوں کا گھونسلا ہے جسمیں سے میں ہمیشہ بچے نکالا کرتا تھا معلوم نہیں وہ ابتک ہے یا نہیں۔

محسن۔ جی ابھی وہ وہاں ہے۔ اماں جان چلئے۔

یہ کہکر اُس نے لالٹین اُٹھائی اور ماں کو کھینچکر اندر لے گیا۔ اور لڑکے بھی پیچھے ہو لئے نافذبے ذرا ٹھہرے رہے اور میری طرف دیکھا۔

نافذبے۔ آج کی شب تم بھی بچہ بننا چاہتی ہو یا ہم دونوں اُنکے غار سے باہر آنیکا انتظار دوسری طرف چلکر کریں۔

میں۔ چلئے تالاب کی طرف چلیں۔

غار کے اندر جانے میں مجھے ڈر معلوم ہوتا تھا اسلئے ہم دونوں چٹان کی دوسری طرف گئے اور میں تالاب کے کنارے بیٹھکر اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگی۔ اس مقام پر پھل کے درخت مطلق نہ تھے محض لمبی لمبی گھاس اور جنگلی پھولوں کا یہ جنگل تھا۔ صرف ایک بڑا درخت ہمارے قریب تھا جسکی شاخیں ہوا سے ہمارے اوپر جھوم رہی تھیں۔ چاروں طرف نہایت خاموشی تھی جس میں کہ ولیہ خانم اور بچوں کی چیخیں رہ رہ کر خلل انداز ہو جاتی تھیں۔

نافذ بے - (مسکرا کر) ولیہ کس قدر خوش ہیں! اُن کے والد کو شرم نہیں آئی کہ ایسی چھوٹی لڑکی کی ایسے شخص کے ساتھ شادی کردی جو عمر میں اُس سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

میں - اُنہوں نے ایسا کیوں کیا اور خود ادہم بے چاردہ سالہ لڑکی کے ساتھ شادی کرنے پر کس طرح آمادہ ہوئے؟

نافذ بے - بات یہ ہے کہ ولیہ کے والد اناطولیہ کے کسی دور کے صوبہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے اور ممکن ہے کہ وہاں بیس برس رہنا ہوتا اس لئے جانے سے پہلے اُنہوں نے بہتر سمجھا کہ ولیہ کی شادی کردیں چونکہ اپنے صوبے میں اُنہیں اچھا داماد نہ ملتا۔ اور ادہم بے نے صرف اس لئے شادی کرلی کہ اماں جان نے لڑکی پسند کی تھی اور ترکوں کی رسم کے مطابق وہ انکار نہیں کرسکتے تھے۔

میں (مسکرا کر) لیکن یہ شادی کرکے وہ پچھتائے نہیں اس لئے کہ دونوں میاں بی بی میں بڑی محبت ہے۔

نافذ بے - (سوچ کر) - ہاں ایک خاص قسم کی - ادہم بے ولیہ کے ساتھ پورا پورا بی بی کا سا برتاؤ نہیں کرتے بلکہ زیادہ تر اس طرح پیش آتے ہیں جیسے کہ نازپروردہ اور بگڑے ہوئے بچے کے ساتھ - دوسری جانب ولیہ اُنہیں خوف کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور صرف اتنا سمجھتی ہیں کہ ادہم بے ایک ایسی شے ہیں جسکی عزت کرنی چاہیئے خواہ وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے - یہ ٹھیک ویسا ہی ہے جیسا کہ میں اپنی عربی کتابوں کی لڑکپن میں عزت کرتا تھا۔

میں - (اپنے نزدیک بڑی دانائی سے) - لیکن جوں جوں آپ کی عمر زیادہ ہوتی گئی اُنہیں سمجھتے گئے۔

نافذ بے - اس سے تمہاری یہ غرض ہے کہ ولیہ بھی اسی طرح کسی زمانہ میں ادہم بے کے فراج سے آشنا ہو جائیگی - میں تو کبھی ایسی عورت سے شادی نکروں جو کہ جب تک گیارہ برس ساتھ نہ رہے میری طبیعت نہ پہچانے -

میں - لیکن آپ تو ادہم بے کی طرح نہیں ہیں -

اتنا جلدی سے کہکر میں رُک گئی -

نافذ بے - سچ کہتی ہو - تو تمہارے نزدیک میری بی بی مجھسے نہیں ڈرے گی ؟ اگر تمہارا خیال میری نسبت ایسا ہی ہے تو ادہر تھوڑے عرصہ سے تم مجھ سے کیوں اتنی جان چراتی ہو ؟ ہاجرہ ! میری چھوٹی سی ہاجرہ ! سچ بتانا کیا تم داؤد کو چاہتی ہو ؟ چونکہ میں خاموش رہی نافذ بے اُٹھے اور میری طرف آئے -

نافذ بے - ہاجرہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں - اور تم کو اس کا علم بھی ہے - اگر تم صحیح صحیح اور ایماناً بتادو کہ دوسرے شخص پر تمہارا دل آیا ہوا ہے اور اُسے مجھ پر ترجیح دیتی ہو تو اور پھر کبھی میں تمہیں اس بارہ میں تکلیف نہ دوں گا - لیکن تمہاری زبان سے اس کا جواب سننا چاہتا ہوں -

میرے دل میں فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ آج کسی طرح چھٹکارا نہیں ہونیکا کہنے سننے کا وقت آپہونچا اور آج صفائی ہو جانی چاہئیے -

میں - لیکن آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے یعنی میں آپ کی بی بی نہیں ہوسکتی -

نافذ بے (بگڑ کر قطع کلام کرکے) - کیوں ؟ اسلئے کہ دوسرے کو چاہتی ہو ؟ آج دوشنبہ ہے اور جمیدہ پنجشنبہ کو آئیں گی میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دوں گا - جب تک کہ مجھے یقین نہو لے کہ تم اپنی خوشی سے جانا چاہتی ہو - ہاجرہ - میں ایسا بیوقوف نہیں

ہوں کہ محض خیالی بنیاد پر کوئی راے قایم کروں۔ اور نہ میں تمکو ایسا برا سمجھتا ہوں جو یہ کہوں کہ صرف میری دنیوی حالت دیکھکر تم میری طرف مائل ہو جاؤ گی۔ لیکن بات یہ ہے کہ تھوڑا عرصہ ہوا جو مجھے خیال ہوا کہ تمنے اپنے دل میں مجھے کسی قدر جگہہ دی ہے اور یہ اُمید ہوئی کہ رفتہ رفتہ تم مجھہ سے پوری طرح محبت و پیار کرنے لگو گی اس لئے جس روز کہ میں نے تمہیں داؤد کے ساتھہ دیکھا تو مجھے شبہ ہوا کہ تم مجھسے عیاری کر رہی ہو اور غصہ میں اُسوقت کسی بات کا مجھے خیال نہ رہا۔ لیکن تب سے معلوم نہیں کیوں میرے دل سے وہ شبہ جاتا رہا اور مجھکو یقین ہے کہ تم خوشی سے کبھی مجھے دہوکہ نہیں دوگی۔ ممکن ہے کہ میری امیدوں نے مجھے فریب دیا ہو اور جن علامتوں کو میں عشق و محبت کا نتیجہ سمجھتا رہا ہوں۔ اُنکا باعث ہی کچھہ اور ہی ہو لیکن اگر واقعی تم اُس شخص کو چاہتی ہو تو میں ابھی اپنی سب امیدوں کا خون کئے دیتا ہوں اور نہیں (جیسا کہ مجھے امید ہے) تو میں ضرور تمسے شادی کروں گا چاہے کوئی اس کے خلاف کیوں نہو۔

مین خاموش رہی۔ دوسرے ساتہیوں کی باتوں کی آواز اب صاف صاف کان میں آنے لگی اور ایک لحظہ میں وہ ہمارے قریب آنے والے تھے نافذ بے نے گردن اٹھا کر دیکھا کہ لالٹین ہم سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھی۔

نافذ بے (زور سے) جواب دو۔ ہاجرہ کیا تم داؤد کو چاہتی ہو؟

میں۔ (مجبور ہو کر)۔ جی نہیں۔ لیکن پھر بھی میں آپ کی بی بی نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں کبھی ایسی شادی منظور کروں گی جس کے خلاف آپ کا تمام خاندان ہو؟ دو چار منٹ تک اُنہوں نے جواب نہیں دیا اسلئے کہ ایک بارگی مجھے سینہ سے لپٹا کر نہایت شوق سے پیار کر رہے تھے۔

میں۔ (منت کر کے)۔ بس۔ چھوڑ دیجئے۔ مہربانی کیجئے مجھے جانے دیجئے۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ سب بیفائدہ ہے۔

نافذ بے۔ (وحیدہ خانم کو آتے دیکھ مجھے چھوڑ کر) میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔ میرا ارادہ ہے کہ آج ہی رات کو والدہ سے اس کا ذکر کروں۔

وحیدہ خانم۔ تم دونوں ہی کسقدر کاہل ہو۔ ہمارے ساتھ کیوں نہیں آئے؟ غار کے اندر نہایت لطف رہا۔

نافذ بے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی لیکن اب عمر اتنی ہو گئی ہے کہ چڑیوں کے گھونسلوں سے انڈے بچے نکالنے میں مزا نہیں آتا۔ بس اب واپس چلنا چاہیے ورنہ والدہ کو تشویش ہوگی۔ دونوں میرے ساتھ ہو لو۔

ہم مکان جانے کے لئے مڑے اور جلد پہنچ گئے۔ باغ میں درختوں کے نیچے سب [illegible] چولی کھیل رہی ہیں۔ خانم آفندی اسی مقام پر تھیں جہاں ہم اُنہیں چھوڑ کر آئے تھے اور صرف عادلہ بی اُنکے ساتھ تھیں۔ کسی حرم سرا کے ایک بدنام کنندہ واقعہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور خانم افندی نہایت شوق سے اُسے سن رہی تھیں۔ ہم بھی اُنکے پاس جا کر بیٹھ گئے اور لڑکے لونڈیوں کے ساتھ کھیل میں جا کر شریک ہو گئے۔ نافذ بے دروازہ سے لگے ہوئے کھڑے تھے اور وحیدہ خانم جو کہ صحن سے ہمارے ساتھ ہولی تھیں ایک بنچ پر نافذ بے کے قریب بیٹھ گئیں۔

وحیدہ خانم۔ کیوں بڑی بی کیا ذکر ہو رہا ہے؟

عادلہ خانم۔ کچھ نہیں۔ صرف یہی کہ محمود پاشا کی لڑکی ایک سرکیشیا کے فوجی جوان پر عاشق ہو گئی ہے اور چونکہ محمود پاشا چاہتے ہیں کہ اپنے ایک عزیز سے اُسکی شادی ہو اس لئے وہاں بڑی گڑبڑ مچی ہوئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لڑکی اور اُس مرد سے آپس میں خط و کتابت بھی ہوتی تھی۔ (خانم افندی کی طرف پھر کر) لڑکی کے پاس

خفا موجود ہیں اور میں نے اُنہیں دیکھا ہے۔ محمود پاشا اور اُنکی بی بی غصے سے آگ ہو رہی ہیں۔ اگر کسی پاشا کا لڑکا ہوتا تو ایک بات بھی تھی اور یہ معاملہ آسانی سے دبا دیا جاتا لیکن اس مرد سے تو کوئی مناسبت ہی نہیں۔ کہاں وہ اور کہاں یہ لڑکی! بھلا شادی کیونکر ہو سکتی ہے؟

نافذ بے کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

وحیدہ خانم - (کسیقدر ترشی سے) کیوں نہیں؟ محمود پاشا سے بہتر خاندان کی لڑکیوں کی اس قسم کے لوگوں سے شادیاں ہوئی ہیں کہیں شادی ہو ہمارا رتبہ تو کسی طرح کم ہوتا نہیں بلکہ ہمارے شوہروں کا درجہ ہماری وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔

عادلہ - (گھبرا کر اسلئے کہ بلا سمجھے وہ پہلی بات کہہ بیٹھی تھیں) پیاری خانم آپکا خیال بجا ہے آپ صحیح فرماتی ہیں۔ لیکن محمود پاشا کی لڑکی اپنے چچازاد بھائی سے پہلے ہی سے منسوب ہو چکی ہے۔

خانم آفندی - (جلدی سے) سچ ہے اس واقعہ سے تو اس معاملہ کی بالکل صورت بدلجاتی ہے۔

وحیدہ خانم کب چوکنے والی تھیں! فوراً جواب دیا:-

"لیکن اگر لڑکی وہاں شادی نکرنا چاہے تو والدین کو چاہیئے کہ جس شخص سے وہ راضی ہو اسکے ساتھ اُسے بیاہ دیں۔ میرے نزدیک تو رکشیا کے فوجی جوان پاشاؤں کے بیٹوں سے دس حصے زیادہ اچھے ہوتے ہیں اور محمود پاشا کی لڑکی کی پسند بہت ہی اچھی ہے۔

نافذ بے - (ہنسکر) وحیدہ شاباش۔ خوب کہا۔ چونکہ تمہاری خود ایسے ہی ایک شخص سے شادی ہوئی ہے اسلئے اس معاملہ میں تم منصفانہ رائے دے سکتی ہو۔ کاش

علی بے یہاں ہوتے تو تمہاری گفتگو سنکر کس قدر خوش ہوتے!

عادلہ۔ (وحیدہ خانم کو خوش کرنے کی غرض سے)۔ علی بے نہایت شریف شخص ہیں بہت سے مکانوں میں میرا آنا جانا ہے۔ لیکن اُن سے زیادہ حسین میں نے آجتک نہیں دیکھا خدا انہیں ہمیشہ خوش و برقرار رکھے۔ اور آپ دونوں میں عمر بھر محبت و پیار رہے!

نافذ بے۔ (مسکرا کر) بس بڑی بی بس۔ وحیدہ خانم نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ تمہیں اُنکے میاں کی قوم یاد نہیں رہی ہوگی۔؟ ہر شخص کا حافظہ خطا کر سکتا ہے خصوصاً جبکہ علی بے میں اپنی قوم کا اسقدر کم اثر ہے کہ خود مجھے کبھی نہیں یاد رہتا کہ وہ کون ہیں انمیں بہت سی خوبیاں ہیں اور بڑے ایماندار شخص ہیں اور اپنی قوم کے ہر عیب سے مبرا ہیں۔

ولیہ خانم۔ (میری طرف مخاطب ہو کر اور آہستہ سے)۔ خیر باشد! آج تو بیطرح تعریف ہو رہی ہے! نافذ بے کو وحیدہ خانم سے کون سا کام نکالنا ہے جو اس طرح اُن کی خوشامد کر رہے ہیں۔ ضرور کوئی اہم و دشوار کام میں اُنکی امداد کی ضرورت ہے جو اُن کا غصہ کم کرنے کے لئے اتنی کوشش ہو رہی ہے۔

میں ہنسنے لگی لیکن ساتھ ہی ایک قسم کی بیچینی بھی میرے دل میں پیدا ہوئی اسلئے کہ میں سمجھ گئی تھی کہ نافذ بے آج کیوں صلح کل بنے بیٹھے ہیں۔ جونہی انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا میں جلدی سے کھڑی ہوگئی اور باہر چلی گئی۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک بار اور کوشش کر دیکھوں کہ وہ اپنی والدہ سے شادی کا ذکر کرنے سے باز رہیں۔ باہر جاتے ہوئے جب اُنکے قریب سے میں گذری تو انہیں بھی آنے کے لئے اشارہ کیا اور صحن میں اُنکی منتظر رہی۔ وہ فوراً آ گئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

نافذ بے۔ (مکان کے اندر لیجاتے ہوئے) اندر چلو۔ (مکان میں پہونچکر اور کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر) لو پیاری کہو تمہیں کیا کہنا ہے اتنا پہلے سے کہے دیتا ہوں

کر مجھے اپنے ارادہ سے باز رہنے کے لئے اصرار نکرنا کیونکہ میں ایک نہیں سننے کا کچھ بھی کیوں نہو میں تمہیں اپنی بی بی ضرور بناؤں گا - اب بتاؤ تم نے مجھے کیوں بلایا؟
یہ دیکھکر کہ جس غرض سے میں نے اُنہیں بلایا تھا اُس کی نسبت زبان کھولنے سے وہ مجھے منع کر رہے ہیں میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اور کیا باتیں کروں - لیکن پھر بھی میں اس بات کی کوشش کرنے پر آمادہ ہوئی کہ جس نظر سے میں اُنکے اس ارادہ کو دیکھتی تھی اُنہیں بھی اُسے اُسی انداز سے دیکھنے پر مجبور کروں -

میں - نافذبے! آپ خوب جانتے ہیں کہ نہ تو پاشا صاحب نہ خانم افندی نہ ادہم بے نہ اور کوئی چاہے گا کہ آپ مجھ سے شادی کریں - (میں نے دیکھا کہ وہ نہایت غور سے جیسا کہ چاہیئے میری گفتگو سن رہے ہیں اور خیال کیا کہ کچھ اثر بھی ہو چلا ہے) میں آپکے قابل نہیں ہوں - آپ لوگوں کی تابعدار اور محتاج ہوں - اگر آپ اپنے اس ارادہ پر قایم رہے تو ہر شخص آپ کو نام رکھے گا اور یہی کہے گا کہ آپکے حواس بجا نہیں ہیں -
نافذبے - (مسکراکر) اگر یہ صحیح ہے کہ عشق بھی ایک قسم کی دیوانگی ہے تو واقعی میں ہوش و حواس سب کھو بیٹھا ہوں - کیا تمہیں زینہ پر اس مضمون کی کوئی غزل گا رہی تھیں؟ (پھر یہ دیکھکر کہ میں کچھ کہا چاہتی تھی زور دے کر کہنے لگے) میری جان اور کچھ کہنا اب بیفائدہ ہے - میں تم پر مرتا ہوں اور تم ضرور میری بی بی بنوگی - اپنی نسبت تم کسی قسم کا خوف نکرو - جب تک میں جیتا ہوں کوئی تمہیں نہیں ستا سکتا -

یہ کہکر اُنہوں نے مجھے سینے سے لگا لیا اور میرے سر کو نہایت پیار سے اپنے شانے پر جگہ دی - میں نے بھی ایک لحظہ اپنے سر کو وہیں رہنے دیا - جو کچھ ارادہ نافذبے کو سمجھانے وغیرہ کے متعلق کیا تھا وہ سب کافور ہوا جاتا تھا - لیکن اس

معاملہ کی اہمیت پر نظر ڈالنے سے پھر دوبارہ ہمت ہوئی۔

میں (مرشانے سے اٹھاکر اور نافذبے کی طرف منت آمیز نگاہ سے دیکھ کر)۔
نہیں نہیں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ نافذبے مذاق جانے دو اور ذرا غور سے کام لو۔ یہ بھی سوچ لیا ہے کہ آپ کی والدہ کس قدر ناراض ہونگی؟ (پھر یہ دیکھکر کہ انکے چہرے کا رنگ بدلنے لگا میں نے یوں بات پھیری) اچھا اپنے والد کا کچھ خیال ہے؟ ان سے تو آپ کو ضرور محبت ہوگی؟ آپ یہ کس طرح گوارا کریں گے کہ انکی اس قدر ناموس ہو؟
نافذبے نے میری طرف سختی سے دیکھا۔
نافذبے۔ ہاجرہ اس قسم کا لفظ زبان پر نہ لاؤ۔ تم اپنے اوپر ظلم کر رہی ہو۔ میری خواہ میرے والد کی اس میں ناموس کیونکر ہوگی؟ کیا تم ایماندار۔ پاک صاف اور باوفا نہیں ہو؟
میں ۔ (جلدی سے) لیکن میں ایک لوہار کی لڑکی ہوں اور رتبہ میں آپ سے بہت کم ہوں۔
نافذبے ۔ نہیں ہرگز نہیں۔ نہ تو مجھے اس کا علم ہے اور نہ میرے والد جانتے ہونگے کہ ہمارے جد امجد کون تھے اور کیا تھے۔ ممکن ہے کہ خاکروب رہے ہوں۔ لیکن اسکی کیا پروا ہے۔ اگر تم سے شادی کرنے میں میری ناموس ہے تو ہو اور سے بیاہ کرنے میں تو اور بھی ہونی چاہیئے جس کا باپ شاید کوئی خونی ہوگا۔ اگر خونی نہیں تو چور تو ضرور ہی رہا ہوگا۔
میں ۔ لیکن پھر بھی وہ سرکیشیائی ہے۔
اتنا کہنے پائی تھی کہ نافذبے نے روک دیا۔
نافذبے ۔ ہاں سرکیشیائی ہے اور ویسی ہی دغاباز۔ فریبی اور مکار ہے جیسے

وہاں کے سب لوگ ہوتے ہیں۔ کیا ایسی عورت سے تم اپنا مقابلہ کرتی ہو؟ کیسی عورت جو نہ تو کسی اصول کی پابند نہ جسمیں شرم وحیا نہ فہم وذکا۔ ہاں اتنی بات ضرور سمجھتی ہے کہ میرے ساتھ شادی ہونے سے وہ آزاد کردی جائے گی اور لونڈی نہ رہیگی۔ اگر آج وہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردیجاے تو دوسرے روز اسی طرح، اُس شخص کے پھانسنے کے لیئے بھی جال پھیلائے گی۔ ناجرہ میں تم سے سچ کہتا ہوں یقین مانو کہ جب میں چھوٹا تھا تو میرے بھی اور لوگوں کی طرح خیالات تھے۔ یہی سمجھتا تھا کہ شاید میری بھی عادت رفتہ رفتہ ایسی ہی ہوجائے گی کہ بی بی کو بیل بکری گاے کی طرح سمجھنے لگونگا اور یہ کہ ایک ایسی لڑکی پر جسکو کبھی نہ دیکھا ہو کسی دیکھی بھالی عورت کو خواہ وہ کسی قسم کی ہو ترجیح دوں گا۔ لیکن جب میں اناطولیہ میں تھا تو میں نے اِس معاملہ پر خوب غور کیا اور یہ راے قایم کی کہ اگر مکان واپس آکر تم سے ملاقات نہ بھی ہوتی تب بھی میں سرکیشیا کی لڑکی سے ہرگز شادی نہ کرتا اور بجاے اسکے سوتا قبول کرتا اسلیئے کہ اس قسم کی شادی سے خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی سب اُمیدیں فوراً زایل ہو جاتیں۔

میں اُسوقت سے اُنکے سینہ ہی سے لپٹی ہوئی کھڑی تھی۔ جیسے ہی ایک لمحہ کے لیے وہ ٹھہرے میں نے آنکھیں اُنکے چہرے کی طرف اُٹھائیں اور اُن سے خوشامد کرنے لگی کہ مجھے چھوڑ دیجئے۔ فرطِ مسرت سے وہ مجھے کچھ اس انداز سے سینہ سے لگائے ہوئے تھے کہ میرے پیر زمین سے اُٹھ چلے تھے۔ آخرش میں نے خیال کیا کہ اگر اپنے پہلے ارادہ پر قایم رہنا چاہتی ہوں تو جس نازک حالت میں اُسوقت تھی اُس سے آپ کو نکالنا چاہیئے۔ اسی غرض سے پھر میں نا فذبے کی خوشامد کرنے لگی کہ بس اب مجھے چھوڑ دیجئے۔ جانے دیجئے۔ اور یہ کہہ ہی رہی تھی کہ اُنکے

شانے پر سے دروازہ پر میری نگاہ پڑی - توبہ توبہ اُسکا تو تو بدن میں خون نہیں! دیکھتی کیا ہوں کہ نوبہار دروازہ سے لگی ہوئی کھڑی ہے اور آنکھیں غصہ اور یاس سے سرخ ہو رہی ہیں - جیسے ہی میری اُسکی آنکھیں چار ہوئیں وہ جلدی سے پیچھے ہٹی اور غائب ہو گئی میں خوف سے سہم گئی اور کانپنے لگی - اس خوف کی وجہ سے پیشتر کی بہ نسبت اور زیادہ نوبہار کے مزاج سے میں واقف ہو گئی اور فوراً مجھے خیال ہوا کہ وہ میری دشمن صریح ہے اور یہ کہ میرا راز فاش ہو جانے کی وجہ سے اُسے مجھ پر ایسا قابو ہو جائے گا کہ رحم کی اُس سے کبھی اُمید ہی نہیں ہو سکتی -

میرا چہرہ بہت ہی زیادہ زرد ہو گیا ہو گا جو نافذبے نے میری طرف دیکھکر دروازہ کی جانب نگاہ کی جدہر کہ میں ابھی تک اُسی حیرت کی حالت میں نظر جمائے کھڑی ہوئی تھی -

نافذبے - (جلدی سے) خیر تو ہے کیا ہوا؟ کسکو دیکھا؟

میں - (زور دیکر) - نافذبے! مجھے جانے دیجئے - بس عنایت کیجئے چھوڑ دیجئے بڑی آفت ہوئی -

نافذبے - (متعجب ہو کر) آفت کیسی؟

میں - بس اب ہر شخص کو یہ حال معلوم ہو جائے گا (پھر کہا کہ) نافذبے آپ یہ دنیا ہی کہیگا کہ آپ مجھسے مذاق کر رہے تھے - تفریح کر رہے تھے -

نافذبے - (قطع کلام کر کے) کیوں یہ کس لئے کہو نہ؟ وجہ کیا کہ میں کوئی ایسی بات کروں جس سے تمہاری نیک نامی پر ذرا بھی دہبہ آنے کا خوف ہو - اگر کسی نے ہم دونوں کو دیکھ لیا ہے تو جو میرا ارادہ تھا وہی کروں گا اور آج شب کو ماں جان سے اس کا ذکر کر دوں گا - ہاجرہ تم مجھے نہایت ہی کمزور طبیعت اور ذلیل سمجھتی ہو جو تمہارا خیال ہے کہ تھوڑی سی مخالفت سے میں ڈر جاؤں گا اور تم کو اُس بیاس کی باتیں سننے کے

لئے چھوڑ دوں گا ۔

یہ کہکر وہ جھکے اور مجھے نہایت محبت سے پیار کیا - میں نے انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی اسلئے کہ مجھ میں اب انکے خلاف مرضی کام کرنے کی طاقت نہیں رہی تھی اور خاموشی کے ساتھ اپنے آپ کو اُنکے بوس وکنار کی نذر کیا - تھوڑی دیر ہم دونوں خاموش رہے اور میرے دل میں پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ میں آخری اپیل نافذبے کے پاس انہیں اپنے ارادے سے باز رکھنے کے لئے اُس تعظیم اور محبت کو یاد دلا کر کروں جو کہ اُنکو اپنے والد سے تھی -

میں - ذرا یہ تو سوچئے کہ نفرالعد پاشا کس قدر ناراض ہونگے - آپ جانتے ہیں کہ اس سال وہ آپ سے کس قدر رنجیدہ رہے ہیں اور پھر بھی آپ کو کبھی کچھ نہیں کہا - اب آپکو دوبارہ اُنہیں رنج پہونچانے کی کیونکر جرأت ہوگی ؟ (کسی قدر فکر کے آثار چہرے پر دیکھکر مجھے کامیابی کی اُمید ہوئی اور کہنے لگی) آپ خوب جانتے ہیں کہ وہ کبھی آپکو مجھسے شادی کرنے کی اجازت نہ دینگے اور آپ اُنکے خلاف طبع کوئی کام نہیں کر سکتے - آپ کو یہ بھی علم ہے کہ اُن کو آپ پر بے انتہا اختیار ہے اور وہ ایسے مہربان بزرگ اور نیک نہاد شخص ہیں کہ آپ کیونکر اُنکی مخالفت کر سکیں گے ؟ اگر وہ حکم دیں کہ یہ خیال خام آپ دل سے دور کریں تو بلا شبہہ آپ کو اُسکی تعمیل کرنی پڑے گی -

نافذبے - (قطعی طور پر لیکن کسی قدر رنج کے ساتھ) نہیں اس بارہ میں میں تعمیل حکم نہیں کروں گا - اسمیں کوئی شک نہیں کہ میرا فرض ہے کہ میں اُنکی تعظیم و تکریم کروں اور اُنکا حکم بجالاؤں - یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ان امور میں آجتک کبھی کسی قسم کی کمی کی ہے اس لئے کہ مجھے اُن سے بیحد محبت ہے - لیکن اگر وہ شادی کی اجازت نہ بھی دیں تو بھی میں تم سے شادی ضرور کروں گا - کچھہ ہی اختیار مجھہ پر اُن کو ہو تاہم

اُسے اسقدر وسعت نہیں ہوسکتی کہ قاضی کو نکاح پڑہانے سے وہ باز رکھہ سکے۔
میں نے پہر کوشش کی کہ جس طرح میں اُنکے اس ارادہ پر نظر ڈال رہی تہی اُسی طرح وہ بہی اُسے دیکہیں اور اسی غرض سے کہنے لگی :-
"لیکن اپنے والد کو ناراض کرنے کا کیا آپ کو افسوس نہ ہوگا ؟"
نافذ بے - (افسردگی کے ساتہہ اقرار کر کے) یہ تو صحیح ہے - افسوس ضرور ہوگا اور اُنکے رنجیدہ کرنے میں مجہے بڑا صدمہ ہونچیگا - کسی شے کی عادت ہوجانا بڑی بات ہے - اتنی مدت تک بلا چون وچرا اُنکا حکم بجالانے کے بعد یکایک اُن کی نافرمانی کرنا سہل کام نہیں - لیکن میری پیاری جان اب تو میں اسپر کمربستہ ہوں اور یہ کرنا ہی پڑیگا - باپ ماں یا بہائی کوئی مجہے تم سے جدا نہیں کرسکتا -
میں (مایوس ہوکر) - لیکن میں ہی اگر شادی کرنے سے انکار کروں تب ؟ کیا پہر بہی آپ مجہے قاضی کے سامنے زبردستی کہینچکر لیجائیں گے ؟
تہوڑی دیر کے لئے اُنکا چہرہ اوداس ہوگیا اور مجہے غور سے دیکہنے لگے پہر خوش ہوکر آہستہ سے ہنسے -
نافذ بے - ہاں ضرور ایسا ہی کروں گا اگر تم اس سے بہتر سبب نہ بتاسکو - اگر یہ کہدو کہ کسی دوسرے پر تم مرتی ہو تو البتہ قصہ تمام ہے - نہیں - یہ نہیں کہو گی ؟ تو بس اِس بحث کا خاتمہ ہے - اس کے بعد اگر تم شادی سے انکار کرو تو میں زبردستی قاضی کے پاس تمہیں لیجاؤنگا -
میں نے اُنکی گفتگو تو سنی لیکن اُسکا مطلب ابہی نہیں سمجہنے پائی تہی کہ باہر کے برآمدہ میں کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور میں سہم کر بلا حس وحرکت اُسی طرح کہڑی رہی - نافذ بے کے آغوش سے ابہی میں اپنے آپ کو علیحدہ نہیں کرنے پائی

تھی کہ خانم آفندی دروازہ پر آموجود ہوئیں۔
ایک لحظہ وہ خاموش کھڑی رہیں۔ قد بالا خوب تنا ہوا آنکھیں خشم آلود۔ جبڑا اگرا ہوا اور چہرہ ایکبارگی سفید۔ یہ حالت دیکھکر میرا دل بیٹھا جاتا تھا اور نافذ بے کے سینے سے علیحدہ ہوتے ہی مجھے خیال ہوا کہ اب وہ وقت آگیا جس سے کہ میں ہمیشہ اسقدر ڈرتی تھی اور جس عورت کے خلاف مرضی کوئی کام نہ کرنے کی میں قسم کھا چکی تھی اُس سے آج مقابلہ تھا۔
نافذ بے مجھسے الگ ہوتے ہی پھر کر کھڑے ہو گئے گویا کہ اُس آتش خشم سے جو کہ خانم آفندی کی آنکھوں میں شعلہ زن تھی وہ اس طرح مجھے بچانے کے لئے آمادہ ہوئے۔
نافذ بے۔ اماں جان مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ تشریف لائیں میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔
لیکن تنہائی کیسی۔ جیسے ہی اُنہوں نے ایک قدم آگے بڑھایا وحیدہ خانم اُنکے پیچھے پیچھے آئیں۔ اور بات کی بات میں تمام لونڈیاں آموجود ہوئیں۔ میں کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی سب کے منہ دیکھ رہی تھی۔ وحیدہ خانم کے چہرے پر مغرورانہ تعجب آشکارا تھا ولیہ خانم نگاہ ترحم اور خوف سے دیکھ رہی تھیں اور لونڈیوں کے چہرے بتا رہے تھے کہ اب کچھ ہوا چاہتا ہے جسکی وہ منتظر معلوم ہوتی تھیں۔ میرا دل اُسوقت اس زور سے دھڑک رہا تھا اور بدن میں اسوقت کی گھبراہٹ بلکہ سچ پوچھو تو خوف سے ایسا رعشہ آگیا تھا کہ میں ٹھیک نہیں کہہ سکتی کہ اُس دم میں نے کیا دیکھا اور کیا سنا۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ کوئی صاحب یہ پڑھکر مجھے الزام نہ دینگے۔ جو شخص کہ حرم سرا میں کبھی نہ رہا ہو اُس کی سمجھ میں ہرگز نہیں آسکتا کہ گھر کی بی بی کے اختیارات کسقدر وسیع

ہوتے ہیں اور کیا کچھ وہ نہیں کر سکتی ہے۔ کس طرح سے گھر کے تمام لوگوں کو بچپن ہی سے اُس سے ڈرنے اور خوف کھانے اور اُسے غصہ کی حالت میں دیکھکر خوف زدہ ہو کر کانپنے کی عادت ہوجاتی ہے۔ اور کس طرح سب یہی خیال کرتے ہیں کہ اُنکی جان و مال پر اُسے پورا پورا اختیار ہے۔ مجھکو بھی یہی تعلیم دی گئی تھی کہ میں خانم آفندی کو اُس مکان کا خود مختار حاکم تصور کروں اور اُنکی فرمانبرداری اپنے آپ پر فرض سمجھوں اس لئے جبکہ میں نے اُنہیں اپنی طرف تیزی سے قدم بڑھاتے دیکھا تو میرا کلیجہ ڈر سے کانپنے لگا اور میرے دل میں سوائے خوف کے اور کسی قسم کا خیال باقی نہ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے لڑکے کے پیچھے سے مجھے کھینچ کر سامنے لانے کا ارادہ تھا۔

نافذبے بھی یہ دیکھکر ایک قدم آگے بڑھے اور ماں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

نافذ بے ۔ (آہستہ سے لیکن ایسے لہجہ میں کہ خانم آفندی رُک گئیں اور آگے نہ بڑھیں) اماں جان ٹھہر جائیے۔ جو کچھ کہنا ہے آپ پہلے مجھسے کہیں ابھی آپ سے میں نے نہیں کہا کہ مجھے کچھ کہنا ہے؟

خانم آفندی ۔ (چلاکر) میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔ جب تک کہ اس لڑکی کو اُسکے جرم کی سزا نہ دیلوں ایک لفظ نہیں سننے کی۔ (میری طرف غضبناکی سے پھر کر) تم کون ہو اور کیا ہو جو اس طرح میرے بیٹے پر جادو کرنے کی تمہیں ہمت ہوئی اور اُسے قبضہ میں کر لیا۔ بوبا ور نے مجھے سب کیفیت سنا دی ہے۔

یہ کہکر وہ ایک قدم اور میری طرف بڑھیں اور پھر نافذ بے اُٹھے اور میرے بیچ میں آکر کھڑے ہو گئے۔

نافذ بے ۔ (سختی سے) ۔ اماں جان اتنا غصہ اچھا نہیں ۔ اگر آپ نے اس لڑکی کو اُنگلی بھی لگائی تو قسم ہے اپنے والد کے سر کی میں کبھی آپ کو اپنی صورت

نہ دکھاؤں گا۔

خانم آفندی۔ خوب! نوبت باین رسید؟ تو آج سے تم مجھے حکم دیا کرو گے کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نکرنا چاہیئے؟ بیٹا تمہیں معلوم نہیں وہ ایک ساحرہ کے پاس گئی تھی اور وہاں سے ایک تعویذ لاکر تمہارے دروازہ کے سامنے دفن کیا تھا۔ (نافذ بے نے شانے ہلائے) تمہیں یقین نہیں ہوتا؟ تو سنو۔ میں نے جب اس کا ذکر سنا تو فوراً ایک نوکر کو اس تعویذ کے نکالنے کے لئے بھیجا اور وہ یہ موجود ہے۔ ذرا حساب کر کے تو دیکھو جس روز یہ دفن کیا گیا اُسکے دوسرے ہی روز تم بیمار پڑے۔ اب تو مجھے نہ روکو۔ بغیر اس کا بدلہ لئے میں نہیں رہ سکتی اور ضرور لونگی۔

نافذ بے۔ (بردباری سے)۔ یہ ہرگز نہیں ہونے کا۔ ناجرہ سے میں شادی کرنے والا ہوں لونڈیوں کے سامنے اُنہیں اس طرح بیعزت نہیں کرنے دونگا۔

خانم آفندی۔ (حقارت سے اُنہیں الفاظ کو دوہرا کر) شادی کرنے والا ہوں! نافذ تمہارے دماغ میں خلل آگیا ہے۔ (غصہ سے میری طرف دیکھکر)۔ تم بھی سمجھی ہوگی؟ یہی امید کی ہوگی؟ کیوں؟ پہلے اپنی جان کی تو خیر مناؤ اپنے ہاتھ سے میں تمہاری جان نکالوں گی۔ اس خواب خرگوش میں تم کیونکر مبتلا ہوئیں؟ کس طرح تم کو یہ خیال کرنے کی ہمت ہوئی کہ میں اجازت دیدوں گی کہ میرے بیٹے کا نام ایک لوہار کی بیٹی کے نام کے ساتھ لیا جائے؟

نافذ بے۔ (سردمہری سے) ممکن ہے کہ آپ کے بیٹے کا نام اس سے بھی زیادہ خراب نام کے ساتھ شامل کیا جائے۔ اماں جان اور زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ضرور اس لڑکی سے شادی کروں گا۔ بس خاتمہ ہے۔ دم بھر کے لئے خانم آفندی ایک کرسی سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔ اُنکے ہاتھ کانپ

رہے تھے اور چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔

میں۔ (دبی زبان سے)۔ نافذ بے۔

اور زیادہ کہنے نہ پائی تھی کہ خانم آفندی تیزی سے میری طرف مڑیں۔

خانم آفندی۔ (غصہ سے آواز کانپتی ہوئی)۔ یہ ہمت کہ آج سے اب میرے سامنے گفتگو کرتی ہو! یہ نہ سمجھنا کہ میرے ہاتھ سے تم بچکر نکلی جاؤگی۔ تمہیں بچانے کے لئے نافذ ہمیشہ یہاں موجود نہ رہیں گے اور وہ وقت بہت جلد آیا چاہتا ہے کہ تم دل سے چاہنے لگوگی کہ کاش مجھسے مقابلہ کرنے کے پہلے تم مرہی گئی ہوتیں۔

نافذ بے۔ (غصہ سے)۔ بخدا ایسا کبھی نہیں ہونے کا! اپنی لونڈیوں کے ساتھ جس قدر سنگدلی کے ساتھ دل چاہے پیش آیئے۔ وہ آپکی ہیں اور مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ ان سے کیسا سلوک کرتی ہیں۔ لیکن ہاجرہ کا ایک بال بھی نہیں چھونے دینے کا۔

یہ کلام سنتے ہی میں ایک قدم آگے بڑھی۔ ماں بیٹے میں اب بات زیادہ بڑھتی جاتی تھی اور یہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ میری حالت اسوقت مصداق "ہرچہ بادا باد" کی تھی خوف سے کانپنا موقوف ہوگیا تھا اور ہمت آگئی تھی۔ جلدی سے آگے بڑھکے میں خانم آفندی کے قدموں پر گر پڑی۔

میں۔ (کانپتی ہوئی آواز سے) میری پیاری خانم آپ نافذ بے کی باتوں کا خیال نفرمائیں۔ اسوقت ان کی عقل ٹھکانے نہیں ہے اور وہ خود نہیں سمجھتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کل صبح وہ آپ ہی اقرار کریں گے کہ جو کام وہ کرنا چاہتے ہیں وہ دائرہ امکان سے باہر ہے۔

خانم آفندی ایک لحظہ خاموش رہیں اور پھر ایکبارگی جھک کر میرے سر کے بال زور

سے پکڑ لئے اور انہیں نہایت بیرحمی اور سنگدلی سے اپنے ہاتھ پر لپیٹا - یہ نہیں کہہ سکتی کہ انکا کیا ارادہ تھا اس لئے کہ نافذ بے نے فوراً آگے بڑھکر اپنی ماں کے ہاتھ پکڑ لئے اور میرے بال چھٹا کر مجھے اپنی طرف کھینچ لیا -

نافذ بے - (دبی زبان سے) - جہاں ہو وہیں کھڑی رہو - اسوقت اماں جان کے مزاج کی یہ کیفیت ہے کہ اگر موقع ملا تو میں بچا نے بھی نہ پاؤں گا کہ وہ تمہیں مار ڈالیں گی -

اسوقت وحیدہ خانم بھی بڑھکر سامنے آئیں اور تیزی سے کہنے لگیں :-

"نافذ بڑی شرم کی بات ہے - کیا پاگل ہو گئے ہو جو اماں جان سے اس قسم کی باتیں کرتے ہو ؟ کیا واقعی تمہارا یہ خیال ہے کہ والد تمہیں اس لڑکی سے شادی کرنے کی اجازت دینگے اور اپنے خاندان پر دھبہ لگائیں گے ؟"

نافذ بے - بس اسی میں تو مجھے تمہارے ساتھ اتفاق نہیں ہے - میرے نزدیک اب شادی نکرنے میں اور بھی زیادہ رسوائی ہے -

جسوقت وحیدہ خانم بات کر رہی تھیں میری نظر دروازہ پر پڑی دیکھا کہ نصر اللہ پاشا اور ادھم بے کھڑے ہوئے ہیں - خوف سے دل کے اور ٹکڑے ہونے لگے - جیسے ہی نافذ بے کی گفتگو ختم ہوئی نصر اللہ پاشا آگے بڑھے نہایت کشیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور خاموش تھے - اُن کے قدم کی آہٹ پاکر خانم آفندی اُنکے بھی پھر کر دیکھا -

خانم آفندی - (غصہ سے اور ظاہراً آج پہلی بار یہ اقرار کر کے کہ نصر اللہ پاشا کو اپنے سرکش بیٹے پر اُن سے زیادہ اختیار حاصل تھا) - تاجرہ نے آپکے بیٹے پر جادو کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اُس پر فریفتہ ہو گیا ہے اور اُس سے شادی کرنا چاہتا ہے - اور چونکہ میں نے اُسے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی میرے ساتھ

نہایت بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ پیش آیا۔ پھر جب میں نے ہاجرہ کو اُسکے قصور کی سزا دینی چاہی تو نافذ نے میرا ہاتھ اس زور سے پکڑا کہ کلائی ٹوٹتے ٹوٹتے بچ گئی۔ کیا آپ اس قسم کا برتاؤ جائز رکھیں گے ؟

میں نے نافذ بے کی طرف دیکھا۔ انکا چہرہ بہت زرد ہو گیا تھا۔ لیکن اپنے ارادے پر ابھی تک اُسی طرح قایم معلوم ہوتے تھے بلکہ اپنے والد کو دیکھکر ایک قسم کی پختگی اُس ارادے میں آگئی تھی۔ ظاہرا وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ اصل لڑائی تو اب شروع ہونے والی ہے۔

نصر اللہ پاشا ۔ (آہستہ سے)۔ اس قسم کی گفتگو کرنے کا یہ کوئی موقع نہیں ہے۔ (بیٹے کی طرف پھر کر) اگر تم اُتنے پاگل نہیں ہو جتنا کہ میں سمجھتا ہوں تو فوراً اپنی ماں سے اپنا قصور معاف کراؤ اور میرے ہمراہ مکان چلو۔ تم جو ابھی گفتگو کر رہے تھے وہ تشریح طلب ہے اور میں تمہارا جواب آج شب کو سننا چاہتا ہوں۔

نافذ بے چپ چاپ آگے بڑھے اور اپنی ماں کا ہاتھ لیکر آہستہ سے بوسہ دیا۔

نافذ بے ۔ اماں جان اگر میں نے بے ادبی اور گستاخی کی ہے تو میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن اپنے ارادے پر میں اُسی طرح قایم ہوں اور ضرور ہاجرہ سے شادی کروں گا۔

یہ کہکر وہ دروازے کی طرف بڑھے لیکن کمرے سے باہر جانے کے پہلے اُنہوں نے ادہم بے کی طرف دیکھا اور اشارہ سے مجھے اُنکے سپرد کیا۔ ادہم بے نے یہ خدمت قبول کی اور میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

ادہم بے ۔ (اس انداز سے کہ گویا اُن پر اِن باتوں کا مطلق اثر نہیں ہوا تھا) ہاجرہ چلو میں تمکو مکان لیجاؤں اور تمہارے کمرے تک پہونچا دوں۔

خانم آفندی میری طرف مڑیں لیکن کچھ بولی نہیں - نافذ بے سے ہارنے کے بعد اتنا سمجھنے لگی تھیں کہ ادہم بے کے مقابلہ میں تو اور بھی کامیابی کی امید نہ تھی -

ادہم بے نے اپنا ہاتھ مجھے دیا اور میں اُسے پکڑ کر اُنکے ساتھ روانہ ہوئی - نصر اللہ پاشا اور نافذ آگے آگے تھے اور ہم دونوں اُنکے پیچھے آہستہ آہستہ جارہے تھے اسلئے کہ میری حالت نہایت خستہ تھی اور ڈبا لواں پہاڑی سے اُترنے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی - ادہم بے نے میری کمزوری کا لحاظ کرکے چپ چاپ میرا بازو اپنے بازو کے نیچے لے لیا اور اس طرح سہارا دیکر مجھے لے چلے - اُسوقت میں اس فکر میں تھی کہ وہ بھی محبت سے دوسروں کی طرح ناراض تھے یا نہیں حالانکہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جہاں اتنے لوگ بگڑے ہوئے تھے وہاں ایک کا مہربان حال رہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا - اور اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ اُسکی کچھ وقعت ہوسکتی ہے تو اُسکی کوئی امید نہ تھی کہ بوبا ور نے جو کچھ میرے خلاف کہا تھا اُسکے سننے کے بعد اُنکا خیال میری نسبت اچھا رہا ہوگا - اُنہوں نے جو اپنی والدہ کے مقابلہ میں مجھے اپنے سایۂ عاطفت میں اُسوقت لیا تھا اُسکی صرف یہی وجہ تھی کہ اُنکی مردانگی اسکو جائز نہیں رکھتی تھی کہ عورت کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے - اسی درمیان میں مجھے خانم آفندی کا جھک کر میرے بال پکڑنا اور چہرہ غصے سے بگاڑنا جو یاد آیا تو ڈر سے میں خود بخود کانپنے لگی اور اتنا کہ ادہم بے نے بھی اُسے محسوس کیا اُسوقت ہم مکان کے باہر کے حصہ میں تھے اور اُس زینہ کے پاس پہونچ چکے تھے جہاں سے کہ حرم سرا میں داخل ہوتے تھے -

ادہم بے - (ایک ہاتھ سے میری کمر پکڑ کر اور سہارا دیکر) تم سے متعلق نہیں چلا جاتا بیچاری ہاجرہ آج تم نے سخت مصیبت اور تکلیف اُٹھائی ہے -

میں متعجب ہوکر اُنکی طرف دیکھنے لگی اسلئے کہ اُنکی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ میری حالت

پر اُنھیں افسوس اور رحم آتا تھا۔ روشنی کے قریب پہونچکر میں نے دیکھا کہ اُن کا چہرہ نہایت ہی زرد تھا اور اُن کی آنکھوں سے پایا جاتا تھا کہ میرے لئے وہ بہت رنجیدہ تھے۔ اس کیفیت نے میرے دل پر عجیب اثر کیا آنسو جو میری آنکھوں میں عرصہ سے ڈبڈبا رہے تھے یہ حال دیکھکر بے اختیار جاری ہوگئے اور میں زار زار رونے لگی۔ اُنھوں نے مجھسے اور کوئی بات چیت نہ کی اور حرم سرا کا دروازہ کھولکر میرے کمرے تک مجھے پہونچا دیا۔

ادہم بے۔ (رخصت ہوتے وقت) - اب آرام کرو اسلئے کہ تمھیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ اِس بات کا ہرگز خوف نہ کرنا کہ کوئی تمھیں آج رات کو ستائے گا۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں لیکن یاد رہے کہ اگر تم کو میری ضرورت ہو تو آواز دینا میں فوراً آجاؤں گا۔

میں اُن کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کرنے لگی میکن پہلا جملہ بھی ابھی اچھی طرح کہنے نہ پائی تھی کہ اُنھوں نے دروازہ بند کر دیا اور چلے گئے۔ اُن کے جانیکے بعد سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ اپنے دروازہ میں دوہرا قفل لگایا اور پھر چارپائی پر بیٹھکر جہاں تک سنجیدگی کے ساتھ ممکن ہو سکا اُس روز کی مصیبت پر غور کرنے لگی۔

باب ہفتم

تمام رات میں نے ایک کوچ پر بیٹھکر گذاری اور صبح ہوتے ہی اُٹھکر کھڑکی کے پاس

گئی - درد کی شدت سے سر پھٹا جاتا تھا اور مشکل سے کھڑا بھی ہوا جاتا تھا - رات بڑی تکلیف سے گذری تھی اور کل کے واقعات نے دماغ پر اتنا اثر کیا تھا کہ سوچنے کی طاقت مطلق نہ تھی - رات بھر سینکڑوں مرتبہ میں اٹھی اور بیٹھی تھی - بیٹھے بیٹھے کسی کی نگاہ یا کوئی بات یاد آجاتی تھی جس سے اتنا صدمہ ہوتا تھا کہ اُسے دل سے دور کرنے کے لئے مجبوراً پہلو بدلنا پڑتا تھا اور پھر کھڑی ہو جاتی تھی - خیالات ایسے پراگندہ تھے کہ کوئی بات عقل کی نہیں سوجھتی تھی اور صرف دن کے واقعات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچا ہوا تھا اور میں اُسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی - یہاں تک تو خیریت تھی اب ندامت اور غم نے ہجوم کیا جس کے بوجھ سے دل بیٹھا جاتا تھا - نافذ بے سے میں نے اور زیادہ مضبوطی اور استقلال سے کیوں گفتگو نہ کی ؟ اُس تھوڑی دیر کے لئے بھی اُنکے عشق کا اثر اپنے اوپر میں نے کیوں ہونے دیا اور کیوں اُن کی بات سنی ؟ کاش میں نے جھوٹ ہی بولا ہوتا کہ میں داؤد کو چاہتی تھی ! اِسوقت تو یہی آسان معلوم ہوتا تھا کہ اُسی سے میں نے شادی کرلی ہوتی تو بہتر ہوتا - اُس حالت میں مجھے صرف اپنی ہی قسمت کو رونا پڑتا اور میری وجہ سے نصر اللہ پاشا کے خوش و خرم خاندان میں تفرقہ نہ پڑا ہوتا نہ خانم آفندی کو نافذ بے کی بے عدولی حکمی کا داغ اٹھانا پڑتا اسلئے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے سے از حد محبت کرتی تھیں اور نہ پاشا صاحب جیسے رحم دل اور خوش مزاج شخص کو فکر دامنگیر ہوئی ہوتی - دوسرے داؤد سے شادی کے بعد رفتہ رفتہ آپ ہی محبت کرنے لگتی گو دل کو اسوقت بھی اس قسم کے خیال سے نفرت تھی اور وہ سمجھانے سے نہیں مانتا تھا - اس پورے معاملہ پر اچھی طرح غور کرنے کے لئے مجھے اسوجہ سے کافی وقت ملا تھا کہ دوپہر تک میرے پاس کوئی نہیں آیا میں نے رات سحری بھی نہیں کھائی تھی اور اسلئے کمزوری بہت معلوم ہوتی تھی لیکن ارادہ کرلیا تھا کہ روزہ ضرور رکھوں گی کیونکہ خدا نذکریم

کی نافرمانی کرکے اُس سے مدد کی دعا کس طرح کرسکتی تھی؟ میں کسی قدر غنودگی کی حالت میں تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ فوراً میں نے دروازہ کھول دیا لیکن دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں خانم آفندی نے کوئی پیغام نہ بھیجا ہو۔ میرا خیال صحیح تھا قنچہ کمرے میں آئی اور اُسکے چہرے سے فکر اور پریشانی ظاہر ہوتی تھی۔

قنچہ۔ کیا تمہارا روزہ ہے؟

میں نے کہا ہاں اور فوراً دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ قنچہ کی زبان سے آج پھر سنتی کہ وہ مجھ سے ابھی تک محبت کرتی ہے یا نہیں۔ اسلئے میں نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی عاجزی سے پوچھنے لگی:۔

"تمہیں لوہاور کی باتوں کا یقین تو نہیں ہوا ہوگا سمجھ گئی ہوگی کہ جھوٹ کہتی ہے؟"

قنچہ۔ (کسی قدر پریشان ہوکر) کہہ نہیں سکتی۔ تعویذ تو اُسی جگہ ملا جہاں لوہاور نے بتایا تھا اگر سچی نہ ہوتی تو وہاں کیوں ملتا؟

میں۔ اُسنے آپ ہی وہ تعویذ وہاں دفن کیا تھا۔

اس کے بعد میں نے کل کیفیت اُس عاملہ کے ہاں جانے اور تعویذ وغیرہ لانے کی کہہ سنائی قنچہ نہایت غور سے سنتی رہی اور جیسے ہی میں نے گفتگو ختم کی مجھے سینے سے لگالیا۔

قنچہ۔ بیچاری ہاجرہ تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا گیا ہے اور مجھے تو خوف ہے کہ ابھی ابتدا ہی ہے۔ آج خانم آفندی نے حکم دیا ہے کہ تمکو قالفہ (لونڈیوں کی داروغہ) کے کمرے میں لیجاؤں اور فی الحال تمہیں غالبًا وہیں رہنا پڑے گا۔ اس سے زیادہ وہ اور کچھ تمہارے حق میں آج نہیں کرسکتیں اسلئے کہ ادہم بے اُنکے ساتھ ہیں اور باہر جاتے معلوم نہیں ہوتے۔

ہیں - (اشتیاق سے) وہ کیا کہتے ہیں؟
فتنجہ - کچھ بھی نہیں - وہ اس معاملہ کے متعلق گفتگو ہی نہیں کرنا چاہتے - لیکن ابھی تک دفتر نہیں گئے ہیں - اور صبح سے اپنی ماں ہی کے کمرے میں بیٹھے ہوئے لکھ رہے ہیں جسکی وجہ میرے نزدیک صاف یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُنکے رہنے سے خانم آفندی تمہیں کسی قسم کی تکلیف دینے سے باز رہیں گی -
ہیں - اور نصر اللہ پاشا؟ تمنے کچھ سنا کہ نافذ بے سے اور اُن سے رات کیا بات چیت ہوئی؟
فتنجہ - نہیں ابھی کچھ سنا نہیں - عرصہ تک باپ بیٹے دونوں ساتھ رہے اور پھر نافذ بے سیدھے اپنے کمرے میں چلے گئے - آج صبح دونوں باپ بیٹے ایک ساتھ باہر گئے ہیں - نافذ بے خوب جانتے ہیں کہ ادہم بے تمہاری حفاظت کریں گے اس لئے اُنہوں نے اپنی والدہ سے خود تمہارے بارہ میں کچھ نہ کہا لیکن اُنکے باہر جاتے ہی خانم آفندی نے اُنکا اسباب باہر مردانہ مکان میں بھجوا دیا ہے اور آج سے وہ وہیں سویا کریں گے - یہ نہیں کہہ سکتی کہ پاشا صاحب کی اجازت سے اُنہوں نے ایسا کیا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ حبشیوں کو یہی حکم دیدیا گیا ہے کہ نافذ بے کو ہرگز حرم سرا میں نہ آنے دیں -
نافذ بے کی اسقدر بیکسی اور ہتک کی کیفیت سنکر ہیں اپنی مصیبت بالکل بھول گئی اور ایک بارگی بول اُٹھی: "یہ نہایت بیجا ہے - ایسا نہ ہونا چاہیئے!"
فتنجہ - (لاپروائی سے) سچ ہے - نافذ بے بہت ناراض ہونگے - لو پیاری اب چلو ورنہ خانم آفندی ناراض ہونگی - اور اگر میں تمسے ملنے نہ آؤں تو مجھے سنگدل نہ سمجھنا کیونکہ جو حالت ہے میرے آنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہونے کا اور

خود مجھے بہت زیادہ نقصان پہونچنے کا خوف ہے -
میں نے بوسہ دیکر قنچہ کا شکریہ ادا کیا اور اُسکے ساتھ ہولی - قالفہ موجود تھی اور ہمیں دیکھتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئی -
قالفہ - (ترشی سے) میرے نزدیک تو خانم آفندی نے تمہیں تہ خانہ میں بند کیا ہوتا تو بہتر تھا - بہرحال تمہیں اس کمرے میں رہنا پڑے گا - میں اب جاتی ہوں تاکہ تنہائی میں تم اپنی بیجا حرکتوں پر اچھی طرح غور کرسکو -
یہ کہکر اُسنے دروازہ بند کردیا اور قفل لگا کر چلی گئی - اور میں تنہا اس قید میں رہی - وہ دن نہایت مصیبت سے گذرا - کوئی میرے پاس نہ آیا - ظاہرا ادہم بے اپنی والدہ کے کمرے میں دن بھر رہے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ خانم آفندی مجھے آرام سے رہنے دیتیں اتنی دیر تک بلا حس و حرکت بیٹھے رہنے اور اس خیال سے کہ میں کسقدر بے بس تھی اور نوشتہ قسمت کو مطلق نہیں بدل سکتی تھی میں قریب قریب پاگل اور بدحواس ہوگئی تھی کہ شام کا گھنٹہ بجا لیکن تب بھی کوئی نہ آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ مجھے بالکل بھول گئے تھے - کہیں پورے ایک گھنٹہ بعد قنچہ آئی اور ایک خوان جو اپنے ہمراہ لائی تھی میرے سامنے رکھدیا -
قنچہ - یہ لو - ابھی کھانے کے کمرے میں ادہم بے نے پوچھا کہ تم کھانا کھا چکی تھیں یا نہیں اور اپنی بی بی کے نہیں کہنے پر مجھے کھانا لانے کا حکم دیا - پاشا صاحب کی موجودگی کی وجہ سے خانم آفندی کو بہت تھوڑی کوشش کرنی پڑی ورنہ میرا آنا کسی طرح ممکن نہ تھا -
ادہم پاشا نے واقعی بڑی مہربانی کی - کیوں ؟
میں - نہایت -
ادہم بے نے جو اتنا میرا خیال رکھا یہ سوچکر مجھپر عجیب رقت طاری ہوئی لیکن کھانے کی

کوشش بالکل بیکار گئی - اس لئے کہ مجھ سے کچھ کہا یا نہ گیا - صرف تھوڑا شوربا پیکر میں نے خوان سامنے سے ہٹا دیا -

میں - نافذ بے ابھی آگئے یا نہیں ؟

قنجہ - ہاں - حرم سرا کے دروازہ تک آئے تھے کہ حبشیوں نے انہیں اندر آنے سے روکا -

میں - (بے چین ہوکر) - تب ؟ انہوں نے کیا کہا ؟

قنجہ - کچھ بھی نہیں - نافذ بے کو اپنی وضع کا اسقدر پاس ہے کہ نوکروں کے سامنے وہ کبھی یہ ظاہر نہ کریں گے کہ انکو کسقدر صدمہ اس حرکت سے ہوا -

میں - جو کچھ خانم آفندی نے کیا ہے کیا نصراللہ پاشا کی منظوری سے ہے ؟

قنجہ - ہاں - وہ کہتے ہیں کہ نافذ بے اگر کچھ دن باہر ہی رہیں تو بہتر ہے - انکے نزدیک تو یہ ایک خفیف سا معاملہ معلوم ہوتا ہے اور اُن کا خیال ہے کہ اگر ہفتہ عشرہ میں داؤد سے تمہاری شادی ہوجائے تو بس قصہ تمام ہے -

میں خاموش رہی اسلئے کہ داؤد سے تو کسی حالت میں شادی کرنا نہیں چاہتی تھی - جس طرح نافذ بے اور انکے ارادوں کو ہلکی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور وہ اس قابل نہیں سمجھے جاتے تھے کہ اُن پر کوئی بحث کیجائے اسکی مجھے شکایت تھی لیکن ساتھ ہی میرے دل میں یہ خیال بھی گذرتا تھا کہ وہ کوئی کام ایسا ضرور کرینگے جس سے انکے عزیز و اقارب کو ثابت ہوجائیگا کہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنا اچھا نہیں -

پانچ منٹ تک ہم دونوں خاموش رہے - قنجہ پریشان معلوم ہوتی تھی اور اپنی سراسیمگی چھپانے کی غرض سے خوان میں رکابیاں سنبھال رہی تھی -

قنجہ (خوان ٹھیک کرتی ہوئی) - ہاجرہ تم بڑی عقلمند لڑکی ہو اس لئے ضرور

سمجھتی ہوگی کہ میرے نوجوان آقا سے شادی کی امید رکھنا بالکل بیفائدہ ہے۔
کیوں سچ کہتی ہوں یا جھوٹھ؟

میں۔ (آہ کھینچکر) نہیں بالکل سچ کہتی ہو۔

قنچہ۔ اچھا تو ایسا کچھہ زیادہ ہرج نہوگا اگر میں اپنی بی بی ولیہ خانم کا جنکی میں نوکر ہوں حکم بجالاؤں حالانکہ میں جانتی ہوں کہ اس معاملہ میں وہ غلطی پر ہیں۔ اُنہوں نے نافذبے کو خط لکھکر اپنی ہمدردی ظاہر کی تھی اور تمہاری حالت سے بھی مطلع کیا تھا جس کے جواب میں نافذبے نے اُنکا شکریہ ادا کر کے یہ خط تمہارے لئے بھیجا ہے (مجھے خط دیکر) ولیہ خانم چونکہ خود نہیں آسکتیں اس لئے مجھہ سے اِس کے لانے کی درخواست کی پہلے تو میں نے انکار کیا لیکن وہ کچھہ اس طرح گڑگڑائیں کہ دوبارہ انکار کرنے کی ہمّت نہ ہوئی۔

نافذبے کا خط اور اُسپر جو پاکیزہ دستخطی مہر ثبت تھی اُس کے دیکھنے میں میں اسقدر محو تھی کہ قنچہ کے آخری الفاظ اچھی طرح نہیں سنے۔ آج پہلی مرتبہ نافذبے کی تحریر میں نے دیکھی تھی اور مجبوراً اقرار کرنا پڑا کہ اُنکا حرف ایسا خوبصورت نہ تھا معمولی ترکی انداز سے اُنکے حرف زیادہ بڑے اور موٹے تھے خط یہ تھا:۔

"میری مسکین جان۔ ولیہ سے معلوم ہوا کہ تمہیں کسی نے ابتک ستایا نہیں ہے اور مجھے یقین بھی ایسا ہی تھا۔ اِس لئے کہ جب تک اوہم بے وہاں ہیں کوئی تم سے نہ بولے گا۔ آج شب کو پھر میں اپنے والد سے گفتگو کروں گا اور اُن سے تمہارے ساتھہ شادی کی اجازت مانگوں گا اگر اُنہوں نے اجازت دیدی تو والدہ کو بھی ضرور راضی ہونا پڑے گا اور اگر اُنہوں نے انکار کیا تو کل صبح میں تمکو اُسکی اطلاع دوں گا۔ کل جمعہ ہے سب نوکر نماز کے لئے مسجد جائیں گے میں

حرم سرا کے دروازہ کی کنجی تمہارے پاس بھیجدوں گا اور کشتی لیکر باغ کی طرف گھاٹ پر تمہارا منتظر رہونگا تم آسانی سے وہاں آسکتی ہو کوئی تمہیں نہ دیکھیگا۔ وہاں سے ہم دونوں ایک دوست کے مکان پر چلیں گے اور قاضی آکر نکاح پڑھا دیگا۔ جہاں یہ ہوا میرے عزیز و اقارب کو مجبوراً رضامند ہونا پڑے گا۔

نافذ"

یہ خط کا مضمون تھا۔ اسقدر اختصار اور محض معاملہ کی باتوں کی وجہ سے مشکل سے اُسے عشق نامہ کہہ سکتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ پُر شوق اور گرمجوشی کے اظہار محبت سے کہیں زیادہ تھا اور اس سے بڑھکر نافذبے کے عشق و اُلفت کا ثبوت مجھے درکار نہ تھا۔

قنچہ۔ (خوان اُٹھا کر اور نہایت دلسوزی سے) ہاجرہ کچھ ہی وعدہ وہ نہ کریں نافذبے کی بات نہ سننا۔ جب تک پاشا صاحب اجازت نہ دیں وہ بالکل بے بس ہیں اگر اُن کی بات سنی تو اس سے بڑھکر مصیبت تم پر آئے گی۔

مَیں نے کچھ جواب نہ دیا اور قنچہ یہ کہکر چلی گئی۔ گھنٹوں وہ خط میری گود میں پڑا رہا اور میں اُسے دیکھتی رہی اور اس کشمکش و پیچ میں رہی کہ اپنے عاشق کا کہنا مانوں یا اُنکی والدہ کا جو حق مجھ پر تھا اُس فرض کو ادا کروں۔ میں نے اپنے دل سے سوال کیا کہ نافذبے کا بھی کوئی حق مجھ پر اُس اظہار عشق و محبت کی وجہ سے تھا یا نہیں اور اُسکی ادائیگی میرے ذمہ تھی یا نہیں ؟ جس حالت میں اُنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں اُنکی بی بی کہلاؤں اور محض میری وجہ سے اپنے رشتہ داروں کے طعنے سنے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اُنسے بے اعتنائی اور عیاری کرتی اور صرف اُنکے والدین کی مخالفت کی بنیاد پر تمام عیش زندگی برباد کر دیتی۔ غرض کہ عجیب مخمصہ میں میری جان تھی اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ

مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ایک عربی مصنف کا قول ہے کہ "اگر تم کسی ایسے پیچیدہ معاملہ میں حیران و پریشان ہو کہ جسپر دو پہلوؤں سے نظر ڈالی جاسکتی ہے تو اس پہلو کے مطابق عملدر آمد کرو جو کہ تمہاری طبیعت کے بالکل خلاف ہو اس لئے کہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ دس میں نو بارہ ہی صحیح ہو گا" لیکن اس موقع پر مجھے پورا یقین نہ تھا کہ اس اصول پر کارروائی کرنا درست و صحیح ہو گا میرے ساتھ شادی کی مخالفت ایک وجہ سے تھی یعنی یہ کہ میں غریب تھی۔ کیا یہ مناسب ہو گا کہ اُن کی والدہ کے ایک محض بیجا وہم و خیال کی تائید میں میں نافذ بے کے ساتھ بُری طرح پیش آؤں ؟ چونکہ میں ابھی نہایت کم عمر تھی اور ایسی مصیبت کی حالت میں تھی اس لئے اُسوقت دل سے یہ چاہتی تھی کہ کوئی ایسا منصف مزاج شخص مل جاے جس سے کہ میں اس معاملہ میں صلاح لوں۔ یہ معلوم ہی تھا کہ گھر کے سب لوگ خانم آفندی کے طرفدار ہونگے۔ کسی دوسرے ایسے شخص سے میں واقف نہ تھی جس کے پاس جاتی اور اپنی پر درد کہانی سناتی اس حیص بیص کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس معرکہ میں عشق کی فتح ہوئی اور جب میں سوچتے سوچتے کھڑی ہوگئی تو یہ تصفیہ کر چکی تھی کہ نافذ بے کی خواہش کو پورا کروں گی۔ ایک خیال یہ بھی ہوا کہ شاید نصر اللہ پاشا راضی ہو جائیں لیکن پھر اپنے آپ کو سمجھایا کہ اس قسم کی امید موہوم کا اعتبار کیا لہذا نافذ بے نے جو تدبیر سوچی تھی اُس کے لئے تیار رہنا چاہئے لیکن اس کے لئے میرے فرغل کا پاس ہونا ضروری تھا۔ دروازہ کی طرف نظر کی تو دیکھا کھلا ہوا ہے۔ تنجہ کنجی تو لیتی گئی لیکن دروازہ کھلا چھوڑ گئی۔ میرے نزدیک تو اُسنے قصداً ایسا کیا تھا اس لئے کہ ظاہرا وہ میرے ارادے کو تاڑ ضرور گئی تھی اور گو مجھے سمجھاتی تھی تاہم بوقت ضرورت میری امداد سے پہلو تہی نکرتی۔

کھڑکی سے نیچے جو باتوں کی آواز آئی اُس سے میں سمجھی کہ گھر کے تمام لوگ اُس وقت

باغ میں تھے - تب تو آسانی سے فرغل اپنے کمرے سے لاسکتی تھی - نہایت احتیاط سے دروازہ کھولا - ہال بالکل خالی تھا - ادھر ہم سب برآمدہ میں تھے جہاں سے اُن کی آواز صاف سنائی دیتی تھی - چپکے سے ہال میں ہوکر میں زینہ پر چڑھ گئی اور کسی نے مجھے نہ دیکھا - ادھم بے ابھی تک باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے :-

" عزت پاشا بہت اچھے شخص ہیں اور ہمارے پاشا صاحب اُن سے خوش ہیں - اُنہیں بڑی خوشی ہو جو عطیہ کی شادی نافذ سے ہوجائے تاکہ اس ذریعہ سے آپس کی دوستی اور اختلاط اور بھی زیادہ مستحکم ہوجائے "

میں جلدی سے اپنے کمرے میں داخل ہوگئی اور فرغل اور نقاب الماری سے نکالکر لوٹنے لگی - ٹھیک سامنے نافذ بے کا کمرہ کھلا ہوا اور بالکل خالی پڑا تھا - اُسکی یہ حالت دیکھکر مجھے بیحد افسوس ہوا اور غمدیدہ ہوکر نزدیک سے اُس کے اندر نگاہ کرنے لگی جیسے ہی واپس آنے کے لئے میں پھری زینہ پر کسی کے پیر کی آواز سنائی دی - میں سمجھ گئی کہ کون تھا - یعنی خانم آفندی اوپر آرہی تھیں اور ایک دم میں اُن کا میرا سامنا ہوجائے گا میں گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ کوئی راہ بھاگنے اور اُن سے بچنے کی تھی یا نہیں لیکن کوئی صورت کامیابی کی نظر نہ آئی اس لئے کہ نافذ بے کے کمرے سے میں اسقدر دور آگئی تھی کہ اُس تک لوٹ کر جانا ممکن نہ تھا - ہاں ایک صورت نجات کی تھی اور وہ یہ کہ باہر مردانخانہ میں جانے کا دروازہ میرے سامنے تھا - غور کرنے یا ہچکچانے کا موقع نہ تھا کیونکہ خانم آفندی پہونچا ہی چاہتی تھیں اسلئے جلدی سے دروازہ کھول میں اندر داخل ہوگئی اچھی طرح اندر جانے بھی نہ پائی تھی کہ خانم آفندی معہ لڑکا اور رسکے اوپر آپہونچیں - اگر ان دونوں جانی دشمنوں سے نے مجھے اُسوقت دیکھہ لیا ہوتا تو خدا جانے میری کیا گت نہ ہوتی اور یہی خیال کرکے میں خوف و گھبراہٹ سے کانپنے لگی - لیکن زیادہ

دیر مجھے اس بات کے سوچنے کا بھی موقعہ نہ ملا - ایکبارگی نافذیے کی آواز میرے کان میں آئی اور اس قدر نزدیک معلوم ہوئی کہ میں اُدھر فوراً اس اُمید سے پھری کہ انہیں اپنے پاس کھڑا دیکھونگی - یہ امید (اگر اُسوقت کے مجموعہ خوشی وخوف اور خطا دار ہونے کے خیال کو جو میرے دل میں گذرا اس نام سے پکار سکیں) پوری نہ آئی - میں جہاں کھڑی ہوئی تھی وہ ایک تنگ راستہ مردانخانہ میں جانیکا تھا اور اُدھر کے ایک کمرے سے جسکا دروازہ کھُلا ہوا تھا نافذیے کی آواز آرہی تھی - میں نے جھانک کر کمرے میں نظر کی تو دیکھا کہ سامنے نصر اللہ پاشا ایک میز کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں - اور اس پر بہت سے کاغذات رکھے ہیں - چونکہ روشنی اُنکے چہرے پر پڑ رہی تھی میں نے دیکھا کہ وہ آزردہ خاطر معلوم ہوتے تھے - نافذیے نظر نہ آئے لیکن اُن کی باتوں کی آواز آتی تھی اور گوشِ دل سے میں اُنہیں سننے لگی - وہ اُسوقت یہ کہہ رہے تھے -

"قبلہ من - میں جانتا ہوں کہ جناب کے سامنے عشق وشادی کا ذکر کرنا خلاف ادب ہے لیکن چونکہ اماں جان اس معاملہ میں دخل دینا نہیں چاہتیں اور خود جناب ہی نے یہ ذکر چھیڑا ہے اسلئے امید ہے کہ جناب میرے اس قصور سے چشم پوشی فرمائینگے - جیسا کہ جناب کا خیال ہے - ابی نے مجھ سے کہا تھا کہ صفیہ کا ایک خط آیا ہے جسمیں انہوں نے تحریک کی ہے کہ اگر اُن کی نند عطیہ کے ساتھ میری شادی ہو تو اچھا ہے لیکن اس کے جواب میں میں نے ابی سے کہدیا کہ میں عزت پاشا کی بہن سے شادی نہیں کرسکتا اس لئے کہ اس بارہ میں میرا ارادہ اور ہی کچھ ہے -"

نصر اللہ پاشا (روکھے پن سے) تمہیں اختیار ہے کہ عطیہ سے شادی کرو یا نہ کرو اس لئے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسکا تصفیہ تمہارے مذاق اور طبیعت پر منحصر ہے میں تمہیں وہاں شادی کرنے کے لئے مجبور نہیں کرسکتا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو

تجویز کروں جو میں چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہاجرہ کے ساتھ جو تم حماقت کرنے والے ہو
اس سے کسی طرح باز آؤ تمکو محض اپنی خوشی کا خیال ہے یہ نہیں سمجھتے کہ تمہاری اس
خود غرضی کی وجہ سے اس بیچاری لڑکی پر کیا کچھ آفت نہ آئے گی اور تمہاری ماں اسکی
دشمن ہو جائینگی - آج ہی اگر ادہم بیے حرم سرا میں نہ رہے ہوتے تو بیچاری کو وہ دن یاد
کرکے رونا پڑتا جبکہ اسنے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا اور یہ تم جانتے ہو کہ ہمیشہ ادہم اس کی
حفاظت کے لئے نہیں بیٹھے رہ سکتے اور نہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اگر
میں خود بھی حکم دیدوں کہ اسکو کوئی ہاتھ نہ لگائے اور نہ کسی قسم کی ایذا دے تو اس
حکم کی تعمیل کیجائے گی -
نافذ بے - (اضطراب سے) اسے کیوں کوئی ایذا پہونچائے اور اس سے
شادی کرنے میں کیا ہرج ہے اور کون سی شے مانع ہو سکتی ہے؟ جبکہ جناب نے خود
حمیدہ کی شادی ایک سرکیشین یاور (ایڈی کانگ) علی بے کے ساتھ کی ہے تو
ہاجرہ سے میرا نکاح ہونے میں کونسا عذر ہو سکتا ہے اور ایسی شادی کیوں خلاف وضع
و رسم خاندان تصور کیجائے - (نصر اللہ پاشا جواب دیا ہی چاہتے تھے کہ نافذ بے نے
بہ جلدی سے کہا) نہیں قبلہ قصور معاف جو جناب فرمانا چاہتے ہیں میں سمجھ گیا - لیکن
ہمارے ملک میں خلاف رسم خاندان شادی کرنا کوئی چیز نہیں ہاں یہ سچ ہے کہ سرکیشیا
کے لوگ اس قاعدہ سے بری ہیں لیکن کیا ترکوں نے ایسی لاوارث لڑکیوں سے
شادیاں نہیں کی ہیں جنہیں کہ پاشاؤں کی خانموں نے پالا اور پرورش کیا ہو؟ ہاجرہ ہمارے
مکان میں بالکل بطور عزیز اور رشتہ دار کے رہی ہیں اس لئے یہ کہنا کسی طرح غلط نہ
ہوگا کہ وہ اماں جان کی منہ بولی بیٹی ہیں - انکے ماں باپ زندہ نہیں جنکی نسبت کہا جاسکے
کہ انکی وجہ سے ہمیں شرمندگی ہوگی - سچ تو یہ ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شے میرے

لئے میری زندگی کی سب سے زیادہ خوشی کا باعث ہو اُسکی کیوں اس طرح بلا کسی معقول وجہ کے مخالفت کیجائے۔

تھوڑی دیر نصر اللہ پاشا خاموش رہے اور کچھ سوچتے رہے۔ میری سب امیدوں کا دار مدار ان کے جواب پر تھا اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ کس اشتیاق سے میں اُسکی منتظر تھی۔ ذرا جھک کر دیکھا تو اپنے عاشق کی جھلک پائی وہ کسی قدر سامنے جھکے ہوئے تھے ایک ہاتھ کرسی پر تھا اور چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے ارادے میں پکے تھے اور جواب کا بڑی آرزو سے انتظار کر رہے تھے۔

نصر اللہ پاشا (بیٹے کی طرف اس مرتبہ مہربانی سے دیکھکر) - عزیز من مجھے اس بات کا مطلق خیال نہیں ہے کہ دنیا کیا کہیگی - اگر میں سمجھتا کہ محض ہاجرہ سے بیاہ کرنے پر تمہاری تمام خوشی کا دار و مدار ہے تو میں اس معاملہ میں مطلق پس و پیش نکرتا اسلئے کہ خدا کے فضل سے مجھے اسقدر اعزاز حاصل ہے کہ دنیا اسے قائم کرنے میں میری پابند ہے نہ کہ میں دنیا کا اور جسطرف چاہوں اُسکی ناک پھیر سکتا ہوں - اس زمانہ میں اگر انسان کے پاس روپیہ ہو اور نام بھی مشہور ہو تو جو جی چاہے کر سکتا ہے اور ان دونوں کے ذریعہ سے بڑے بڑے حیرت انگیز کام نکال سکتا ہے - میں تو تمہیں ایک عیسائی عورت سے بھی شادی کرنے کی اجازت دیدوں اور دنیا کی انگشت نمائی کی پروا نکروں -

ناقذ نے - تو جناب مجھے اجازت دیتے ہیں ؟ (پھر ایک قدم آگے بڑھکر) کیا جناب کو کسی قسم کا شک ہے کہ اس بارے میں میرا ارادہ پختہ نہیں ہے ؟

جواب جو ملا اُسنے کمر توڑ دی اور سب امیدیں خاک میں ملا دیں -

نصر اللہ پاشا (مضبوطی سے) ہاں مجھے شک ہے - مجھے یقین نہیں آتا کہ کسی

شخص کی آیندہ بہبودی کا انحصار ایک عورت کے دم پر ہو۔ترکوں کی شادیوں میں عموماً عشق کو مطلق دخل نہیں ہوتا اور نہ یہ لفظ ایسے موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے - تمنے جو یہ لفظ زبان سے نکالا اُسکے لئے میں تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا اس لئے کہ مجھے ترک ادب وغیرہ کا چنداں خیال نہیں ہے لیکن اس کا تو تم ضرور اقرار کروگے کہ باپ بیٹے کی گفتگو میں عشق کا نام زبان پر نہ آنا چاہیئے - بس یہی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ اس قسم کے معاملات میں اس لفظ کی کچھہ وقعت نہیں - ناجرہ کی جو محبت تمہارے دل میں ہے وہ صرف ایک وہم کی لہر ہے ممکن ہے کہ یہ خیال تمہارا قایم رہے یا نہ رہے ایسی حالت میں انصاف اس بات کا مقتضی نہیں کہ تمہاری اس اُمنگ کو پورا کرنیکے لئے تمہاری والدہ کو میں رنجیدہ کروں -

نافذبے خاموش ہوگئے - چونکہ میرے ٹھیک سامنے تھے میں نے دیکھا کہ وہ نہایت غمگین معلوم ہوتے تھے اور اُنکی آنکھوں سے بے صبری ظاہر ہوتی تھی -

نافذبے - (ایسی آواز سے کہ جس سے کسی قدر طنز پایا جاتا تھا) جناب کے دست قدرت میں جو کچھہ ہے اُس سے بڑھکر اور کوئی کرم بندہ کے حال پر نہیں ہوسکتا اور بندہ اُسکا تمام عمر شکرگزار رہے گا - کیا اماں جان کے غصہ کے مقابلہ میں اسکی کچھہ وقعت نہیں ہے ؟

گو ہر شخص کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ نافذبے کے طنز کو معلوم کرسکے لیکن نصر اللہ پاشا سمجھہ گئے اور اُنکے چہرے سے فوراً ناخوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے -

نصر اللہ پاشا (روکھے پن سے) - تمہاری شکرگزاری کی جب تک کہ اُسکے ساتھہ ادب و تعظیم شریک نہوں میرے نزدیک کچھہ زیادہ وقعت نہیں اور ان دونوں چیزوں کو آج تم عجیب طور پر فراموش کئے ہوئے ہو - اگر ناجرہ کی محبت کا اثر تم پر ایسا ہی ہونے والا ہے کہ جس کے سبب سے تم میرے ساتھہ اس قدر گستاخی

سے پیش آرہے ہو تو اُس کے ساتھ تمہاری شادی ہونے سے مجھے کیا بھلائی کی امید ہو سکتی ہے؟ -

نافذ بیگ - (بے اختیار ہو کر) - اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں جناب کی مخالفت میں کیونکر بے ادبی کر سکتا ہوں؟ (ذرا ٹھہر کر اور یقین دلانے کے انداز سے) جبکہ اسوقت صرف آپ ہی ایک میرے خیر خواہ و مددگار رہ گئے ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ کو ناراض کر دوں؟ اگر جناب کسی طرح یقین فرمائیں کہ میری زندگی کی تمام خوشی کا دارومدار جناب کے آج شب کے تصفیہ پر منحصر ہے تو اگر حماقت سے کسی قدر جھنجھلاہٹ بھی مجھ سے ظہور میں آئے تو مجھے امید ہے کہ جناب ضرور اُس سے چشم پوشی فرمائینگے -

نصر اللہ پاشا (مسکرا کر) - مجھے پورا یقین ہے کہ اسوقت تم اپنے ارادے میں بالکل پکے ہو لیکن یہ نہیں معلوم کہ کب تک تم اسی طرح ثابت قدم رہو گے -

نافذ بیگ - تمام عمر - یقین فرمائیں میں کبھی نہیں بدلوں گا - اگر ایسا ہو -

نصر اللہ پاشا (قطع کلام کر کے) - ہوں! "اگر ایسا ہو"! تو اسوقت تیرا ازکمان رفتہ کا مصداق ہو گا - تمہاری والدہ سینہ فگار ہو چکی ہو گی تمہاری وجہ سے خاندان میں ناچاقی گھر کر چکی ہو گی اور وہ بیچاری لڑکی تمام عمر کے لئے تباہ ہو چکی ہو گی - اور اس سب سے فائدہ کیا ہو گا؟ کچھ بھی نہیں سنو اگر میں چاہتا تو اس معاملہ میں تم سے بالکل بحث نہ کرتا اور تمکو صرف حکم دیدیتا کہ اُس لڑکی کی نسبت جو تمہارا ارادہ ہے اُس سے باز آؤ لیکن نہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ سمجھا کر تمہیں اس کام سے باز رکھوں - یہ بھی تم سے کہے دیتا ہوں کہ اب تک تمنے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے تمہیں شرمندہ ہونا پڑے گو کل ضرور مجھے خوف تھا کہ یہ بات کہیں حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے - اگر ایسا ہوا ہوتا تو تم مجھے اسقدر ملائم نہ پاتے

اب چونکہ تمنے اپنے آپ کو اس قابل ثابت کیا ہے کہ تمہاری خواہشوں کی نسبت سنجیدگی سے بحث کیجائے میں اس گفتگو کے لئے بالکل تیار ہوں۔ بیٹھ جاؤ کو تمہارے ارادوں کے خلاف تمہیں وجوہ سناؤں۔

نافذ بے۔ لیکن قبلہ اگر ان سے میری تشفی نہو؟

نصر اللہ پاشا (غصہ سے) ہونی ہی ہوگی۔ یاد رکھو کہ تم خود مختار نہیں ہو اور مجھ کو جو اختیار تمپر حاصل ہے اُسکی کوئی حد نہیں۔

نافذ بے نے جواب نہ دیا لیکن جب وہ بیٹھے تو اُنکے چہرہ سے وہ بردباری اور اطاعت شعاری نہیں پائی جاتی تھی جس کے اظہار کی اُسنے امید تھی۔ نصر اللہ پاشا نے ایک لمحہ نافذ بے کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا لیکن وہ ایسے بیوقوف نہ تھے کہ اگر انہوں نے نافرمانی کے آثار بھی کچھ پائے ہوں تو اُسیوقت انکا ذکر کرتے۔

اُسوقت میرے دل میں بیساختہ یہ خیال پیدا ہوا کہ چھپ کر باتیں سننا کسقدر بُری بات ہے اور اپنی غلطی پر نادم ہوکر حرم سرا کے دروازہ کی طرف بڑھی لیکن خوف زدہ ہوکر ایکبارگی ٹھٹھر گئی اس لئے کہ باتوں کی آواز اور برتنوں کی کھڑکھڑاہٹ میرے کانوں میں آئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ لونڈیاں میز پر کھانا چن رہی تھیں اسوقت کا کھانا ہمیشہ ہال میں کھایا جاتا تھا۔ میں تو گویا قیدی ہی تھی اور یہ نہیں جانتی تھی کب تک اس طرح رہوں گی لیکن اُسوقت تو یہ دعا مانگنے لگی کہ خدا کرے نصر اللہ پاشا جلد کھانا کھانے چلے جائیں کہ مجھے وہاں سے بھاگنے کا موقع ملے اور کوئی دیکھہ نہ لے۔ میں نے پھر جھانک کر دیکھا تو پاشا صاحب اُسوقت بول رہے تھے اور گو مجھے وہاں اور زیادہ چھپ کر سننے سے سخت نفرت معلوم ہوتی تھی اور اسی لئے جہانتک ممکن

ہوا میں دروازہ سے دور ہٹ آئی تاہم باپ بیٹوں کی گفتگو سنتے ہی بنی۔
نصراللہ پاشا کہہ رہے تھے:۔

"تمنے ابھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہاری والدہ کی خاطرداری مجھے زیادہ منظور ہوگی۔ اور اُن کی رضامندی کو تمہاری آیندہ کی خوشی پر ترجیح دونگا یہ تمہارا خیال غلط ہے۔ اُنکا ذکر جو میں نے اس گفتگو میں کیا وہ صرف ہاجرہ کے خیال سے نہ کہ اپنی اور تمہاری وجہ سے۔ اگر تم اُنکی خلاف مرضی ہاجرہ سے شادی کروگے تو وہ اُس کی سخت دشمن ہوجائیں گی۔ تم خود سوچ دیکھو کہ وہ کیا کچھ نہیں کرسکتی ہیں اور پھر کہو کہ کیونکر ایمانداری اور انصاف اسکے مقتضی ہوسکتے ہیں کہ تمہاری ایک دم کی لہر کے پورا کرنے کے لئے اُس لڑکی کی تمام عمر کی خوشی معرض خوف میں ڈالدوں؟

نافذبے۔ جب وہ میری بی بی ہوگی تو مجھے اُسکے بچانے کا بھی حق حاصل ہوگا دوسرے اماں جان ہرگز اپنی بہو سے بُری طرح پیش نہ آئینگی اور نہ جناب کبھی اس قسم کا سلوک جائز رکھیں گے۔

ایک لحظہ نصراللہ پاشا خاموش رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ازحد ناخوش تھے پھر ایکبارگی نافذبے کی طرف دیکھنے لگے۔

نصراللہ پاشا (جلدی سے)۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اور بھی زیادہ صاف الفاظ تمہارے ساتھ استعمال کروں؟ تمہاری اتنی عمر حرم سرا میں گذری اور اتنا تم نہیں سمجھتے کہ مجھے کس امر کا خوف ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ادہم نے اگر خاص اپنی لونڈی کے ہاتھ ہاجرہ کو کھانا نہ بھیجا ہوتا تو اسوقت کیا سے کیا ہوگیا ہوتا؟

میں خوف سے کانپتی ہوئی پیچھے ہٹی۔ اور فوراً سمجھ گئی کہ اگر ادہم بے نے قنجہ کے ہاتھ کھانا نہ بھیجا ہوتا تو میری کیا حالت ہوئی ہوتی۔ اُسکے بعد نافذبے کرتے ہی کیا؟

حرم سراؤں میں قاعدہ ہے کہ جب کسی بے موقع اور خلاف طبع انسان کو راہ سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کام کے لئے زہر استعمال کیا جاتا ہے۔ خانم آفندی اس بارہ میں مشکوک ہو چکی تھیں گو یہ جرم اُن پر ثابت نہو سکا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ نصر اللہ پاشا کو میرے ساتھ بدسلوکی کا خوف نہ تھا بلکہ میری جان کا اندیشہ تھا۔

دو چار منٹ نافذ خاموش رہے اور جب بولے بھی تو کسی قدر دبی ہوئی زبان سے
نافذ بے۔ میں مکرر عرض کرتا ہوں کہ کیسا ہی خوف کیوں نہو بحیثیت شوہر ہونے کے میں ہاجرہ کی حفاظت کر سکوں گا اور اسمیں شک نہیں کہ اُس میں مجھے کامیابی بھی ہوگی۔

نصر اللہ پاشا (غصہ سے)۔ لیکن میں تمہیں اُسکے شوہر بننے کی اجازت نہیں دینے کا کیسے ہی بیباک کیوں نہو لیکن مجھے یقین ہے کہ اس قسم کی صریح نافرمانی تم ہرگز نکروگے۔

نافذ بے نے فوراً جواب نہ دیا اس لئے تھوڑی دیر بالکل خاموشی چھائی رہی۔ ہال میں لونڈیاں ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں اور میں یہاں قید تھی یکایک میرے عاشق کی آواز میرے کان میں آئی۔ کسیقدر کانپتی اور تھرتھراتی ہوئی تھی لیکن اُسکی دلسوزی اور جوش نافذ بے کی پختگی ارادہ پر دلالت کرتے تھے۔

نافذ بے۔ میں ہاجرہ کو اتنا چاہتا ہوں کہ جناب کی ناخوشی کا خیال نکر کے اور حکم کے خلاف اوس سے شادی کرنے پر مجبور ہونگا۔ خدا شاہد ہے کہ میرے نزدیک بہتر تو یہی ہوتا کہ جناب کی اجازت سے شادی ہوئی ہوتی لیکن چونکہ جناب اجازت عطا نہیں فرماتے مجھے مجبوراً بلا اُسکے شادی کرنی پڑے گی۔

نصر اللہ پاشا (روکھے پن اور حقارت سے)۔ اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو ایسا ہی کرو اپنی آزادی دکھاؤ میں ہرگز تمہیں روکنا نہیں چاہتا لیکن یاد رکھو کہ اس سے تمہیں کسقدر سخت نقصان پہونچے گا جس روز کہ تم شادی کروگے وہ آخری دن تمہارے اس مکان میں رہنے کا ہوگا اور قسم ہے اپنے باپ کی قبر کی کہ قسطنطنیہ میں بھی اُسکے بعد نہیں رہنے پاؤگے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہاجرہ سے تمہارا نکاح روکنا میرے اختیار سے باہر ہے لیکن اُسی روز تم یہاں نکال دیئے جاؤگے اور جب تک دم میں دم ہے قسطنطنیہ واپس نہ آنے دوں گا۔ اگر ایسا نکروں تو خدا مجھے اُسیوقت مار ڈالے ایس نے تمہیں آگاہ کردیا آیندہ تمہیں اختیار ہے۔ میں یہ بھی نہیں دریافت کرنا چاہتا اور نہ مجھے اس کی پروا ہے کہ کیونکر اور کس طرح تم اس کا انتظام کروگے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم نے پہلے ہی سے کچھ بندوبست کرلیا ہوگا۔ اگر تمہیں اپنی بربادی کا مطلق لحاظ نہیں ہے تو بہتر ہے اپنے دل کا ارمان نکال لو۔

یہ گفتگو سنکر میرے حواس بجا نہ رہے۔ افسوس! میری سب امیدیں اور آرزوئیں خاک میں ملگئیں۔ جیسے ہی نصر اللہ پاشا چپ ہوئے اُس راستہ میں جہاں میں کھڑی تھی کسی کے پیر کی آواز سنائی دی۔ میں جلدی سے کواڑ کی آڑ میں ہوگئی اور دیکھا کہ ایک حبشی نے آکر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ نصر اللہ پاشا فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور غضب یہ کیا کہ حرم سرا میں داخل ہوکر مردانخانہ میں جانے کا دروازہ بند کرکے قفل لگا دیا۔ میں وہیں بند رہگئی اور اب رات کو حرم سرا میں بھی جانا ممکن نہ تھا۔ ہال کی طرف نظر کی تو ایک بغل کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اُس میں اندھیرا تھا۔ بیساختہ میرا دل اندر جانے کو چاہا اور دوڑ کر میں اُس میں چلی گئی۔ اِدھر تو میں وہاں جا کر ایک کرسی پر جلدی سے بیٹھ گئی اور اُدھر نافذ بے اپنے والد کے پڑھنے لکھنے کے

کرے سے نکلکر زینہ سے نیچے اُتر گئے۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ صرف اپنی حالت پر غور کرنے کے لئے مجھے ہمہ تن مصروف ہونا چاہیئے تھا اور دوسری کسی چیز کی طرف مخاطب ہونے کے لئے مجھے مطلق مہلت نہ تھی۔ تاہم نہایت تیزی سے سب باتوں پر غور وخوض کر کے میں نے یہ ارادہ پختہ کرلیا کہ نافذ بے سے بلا رضامندی اُنکے والد کے ہرگز شادی نہ کروں گی۔ میں خوب جانتی تھی اور مجھے اچھی طرح یقین تھا کہ نصر اللہ پاشا نے جو کچھ دھمکی دی تھی وہ ضرور اُسے پورا کر کے رہینگے۔ گو وہ فراخ دل اور روشن دماغ شخص تھے لیکن آخر ترک تھے اور اس لئے اُن کو اپنے بیٹے کی آزادی اور بیباکی سخت ناگوار تھی اور اُنکے قصور کی سخت سزا دینا چاہتے تھے۔ یمن میں جس طرح افسر زندگی بسر کرتے ہیں اُس سے میں خوب واقف تھی یعنی روپیہ کی کمی ہوتی ہے تنخواہ سے زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ ترقی کی اُمید نہیں ہوتی گویا کہ سخت مصیبت اور خواری کا سامنا رہتا ہے۔ اس قسم کی تکلیفیں نافذ بے جیسے شخص کے لئے جو کہ ہمیشہ ہر طرح کے آرام و آسایش کا عادی رہا ہو برداشت کرنا ناممکن تھا اس لئے میں نے یہ ٹھان لی کہ کچھ ہی کیوں نہو میں ہرگز اُنکی ایذا رسانی اور دنیوی بربادی کا باعث نہ بنوں گی۔

اس تصفیہ سے میرے دل کو کسی قدر تقویت ہوئی اور اُسکے نتایج پر غور نکر کے میں نہایت استواری سے اپنی اُسوقت کی حالت پر نظر کرنے لگی جو کہ ایسی خوفناک تھی کہ اگر میں صرف اُسی کی فکر میں رہتی تو بیجا نہ ہوتا۔ جس کمرے میں میں تھی اگر وہاں رات بھر پوشیدہ رہنے کے بعد صبح کو نصر اللہ پاشا کے دروازہ کھولنے پر آنکھ بچا کر نکل بھی جاتی اور ساتھ ہی خوش قسمتی سے اپنے کمرے میں بھی چپ چاپ پہونچ جاتی

تاہم اس کا کیا علاج تھا کہ جو کوئی میرا کھانا لیکر قالفہ والے کمرے میں جائیگا تو اُسے خالی پائیگا اور مجھے وہاں نہ دیکھیگا؟ قریب آدہ گھنٹہ کے اسی خیال میں غرق رہی کہ کسی کے مجھے دیکھ نہ لینے کی کہاں تک امید کرنی چاہیئے تھی اور پھر اقرار کرنا پڑا کہ بچنے کی نہایت ہی کم امید تھی - کیونکہ پہلے کی طرح اگر خانم آفندی نے کھانا نہ بھی بھیجا تو ادہم بے یا اُن کے والد تو ضرور ہی بھیجدینگے - آخرش زینہ پر کسی کے آنے کی آواز سنائی دی اور میں نے خوف زدہ ہو کر معلوم کیا کہ کوئی اُسی طرف آرہا تھا جہاں کہ میں پوشیدہ تھی دروازہ کے قریب آکر چلنے کی آواز موقوف ہو گئی - میرا دل گھبراہٹ سے بیطرح اُچھل رہا تھا اور میں دعا مانگ رہی تھی کہ جو کوئی ہو وہاں سے چلا جاسے تو اچھا ہو - لیکن پیروں کی آواز اور نہ آئی - صرف ناقذ بے کی آواز اسقدر فاصلہ سے کانیں آئی کہ میں سمجھ گئی کہ جو شخص دروازہ سے اسقدر نزدیک کھڑا تھا وہ اور کوئی تھا -

ناقذ بے - (تعجب کے ساتھ) کیا حسرم سرامیں ابھی نہیں جائیگا؟ رات تو بہت زیادہ گئی ہے -

دوسرا - نہ (مجھے کسی قدر امید ہوئی کہ یہ ادہم بے ہیں) - مجھے چند کاغذات دیکھنے ہیں سحر کی توپ چلنے تک اُنہیں دیکھ بھی لونگا اور آخری سگرٹ بھی پیتا جاؤنگا - خدا حافظ میں نے اپنے عاشق کو اس کا جواب دیتے سنا اور تب ہال کے دوسرے کنارے کے قریب کا دروازہ کھلا اور بند ہوا اور سگرٹ جلا کر ادہم بے اُس کمرے میں داخل ہو گئے جہاں میں اپنی قسمت کے تصفیہ کی منتظر کھڑی ہوئی تھی -

ادہم بے ٹٹولتے ٹٹولتے میز تک آئے اور دیاسلائی جلا کر میز پر جو لیمپ رکھا تھا روشن کیا - یا تو بالکل اندھیرا تھا یا ایکبارگی روشنی ہو جانے سے مجھے چکاچوندسی ہو گئی آنکھیں ٹھیک ہوئیں تو دیکھا کہ ادہم بے میری طرف پشت کئے کھڑے ہیں ایک

ہاتھ میز پر ہے اور دوسرا پیشانی پر جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہایت غور کے ساتھ کچھ سوچ رہے ہیں۔

میں یہ سوچنے لگی کہ اسوقت بہتر کون سی بات ہوگی یہ کہ ادہم بے کے کمرے سے چپ چاپ نکلکر ہال میں رات بھر ٹہلتی رہوں یا کہ ہمت کر کے آگے بڑھوں اور اس مصیبت سے بچنے کے لئے اُن سے مدد چاہوں۔ کہ ادہم بے میز کے نزدیک ایک کرسی رکھنے کے لئے مڑے اور ہم دونوں کی آنکھیں چار ہو گئیں ایک لحظہ وہ مجھے تعجب کے ساتھ خاموش کھڑے دیکھا کئے اور پھر آگے بڑھکر اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھدیا گویا کہ اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ میں وہاں زندہ موجود تھی یا نہیں۔

ادہم بے (کسی قدر کانپتی ہوئی آواز سے) ہاجرہ! بیٹی تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ میں نے جواب نہ دیا۔ اپنی مصیبت پر غور کرتے کرتے جو دماغ کی رگیں تنی ہوئی تھیں وہ اب کسی قدر ڈھیلی ہو گئیں اور ایک کرسی پر بیٹھکر میں نے بے اختیار رونا شروع کیا ادہم بے میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے لیکن نہایت افسردہ اور اداس ہوگئیں معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ قدرتی طور پر آنکھوں آنسوؤں سے مردانہ وار نفرت تھی اور ظاہرا تب مجھے اپنے کمرے میں ایسے وقت اور ایسی حالت میں دیکھکر کسیقدر ہراساں ہی تھے۔ ایک لحظہ بعد میری طبیعت ذرا سنبھل گئی اور یہ دیکھکر اُنہوں نے پھر وہی سوال کیا۔

ادہم بے (نرمی سے) میری بیچاری ہاجرہ۔ اگر تمہیں مجھ سے کچھ کہنا تھا تو بلا کیوں نہ لیا؟ میں تمام دن اسکا منتظر رہا اور چونکہ مجھے اُمید تھی کہ تم ایسا کرو گی اسلیے خود میں نے تمہارے پاس آکر تمہاری رازداری میں مخل ہونا نہ چاہا۔ جب پوری ناامیدی تمہاری جانب سے ہولی تب یہاں آیا ہوں۔ بجائے یہاں آنے کے اگر تمنے مجھے بلا لیا ہوتا تو

تو بہتر ہوتا یا نہیں؟

میں - میں آپ سے ملنے کے لئے یہاں نہیں آئی تھی (یہ سنکر) انکا چہرہ اداس ہو گیا لیکن میں نے جلدی سے اور اشتیاق سے کہا لیکن ساتھہ ہی آپ سے کچھہ کہنے کی بڑی آرزومند تھی۔

میں ایک لمحہ ٹھیر گئی اور انکا منہ دیکھنے لگی - میرے نزدیک ادہم بے نہایت نیک سیرت اور عالی ہمت تھے اور اسی وجہ سے بلا تکلف میں ہمیشہ اُنہیں معتبر اور قابل اعتماد سمجھتی تھی اور سچ بھی یہی ہے کہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں - لیکن آج کی رات اس سے بھی زیادہ میری نظروں میں اُنکی وقعت تھی اس لئے کہ صرف وہی ایک ایسے دوست اور بہی خواہ میرے رہگئے تھے جن سے کہ اپنا کل حال کہہ سکتی تھی اور امداد کی پوری امید کر سکتی تھی - پہر بھی اولاً میں ذرا ہچکچائی کیونکہ کسی قدر شرم و حیا اب تک دامنگیر تھی اور ایک غیر مرد سے اپنا قصہ کہنے سے روکتی تھی لیکن افسوس میں کسی ایسی عورت سے بھی تو واقف نہ تھی جس سے اپنے دل کا حال کہتی اور وہ اُسے کسی دوسرے معنوں میں نہ لیتی! الغرضکہ جو کچھہ میرے دل میں تھا اُسکے کہنے کے لئے جلد کمربستہ ہو گئی اور بلا اُنکی طرف دیکھے اور گردن جھکا کر تاکہ شرم سے میرے چہرے کا جو رنگ بدل رہا تھا اُسے وہ نہ دیکھہ سکیں اپنی کہانی شروع کی -

نافذ بے کے خط آنے کے زمانہ سے لیکر اُسوقت تک کی کل کیفیت معہ اپنے اُس کمرے میں داخل ہونیکے اسباب کی کہہ سنائی اور جو بات اپنے دل میں ٹھان چکی تھی یعنی یہ کہ اپنے محبوب کی جلا وطنی کا باعث کبھی نہوؤں گی اُسے بھی ظاہر کر دیا -

ادہم بے نے چپ چاپ نہایت غور کے ساتھہ میری گفتگو سنی اور ایکبار بھی مجھے نہ ٹوکا -

ایک ہاتھ اُن کا میری کرسی پر تھا اور چہرہ کسیقدر میری طرف سے پھرا ہوا تھا جب میں کہہ چکی تو وہ یکایک مڑے اور کمرے میں ٹہلنے لگے - میں اپنے جی سے سوال کرنے لگی کہ کہیں اُنکو یہ بات ناگوار تو نہیں ہوئی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی میں نے کیوں اُن کے بھائی کے ساتھ بھاگنے کا ارادہ کیا اور یہ سوچکر اسقدر شرمائی کہ بس یہی دل چاہتا تھا کہ زمین پھٹجائے اور میں سما جاؤں - ذرا دیر بعد ادہم بے میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے -

ادہم بے (بھاری آواز سے اور رکاوٹ کے ساتھ) یہ تو میرے خواب وخیال میں بھی نہ تھا اور میں یہی سمجھتا تھا کہ تم داؤد کو چاہتی ہو - ہاجرہ اتنا نہ شرماؤ تمنے کوئی شرمندگی کی بات نہیں کی ہے - آؤ خاموشی سے اچھی طرح اس معاملہ پر غور کریں - تم کہتی ہو کہ میرے والد نے دہمکی دی ہے کہ اگر نافذ تم سے شادی کریں گے تو وہ اُنہیں قسطنطنیہ سے نکال دینگے ؟

میں نے سر ہلا دیا اس لئے کہ اب مجھہ میں اس سے زیادہ صاف کہنے کی تاب نہ تھی

ادہم بے خاموش رہے - میں اپنا منہ ہاتھوں سے چھپائے ہوئی تھی انگلیوں کے بیچ سے اُن پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ابتک اُن کا منہ میری طرف سے کسیقدر پھرا ہوا تھا اور وہ کسی خیال میں غرق تھے - آخر ش کہنے لگے۔

" کاش میں تمہیں کسی طرح مدد دے سکتا لیکن میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ کیا کروں - یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تم اُن سے بلا رضامندی میرے والد کی شادی کرو - مجھے سخت حیرت ہے کہ نافذ کے دماغ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات کیونکر سمائی - والد کو جو اُنہوں نے دہمکی دی یہ اور بھی بُرا کیا کیونکہ ایسا کرنے سے جو تھوڑی بہت امید کامیابی کی میرے اُنہیں سمجھانے اور اس معاملہ میں نظر ثانی کرانے کی ہو سکتی تھی وہ بھی بالکل زائل ہو گئی - ویسے ہی اُنکو تبدیل رائے پر مجبور کرنا ایک مشکل کام تھا کیونکہ

آسانی سے وہ اپنی راے نہیں بدلا کرتے اور اب تو بالکل محال ہے۔ اسلئے کہ اب وہ ایسا کریں تو یہ سمجھا جائیگا کہ انہوں نے دبکر اپنے پہلے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔

میں۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں یہاں سے کہیں اور چلی جاؤں؟ (میری سب امیدیں فنا ہو چکی تھیں اور اب کوئی امید باقی نہیں رہ گئی تھی جس کا مجھ پر کوئی اثر ہوتا)۔ کوئی مقام ہو میں وہاں جانے کو تیار ہوں تاکہ اس مکان سے کسی طرح نکل جاؤں۔

ادہم بے کے چہرے سے رنج وغم کے آثار عیاں ہونے لگے اور وہ میز کی طرف گئے۔ ابھی اس بات کا خوف مجھے نہیں ہونے پایا تھا کہ شاید وہ ناراض ہوئے ہونگے کہ ایک خط لیکر وہ میری طرف واپس آئے۔

ادہم بے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ تم یہاں سے کیوں جانا چاہتی ہو۔ اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہنے سے جو تمہارے دل ودماغ کو یہاں تکلیف ہوگی اور صدمہ پہونچیگا اماں جان کی ایذا رسانی۔ اس معاملہ کی وجہ سے جو تمہارے نام پر دھبہ لگایا جاتا ہے اسکی شرم حالانکہ تم بالکل بے قصور ہو۔ یہ سب باتیں واقعی اس امر کے لئے کافی ہیں کہ تم یہاں سے جانے کی خواہش ظاہر کرو۔ خوش قسمتی سے میرے اختیار میں ایک ایسی جگہہ ہے جہاں تم پناہ لے سکتی ہو۔ میری بہن صنیعہ نے بچوں کے واسطے ایک کھلائی تلاش کرنیکے لئے مجھے لکھا ہے اگر وہاں چلی جاؤ تو کوئی تمہیں نہیں ستانے کا اور چونکہ خود صنیعہ تمہاری نانی کے ہاتھوں کی کھلائی ہوئی ہیں میں بلا تامل تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ وہ لوگ نہایت خوشی سے تمہارا خیر مقدم کریں گے اور تمہیں اپنے پاس رکھیں گے۔

میں۔ واقعی اس سے بڑھکر اور کوئی بات نہیں ہوسکتی۔

اتنا لکر میں خاموش ہوگئی اسلئے کہ میرے دل میں شبہ ہوا کہ وہاں بھی تو نافذبے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ادہم بے سمجھ گئے اور کہنے لگے:۔

"اگر تم بھی اسے منظور کرو تو میری رائے ہے کہ تمہارے یہاں سے جانے کی کیکو خبر نہ کیجائے اور نہ جہاں تم جاؤگی وہ مقام کسی پر ظاہر کیا جائے۔ صرف والد سے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ٹھہرو (گھڑی دیکھکر) ساڑھے تین بجے ہیں ابھی آخری توپ نہیں چلی ہے اور وہ جاگ رہے ہیں۔ کہو تو ابھی جاکر اُن سے اسکا تصفیہ کرلوں"

میں۔ (اشتیاق سے) ہاں ضرور جائیے میں بھی آپ کے ہمراہ اپنے کمرے تک چلونگی۔

ادہم بے (کسیقدر ہچکچاکر) میں کہہ نہیں سکتا۔ اماں جان ابھی جاگتی ہیں اور چونکہ صحن میں ہوکر جانا ہوگا اس لئے حبشی بھی راہ میں ملیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم ابھی یہاں ٹھہرو میں والد کے کمرے کی کنجیاں لاکر جب موقع ہوگا تمہیں اندر بلاؤنگا۔

میں۔ لیکن میں جو اس کمرے میں ہوں اسکی نسبت آپ کیا جواب دیں گے اور میرے یہاں آنے کی کیا وجہ بیان کریں گے؟

ادہم بے۔ (میری پیشانی کا بوسہ لیکر) اسے مجھ پر چھوڑ دو میں ذمہ دار ہوں تمہیں مجھ پر پورا پورا بھروسہ ہے یا نہیں؟

میں (شکریہ ادا کرکے) بلاشک وشبہ۔ اسمیں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

اس سے پہلے کہ میں اور کچھ کہوں وہ رخصت ہوئے اور تاکہ اور کوئی آکر مجھے نہ ستائے دروازہ میں قفل لگاتے گئے۔

باب ہشتم

"ہاجرہ!"

اپنا نام سنتے ہی میں دیکھنے کے لئے مڑی کہ کون پکارتا ہے۔ ادہم بے کو گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا اور اتنا وقت میں نے صرف یہ سوچنے میں گزارا تھا کہ جو کچھ میں اسوقت کرنے والی تھی اُس سے میرے عاشق کو کسقدر صدمہ پہونچیگا۔ دوبارہ میرے کان میں پھر وہی آواز آئی کہ کوئی شخص میرا نام لیکر پکارتا ہے پھر کر جو دیکھتی ہوں تو نصر اللہ پاشا کھڑے ہیں۔ میں بھی گھبرا کر کھڑی ہو گئی اور اُنہیں اور ادہم بے کو جو اُنکے پیچھے کھڑے تھے کسی قدر حیرت کے ساتھ دیکھنے لگی۔ وہ کیوں آئے تھے اور کیا کہیں گے؟ میری پریشانی دیکھکر وہ بیٹھ گئے اور مجھے اپنے پاس بلایا۔

نصر اللہ پاشا (مہربانی سے) ہاجرہ۔ ادہر آؤ۔ ادہم کہتے ہیں کہ تم یہاں سے جانا چاہتی ہو؟

میں۔ جی ہاں۔

لیکن اسقدر آہستہ سے یہ الفاظ میں نے کہے کہ نصر اللہ پاشا کو اُنکے سننے کے لئے میری طرف جھکنا پڑا۔

نصر اللہ پاشا۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ کل کے افسوسناک واقعہ کے بعد یہاں اور زیادہ ٹھہرنا ایسے شخص کا کام نہیں ہے جسکے دل پر اس قسم کی باتوں کا بہت

زیادہ اثر ہوتا ہوا سے اسلئے میرے نزدیک اُدہم کی راسے باصواب ہے کہ تم بہ نسبت ہمارے میری لڑکی کے ہاں زیادہ خوش وخورم رہوگی میں اس بات کی کبھی اجازت نہ دیتا کہ تم بالکل ہم سے قطع تعلق کردو۔ لیکن صفیہ کے ہاں رہنے سے گویا تم ہماری ہی رہوگی۔

میں دبی زبان سے آہستہ آہستہ شکرگذاری کے ساتھ اپنی رضامندی ظاہر کرنے لگی لیکن انہوں نے روک دیا اور مسکرا کر کہنے لگے :۔

" پیاری ہاجرہ۔ تم جانتی ہو تا قدیلا ایک مرتبہ اور قسمت آزمائے ہوئے تمہیں یہاں سے نہ جانے دینگے۔ میرے نزدیک تو اُن کا دماغ کچھ خراب ہوگیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وہ تمسے پیشتر ہی پختہ طور پر شادی کرنے کے لئے کہیں تو تم ہرگز منظور نہ کروگی۔ تاہم یہ سب سے بہتر ہوگا کہ وہ تمہیں پھر نہ ستائیں۔ میری بی بی بھی جادو وسحر کے بیہودہ دعمل خیالات کی وجہ سے تم سے ناراض ہیں۔ اس لئے چونکہ اسوقت تم حرم سرا کے باہر ہو اگر ابھی روانہ ہوجاؤ تو کیا قباحت ہے ؟

یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے۔ اسلئے کہ اس سوال کے بعد میں بالکل بے بس ولاچار تھی نصراللہ پاشا نے میری راسے پر کوئی بات چھوڑی ہی نہیں۔

میں۔ لیکن یہ کیونکر ممکن ہے ؟

نصراللہ پاشا۔ سب کچھ نہایت آسانی سے ہوجائے گا۔ میرا منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ تم سیدھی یہاں سے صفیہ کے ہاں چلی جاؤ۔ وہاں جانے کے لیے تو جہاز کی روانگی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ وہاں جانے تک قبا تاش میں ایک ڈاکٹر میرا دوست رہتا ہے اُسکے ہاں جاکر رہو۔ چونکہ وہ آجکل غریب ہے تمہارے رہنے سے نہایت خوش ہوگا اور وہاں کے رہنے کا خرچ میں دوں گا

تمہارا تمام اسباب وہاں بھیجدیا جائیگا اور نیز وہ روپیہ جو تمہاری نانی چھوڑ کر مری تہیں ۔ لیکن اگر تم چاہو تو روپیہ میں اپنے ہی پاس حفاظت سے رہنے دوں ۔

میں ۔ جی بہتر تو یہی ہوگا ۔

نصر اللہ پاشا (ادہم بے کی طرف مخاطب ہوکر) سلیم کو جگا دو اور کہو کہ کشتی تیار کرے ۔ ادہم بے چلے گئے اور میں نصر اللہ پاشا کے ساتہہ تنہا رہ گئی ۔

میں (ڈرتے ڈرتے) ۔ لیکن اتنی رات گئے جو میں ڈاکٹر کے ہاں جاؤنگی تو وہ نہایت متعجب ہونگے ؟

نصر اللہ پاشا (مسکراکر اور گھڑی کی طرف دیکھکر) تمہاری غرض یہ ہے کہ اتنے سویرے جو تم جاؤگی تو ڈاکٹر کیا کہینگے ؟ اس کا مطلق خیال نکرو ۔ تمہارے وہاں پہونچتے پہونچتے خوب دن نکل آئے گا اور ساتہہ ہی میں ایک خط بہی دونگا جس سے کل ضروری حالات انکو معلوم ہو جائیں گے ۔

پہر یکایک وہ کہڑے ہوگئے اور میرے قریب آکر اور اپنا ہاتہہ میرے شانے پر رکہکر کہنے لگے :۔

" میری مسکین ہاجرہ ۔ یقین مانو کہ اگر تمہاری بہلائی اور بہتری کے لئے یہ بات نہوتی تو میں ہرگز تمہیں اسوقت مکان سے باہر نہ جانے دیتا ۔ خدا گواہ ہے جو کچہہ ظاہری سختی میری طرف سے تم دیکہتی ہو وہ صرف تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے ۔ اور جو الفت و پیار مجہکو تم سے ہے وہ اسی کا متقاضی ہے کہ تمہاری بہبودی ہمیشہ مد نظر رکہوں "

میں (جلدی سے) ۔ جی بجا و درست ہے ۔ میں خوب اچہی طرح جانتی ہوں ۔

اتنا کہکر میں چپ ہو گئی اس لئے کہ اُنکے لبوں پر کسی قدر مسکراہٹ تھی جسکی وجہ میری سمجھ میں نہ آئی -

نصر اللہ پاشا (لاپروائی سے) - ہاں مجھے معلوم ہے کہ تم جانتی ہو -

یہ سنکر میں از حد شرما گئی اور میرے چہرے کا رنگ سرخ و سفید ہونے لگا اس لئے کہ میں سمجھ گئی کہ ادہم بے نے میرے اُس کمرے میں آنے کی بالکل کیفیت اُنہیں سنا دی ہوگی -

تھوڑی دیر تک بالکل خاموشی رہی اور پھر نصر اللہ پاشا نے ایک بارگی میری طرف دیکھا -

نصر اللہ پاشا - خیر لیکن اس حالت سے تم نہیں جا سکتی ہو - فرغل کہاں ہے؟

میں - وہ ہے -

اور دروازہ کے پاس جا کر اُسکے پیچھے سے فرغل نکال لائی -

نصر اللہ پاشا - اچھا تو اُسے پہن لو -

فرغل کے وہاں ہونے پر اُنکو ظاہرا مطلق تعجب نہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُنکے نزدیک یہ ایک معمولی واقعہ تھا کہ میں اُسے بغل میں دبائے ہوئے گھر میں پھرتی - اُنکے شبہ نکرنے ہی سے میں اور بھی ڈر گئی اس لئے کہ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ ادہم بے نے اُنسے کوئی بات چھپا نرکھی تھی - غرضکہ نہایت افسردہ ہو کر چپ چاپ میں نے اُسے پہننا شروع کیا اور اُسکے پہنتے ہی ادہم بے آ پہونچے -

ادہم بے - (ملامت سے) ہاجرہ چلو - کشتی تیار ہے -

میں نے رخصت ہونے کے لئے نصر اللہ پاشا کے کوٹ کے کنارے کو بوسہ دیا تو اُنہوں نے میرا منہ اوپر اُٹھا کر نہایت محبت سے پیار کیا اور کہنے لگے :-

"میری پیاری ہاجرہ خدا حافظ - جو کچھ تکلیف کہ تم کو ناقدری کی بیجا حرکت اور بیہودہ حماقت کی وجہ سے پہونچی ہے اُسکی میں تم سے معافی چاہتا ہوں - اگر ہو سکے تو اُسے اپنے دل سے نکال دو - اد ہم تمہارے ہمراہ جائینگے اور میرا خط واکٹر کو دینگے"

میں نے دوبارہ اُنکا شکریہ ادا کیا اور ادہم بے کے پیچھے پیچھے زینہ سے نیچے اتری - راہ میں کوئی بھی نہ ملا اور ہم چپ چاپ باغ سے ہوکر نکلگئے - کشتی گھاٹ سے لگی ہوئی تھی اسمیں سوار ہوتے وقت میں نے اُس مکان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا جہاں کہ اتنے عرصہ تک نہایت خوشی سے زندگی بسر ہوئی تھی اور جہاں سے اسوقت میں چوروں کی طرح نکل رہی تھی - فتنجہ - ولیہ خانم - وحیدہ خانم - کسیکو بھی میرے جانے کی خبر نہ تھی اتنا بھی تو نہوا کہ میں اُن سے رخصت ہی ہو لیتی - عرصہ تک میں اندہیری کھڑکیوں - خاموش مکان اور اُس پرانی وضع کے باغ کی طرف جو کہ پہولوں سے لہلہا رہا تھا دیکھتی رہی اور پھر اُودھر سے نظر ہٹا کر اور اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا کر زار زار رونے لگی - ادہم بے نے مجھے سمجھانے اور خاموش کرنے کی کوشش نکی اور میرے نزدیک چپ چاپ بیٹھے رہے - جب مکان نظر سے بالکل چھپ گیا تو وہ جھکے اور میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر آہستہ سے کہنے لگے :-

"ہاجرہ - کہو کہ اس طرح یکایک یہاں سے جانے سے تمکو صدمہ نہیں پہونچا ہے - خدا جانتا ہے اسی میں تمہاری بہتری ہے"

میں (سسکیاں لیتی ہوئی -) یہ تو میں جانتی ہوں لیکن پھر بھی یہاں سے جانا شاق گذرتا ہے - اور بے آفندی (ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا) افسوس! یہ تو فرمائیے کہ کیا یہی تقاضائے شرافت ہے - یہی اُنکے سچے عشق اور محبت کا بدلا ہونا چاہیئے کہ اُن سے اسکے متعلق بلا ایک لفظ کہے ہوئے میں اس طرح

چپ چاپ چلی جاؤں؟

ادہم بے - اُن کے لیئے بھی اِس سے بہتر کوئی بات نہیں ہوسکتی - یاد رکھو کہ اُن کی آیندہ کی تمام خوشی اور بہبودی تمہاری آج کی ہمت و دلیری پر منحصر ہے -

میں خاموش ہوگئی لیکن اس بات کا شک میرے دل میں باقی رہا کہ میرا برتاؤ نافذ بے کے ساتھ قابل تعریف تھا یا نہیں - مجھے پورا یقین تھا کہ وہ یہی سمجھیں گے کہ خانم آفندی کے خوف سے میں بھاگ گئی اور اپنے آرام و چین کو اُنکے عشق و محبت پر ترجیح دی - یہ سوچکر مجھے اپنی جان آپ ہی بُری معلوم ہونے لگی - لیکن افسوس کرنے کے لئے بھی وقت نہ ملا - کشتی بہت جلد قبا تاش پہونچگئی - ڈاکٹر کا مکان گھاٹ کے قریب ہی تھا اور ہم دونوں اُتر کر اُسکی طرف روانہ ہوئے - نصر اللہ پاشا نے سچ کہا تھا کہ ہمارے پہونچنے تک اچھی طرح دن نکل آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن ادہم بے کی خوش قسمتی سے ابھی تک راستہ نہیں چلتا تھا کیونکہ میرے ہمراہ ہونے سے شاید اُنکے نام پر کسی قسم کا دھبہ آتا - مگر اُنکو اِسکی پرواہ تھی اور میرے ساتھ کھڑے ہو کر ڈاکٹر کے دروازے پر دستک دی - ایک لمحہ بھی نہیں گذرنے پایا تھا کہ ایک نوکر نے دروازہ کھولا اور نہایت تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر ہمکو دیکھنے لگا ادہم بے کا قاعدہ تھا کہ ملازموں اور آپ سے کمتر رتبہ کے لوگوں کے ساتھ ذرا ڈپٹ کر گفتگو کیا کرتے تھے اسلئے اس نوکر سے بھی اُنھوں نے تیزی کے ساتھ دریافت کیا" ڈاکٹر صاحب ہیں؟

نوکر (ڈر کر اور نہایت ادب سے) - جی ہاں حضور لیکن ابھی کوٹھے ہی پر ہیں -

ادہم بے - جاؤ اطلاع دو کہ ادہم بے آئے ہیں اور اُن سے ملنا چاہتے ہیں اور میرے ساتھ جو خانم ہیں ان کو کوئی کمرہ بتلا دو جہاں یہ آرام کرسکیں -

نوکر۔ حضور میرے ہمراہ تشریف لائیں۔

یہ کہکر وہ ادہم بے کو ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا اور مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں اُسکے ہمراہ زینہ پر چڑھگئی اور ایک بند کمرے کی قریب پہونچکر اُسنے دروازہ پر دستک دی۔ دروازہ فوراً کھلا لیکن نیم وا اور اندر سے ایک عورت نے دریافت کیا:۔

"علی آغا یہ کون تہا؟"

علی آغا۔ نصر اللہ پاشا کے بیٹے ادہم بے۔ آفندی صاحب سے کہدیجئے کہ نیچے جاکر ملاقات کریں۔ اور دروازہ کہولدیجئے کہ یہ خانم اندر آئیں۔

دروازہ کہولدیا گیا اور اندر جاکر میں نے دیکھا کہ ایک ظاہراً خوش مزاج اور نیک طینت عورت جسکی عمر کوئی اٹھائیس برس کی ہوگی ابنی شب کی پوشاک پہنے ہوئے بیٹھی ہے۔ اول تو میری طرف کسی قدر تعجب کے ساتھ دیکھتی رہی اور پھر فوراً اُس شہرۂ آفاق خاطر تواضع کے ساتھ جوکہ ترکی عورتیں اجنبیوں کے ساتھ برتتی ہیں اسطرح مخاطب ہوئی:۔

"آؤ۔ آؤ۔ اس طرف سے اس دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں اپنے شوہر کو اطلاع دیکر ابہی آتی ہوں"

یہ کہکر انہوں نے مجھے آہستہ سے اُس کمرے کے اندر کردیا جس میں کہ میں وہ لازمی اشیاء مثل آتش خانہ کے اوپر گلدان وغیرہ رکھنے کی جگہہ۔ مومی پہول اور بڑا آئینہ دیکھکر سمجھہ گئی کہ یہ ڈرائینگ روم تہا۔ مجھے یہاں پہونچاکر وہ رخصت ہوئیں۔ کہڑکی کہلی ہوئی تہی اسلئے اُسکے قریب جاکر میں چوکہٹ پر جہک کر کہڑی ہوگئی۔ اپنی تمام عمر میں میں اسقدر پریشاں اور پراگندہ خاطر کبہی نہیں ہوئی تہی۔ شرم وحیا

جو مجھے دامنگیر تھی اُسکے مقابلہ میں میری اصلی مصیبتیں بالکل ہیچ ہوگئیں حتیٰ کہ اس نیک بی بی کے آنے سے بھی میری تشفی نہوئی اس لئے کہ انکی آنکھیں مستفسار حال کرتی معلوم ہوتی تہیں گو وہ اپنے حسن اخلاق سے اس بات کو چھپانے کی کوشش کرتی تہیں۔

عورت۔ بیٹھو۔ بیٹھو۔ روزہ ہے یا قہوہ پیوگی؟

میں۔ (شرماکر) جی نہیں میرا روزہ ہے۔

عورت۔ نقاب اوتار دو۔

یہ کہکر بات کی بات میں میری نقاب کہولدی اور فرغل اُتار کر میری پوشاک کو نہایت غور سے دیکھنے لگیں۔ میں ابھی تک وہی کپڑے پہنے تھی جو کہ اُس روز نصر اللہ پاشا کے ہاں باغ میں میرے جسم پر تھے اور وہ ایسے نہ تھے جنکو دیکھکر میرے رتبہ کے متعلق کوئی اچھی راے قایم ہو سکتی۔ لیکن گو میری نسبت اُن کا خیال بُرا ہی رہا ہو تاہم اُنکے خلق نے اُسے ظاہر نہونے دیا اور میرے سامنے بیٹھکر رمضان اب وہوا اور قیانافش کی مسجد اور اسی قسم کی فضول اور بے تعلق چیزوں کا ذکر کرنے لگیں گویا کہ میرا اُنکے ہاں پانچ بجے صبح آنا انکا غضب کی پوشاک میں مجھسے ملنا۔ اور ننگے پیروں کا اُنکے گون سے ذرا ذرا دکھلائی دینا یہ سب محض معمولی باتیں تہیں۔ اُنکو اپنی پوشاک کا بہت ہی کم خیال تھا اور ظاہرا چاہتی تہیں کہ میں بھی اُنہیں کی طرح ہو جاؤں۔ اس لئے جہانتک مجھسے ہو سکا میں نے اُن کی تقلید کی لیکن میرے دل پر کسی من کا بوجھہ رکھا ہوا معلوم ہوتا تھا اور دماغ کی رگیں پریشانی کی وجہ سے تڑپ رہی تہیں۔ کوئی پندرہ منٹ بعد اُنہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ پوچھنا چاہیئے میں کون ہوں اور یہ سوال اُنکے لبوں ہی پر تہا کہ کسی کی بھاری آواز آئی "صفیہ"

اور وہ جلدی سے کھڑی ہوگئیں۔

صفیہ۔ میرے شوہر ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔

یہ کہکر وہ چلی گئیں اور ظاہر ہے یہ ضرور سوچتی گئی ہوگی کہ شوہر سے یہ راز بستہ معلوم ہوجائیگا میں تنہا رہگئی اور کرسی سے تکیہ لگاکر آنکھیں بند کرلیں۔ مجھ میں اب اسقدر فکر کرنے کی بھی طاقت نہ تھی کہ نصر السعد پاشا نے میرے یہاں آنیکی کیا وجہ بیان کی ہوگی لیکن گذشتہ واقعات میری نظروں سے دور نہیں ہوتے تھے اور پندرہ منٹ نہیں گذرنے پائے تھے کہ صفیہ واپس آئیں۔ نہایت خوش وخورم معلوم ہوتی تھیں اور آتے ہی مجھے لپٹاکر خوب پیار کیا۔

صفیہ۔ تو ہمارے ہی ساتھہ خیر وخوش رکھو گی؟ میں نہایت خوش ہوں۔ تمہارا اسباب ابھی آیا جاتا ہے لیکن چونکہ میں نے نوکر سے حمام گرم کرنیکو کہدیا ہے اور میرا تمہارا قد برابر ہی ہے اس لئے میری عین عزت افزائی ہوگی اگر اپنے کپڑے آنے تک میری پوشاک پہن لو۔

میں شکریہ ادا کرنے لگی لیکن اُنہوں نے مجھے روک دیا اور حمام میں لیگئیں وہاں جاکر میرے کپڑے اُترواۓ اور جلدی سے کچھہ کپڑے لاکر کوچ پر رکھدیئے۔

صفیہ۔ یہ لو۔ نہاکر ان کو پہن لینا۔ میں جاکر تمہارا کمرہ درست کراتی ہوں۔

یہ کہکر وہ چلی گئیں اور غسل کے بعد میں بھی اُسی طرف گئی۔ اُنکے تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی اسلئے کہ مکان اسقدر چھوٹا تھا کہ جس کمرے میں وہ کام کررہی تھیں وہاں سے اُنکی آواز صاف آتی تھی چونکہ غسل سے میری طبیعت میں فرحت وتازگی آگئی تھی نہایت ہنر کے ساتھہ کمرہ درست کرنے میں اُنکو مدد دینے لگی اور دم بھر میں سب کچھہ ٹھیک کردیا۔ کام ختم ہونے پر صفیہ نے خوش ہوکر ادھر اُدھر نظر کی اور کہنے لگیں۔

بس اب تو سب کچھہ ٹھیک ہے نا؟ میں امید کرتی ہوں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی اب مجھکو اجازت دو کہ جلدی سے جاکر موزے پہن آؤں۔ (پھر جب میں شکریہ ادا کرنے لگی)

نہیں۔نہیں۔تکلیف کی کونسی بات ہے۔مجھے مطلق تکلیف نہیں ہوئی۔میں تو دل سے

یہ چاہتی ہوں کہ کچھ دنوں تم یہاں رہو اس لئے کہ میں بالکل تنہا ہوں۔

یہ کہکر وہ چلی گئیں اور میں نے کوچ پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔گو فکر اور تردد سے میرا دل جل

رہا تھا تاہم چونکہ تھک زیادہ گئی تھی لیٹتے ہی سو گئی اور قریب شام تک بیخبر سوتی رہی۔آخرش

میرے نئے غمگسار نے نہایت نرمی سے میرے بازو پر ہاتھ پھیر کر مجھے جگا دیا۔

صفیہ۔(آہستہ سے) کیا نماز نہیں پڑھو گی؟ عصر کی نماز کا وقت جایا چاہتا ہے۔

آنکھیں ملتے ہوئے میں نے کسی قدر گھبرا کر ادھر اُدھر نظر کی اس لئے کہ دو چار منٹ تک میری

سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں ہوں۔

صفیہ۔تمہارے بکس ابھی نہیں آئے ہیں لیکن ایک گھنٹہ ہوا کہ ادہم بے آئے تھے اور تمہاری

مزاج پرسی کرتے تھے۔کہہ گئے ہیں کہ شام تک تمہارا سب اسباب آجائیگا۔

میں جلدی سے اُٹھی اور وضو کرکے نماز پڑھی اور وہ وہیں بیٹھی رہیں جب میں نماز سے فارغ

ہو چکی تو کھڑکی کھولی اور مجھے اپنے قریب بلایا۔

صفیہ۔آؤ یہاں بیٹھیں۔دیکھو مسجد صاف دکھائی دیتی ہے اذاں ہوتے ہی بیچ دوڑ چلیں گے

اور روزہ افطار کریں گے۔مجھے یہ کھڑکی بہت ہی پسند ہے حرم سرا میں یہی ایک جگہ ہے جہاں

سے سڑک اچھی طرح دکھائی دیتی ہے لیلۃ القدر کا جشن اور تماشہ یہاں سے خوب دیکھ سکتی ہیں

تم اُسوقت تک تو رہو گی نا؟ نو دن ابھی اور باقی ہیں۔میرے سب ملنے جلنے والے یہاں تماشہ

دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور میں اس روز سبکی دعوت کرتی ہوں۔تم یہاں سے کب تک روانہ ہوگی؟

میں۔مجھے معلوم نہیں۔جبتک نصر الدین پاشا حکم نہ دیں۔

صفیہ۔یہ سچ ہے۔بڑے اچھے شخص ہیں جو تم پر اتنے مہربان ہیں۔شاید تمہاری نانی اُنکے ہاں ملازم تھیں؟

میں۔جی ہاں۔

یہ کہکر میں اپنے دل میں سوچنے لگی کہ صفیہ کو میرے حالات سے کسقدر واقفیت تھی۔
صفیہ۔ اور اسلئے تمہاری نانی کے انتقال کے بعد وہ تمہیں تمہارے گھر بھیج رہی ہیں انکی بڑی عنایت ہے
میں۔ جی بڑی۔
ظاہراً انہیں کچھ معلوم نہ تھا۔
صفیہ۔ اب تمہارا کون رشتہ دار زندہ ہے جسکے ساتھ جاکر رہوگی؟ باپ کے ساتھ؟ تعجب ہے کہ پاشا صاحب نے تمہیں اپنے ہاں نہ رکھا۔ لوگ کہتے ہیں وہ ازحد امیر ہیں اور تمہارے رہنے سے کچھ ایسا زیادہ خرچ نہ ہوتا؟
میں۔ (خوش ہوکر کہ پہلے سوال کا جواب سے بچگئی) لیکن میں خود وہاں رہنا نہیں چاہتی اور یہاں سے جانا چاہتی ہوں
صفیہ۔ (اپنی نیلی آنکھیں تعجب سے پھاڑ کر) کیوں؟ کیا تمہیں قسطنطنیہ پسند نہیں ہے؟ میں تو یہیں پیدا ہوئی تھی۔ میرا باپ طرابزون کا سوداگر تھا اور یہاں آکر بود و باش اختیار کی (دکریں چاروں طرف حسرت کے ساتھ نظر کرکے) ہم لوگ زیادہ امیر نہیں ہیں۔ اول میرے باپ کی رائے نہ تھی کہ آفندی سے میری شادی ہو لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ وہ کسقدر مستقل مزاج اور جفاکش شخص ہیں تو آخرش یہ تصفیہ کیا کہ بجائے اسکے کہ کسی سوداگر سے شادی کرکے تمام عمر آفندی کی بی بی کہلاؤں بہتر ہو کہ ابتدای زندگی میں کسیقدر سختی جھیل لوں اور بعدہٗ اعلیٰ مرتبہ پر پہونچوں۔ اسلئے ڈاکٹر سے میری شادی کردی۔ میرا شوہر بڑا لایق اور ہوشیار شخص ہے اور مجھے پورا الیقین ہو کہ اخیر میں چلکر وہ ضرور پاشا ہو جاینگے خصوصاً اب جبکہ نصر اللہ پاشا نے اُن پر نظر عنایت کی ہے۔ اُنکے ذریعہ سے کوئی اعلیٰ جگہہ انہیں ملجائیگی اور اس کا باعث صرف تم ہوگی۔ اس کے بعد میرے گلے میں باہیں ڈالکر مجھے پیار کیا
صفیہ (یکایک) وہ توپ چلی۔ دیکھو موذن کی آواز میرے کانوں نہیں آئی۔ آفندی کھانے کے منتظر ہونگے اور امید ہے کہ مجھسے ناراض نہ ہونگے۔
یہ کہکر وہ دوڑکر چلی گئیں اور مجھے یہ سوچکر بڑی تسلی اور تسکین ہوئی کہ میرے حالات سے وہ مطلق آگاہ نہیں

باب نہم

"ناحرہ! میری پیاری۔ کچھہ اور بھی خبر ہے؟ تم سے کوئی شخص ملنے کے لئے آیا ہے"
آنکھہ اُٹھاکر جو دیکھتی ہوں تو صفیہ دروازہ پر کھڑی ہیں اور اُنکی چمکیلی آنکھوں سے جوش
اور حیرت ٹپک رہی ہے۔ میں صفیہ کے لئے اُسوقت کچھہ کپڑے درست کر رہی
تھی۔ اُنکی بات سنتے ہی میرا دل دھڑکنے لگا۔ آج تین دن مجھے یہاں ہو چکے تھے
اور اِس عرصہ میں ہم دونوں میں بہت کچھہ اختلاط بڑھ گیا تھا لیکن جو کچھہ کہ ادہم بے میری نسبت
بیان کر گئے تھے اُس سے زیادہ اُنہیں علم نہ تھا۔
میں (کوشش کر کے کہ میری آواز سے کسی قسم کی بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر نہ ہو)
کون شخص ہے؟
صفیہ۔ (بے چینی سے قریب آکر اور میری طرف تشویش کے ساتھہ دیکھکر) ایک جنٹلمین
ہیں۔ ذرا غور تو کرو نصر الصمد پاشا نے اپنے دوسرے بیٹے نافذ بے کو تم سے کچھہ کہنے
کے لئے بھیجا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ نہیں؟ اپنے داروغہ کو کیوں نہیں بھیجا؟
میں نے کچھہ جواب نہ دیا جس بات کا مجھے خوف تھا وہ پیش آہی گئی۔ یعنی نافذ بے کو میرے
چھپنے کی جگہہ معلوم ہو گئی۔ لیکن مجھے اُن سے ملنا چاہیئے یا نہیں؟ اگر نہ ملتی تو اُن
رحم دل میاں بی بی کے دلوں میں ضرور کچھہ شک پیدا ہوتا۔ اور جبتک تو وہ یہ سمجھتے تھے

کہ یوں ہی بلا کسی خاص وجہ سے کے نصر اللہ پاشا کی مجھ پر عنایت تھی لیکن جب کہ میں اُنکے بیٹے سے ملاقات کرنیسے انکار کرتی درحالیکہ ظاہر وہ اُنکا کوئی پیغام لیکر آئے تھے تو ضرور یہی خیال ہوتا کہ نافذ بے سے مجھے ضرورت سے زیادہ بے تکلفی تھی - علاوہ بریں کیا میرا یہ فرض نہ تھا کہ نافذ بے سے اپنے اس طرح چلے آنے کی مفصل کیفیت بیان کردوں؟ کیا انہوں نے میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا کہ اُسکے صلہ میں میں اُس فرض کے ادا کرنے سے پہلو تہی کروں؟ یہ خوب جانتی تھی کہ اُنکے چہرے کی طرف نظر کرکے اُن سے یہ کہنا کہ میں تمہاری بی بی نہیں ہوسکتی ایک نہایت دردانگیز اور دشوار کام ہے تاہم یہ ٹھان لی تھی کہ اب بلا کہے نہ رہونگی -

غرضنکہ میں کھڑی ہوگئی اور دروازہ کی طرف بڑھی - صفیہ نے میری طرف متحیر ہوکر دیکھا اور کہنے لگیں :-

"یہ کیا - کیا اسی طرح نیچے جاؤگی؟ سر تو ڈھک لو"

میں گھبرا کر رُک گئی - اور صفیہ نے نقاب کو چ پر سے اُٹھا کر میرے سر پر کچھ اس طرح ڈالدی کہ صرف میرا چہرہ کھلا رہا - میں چپ چاپ رہی اس لیے کہ اپنی حرکت سے میں خود اُسوقت متنفر ہو رہی تھی -

صفیہ - لو اب جاؤ - وہ نیچے ملاقات کے کمرے میں ہیں -

میں نے دوبارہ اجازت کا انتظار نہ کیا - اور ایک چھوٹا سا دروازہ کھولکر نیچے دوڑ گئی - علی آغا سامنے کھڑے تھے اُن سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب حرم سرا میں تھے نیچے نہ تھے اس لیے جس کمرے میں نافذ بے تھے اُس کا دروازہ جلدی سے کھولکر میں اندر چلی گئی اور یہ بھی نہ سوچا کہ اُن سے تنہا ملنے سے مجھے خوش ہونا چاہیئے یا نہیں - نافذ بے میز کے پاس کھڑے ہوئے تھے - مجھے دیکھکر آگے بڑھے اور میرے دونوں ہاتھ اپنے

ہاتھ میں لیکر مجھے روشنی کے قریب لیگئے اور بڑے غور سے دیکھنے لگے۔

نافذبے۔ (فرطِ شوق سے مجھے سینہ سے لپٹا کر) میری پیاری لاچار جان۔ یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ بدن میں خون کا نام نہیں معلوم ہوتا کپڑے کی طرح سفید ہو رہی ہو! ایک لحظہ میں اُنکے آغوش میں رہی اور پھر زور سے آپکو علیحدہ کر لیا۔

میں (گھگھیا کر) نافذبے تم کیوں آئے؟ اگر نہ آتے تو ہم دونوں کیلئے کیسا اچھا ہوتا؟

نافذبے۔ (بھویں چڑھا کر جو کہ ناراض ہونے کی علامت تھی) یہ کیوں؟ کیا تمہارا واقعی یہ خیال تھا کہ بغیر تم سے مفصل کیفیت سنے ہوئے میں تمہیں جانے دونگا؟

میں۔ (مایوس ہو کر) لیکن اس سے فائدہ؟ تمہارے والد نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اب اور زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے؟

نافذبے۔ (نظر تکبر سے)۔ بہت کچھ۔ تمنے میرا خط ادہم کو کیوں دکھا دیا اور میری ہمت اور جوانمردی پر کیوں کافی بھروسہ نہ کیا تاکہ جیسا کہ لکھا تھا میں تمہیں یہاں سے کہیں لیجاتا؟

میں۔ اس لئے کہ یہ ممکن نہ تھا۔ اور نیز اس وجہ سے کہ جس خاندان کے لوگ مجھے اپنے ساتھ شریک کرنا نہیں چاہتے اُس خاندان میں میں جبراً داخل ہونا نہیں چاہتی۔

نافذبے۔ (مسکرا کر)۔ بس اسی قدر؟ کیا صرف یہی وجہ تھی؟ میری جان! بحیثیت میری بی بی ہونیکے میرے گھر کے لوگ تمکو ضرور مانیں گے۔ لو پیاری ادھر آؤ اور میرے اور اپنے درمیان اس قسم کے بیجا اور فضول خیالات کو راہ نہ دو شادی کے بعد ہم تم قسطنطنیہ سے چلے جائیں گے اور اُسوقت تمکو میری والدہ کی سنگدلی اور بے رحمی کا مطلق خوف نہ رہیگا (مجھے خاموش دیکھکر بڑے اشتیاق سے) ہاجرہ! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں تم پر مرتا ہوں؟ میری پیاری جان! یقین مانو کہ جو اسوقت عرض معروض کر رہا ہوں محض اپنی ذات کے لئے تم اگر چاہو تو مجھے بچا سکتی ہو ورنہ میری جو حالت ہوگی اُس سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ اگر تم انکار کر دو تو

میں یہ نہیں کہتا کہ مر ہی جاؤں گا اس لئے کہ عشق کا بیمار مرتا نہیں - اور ممکن ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد اس قابل ہو جاؤں کہ اپنے والدین کی مرضی کے مطابق شادی بھی کر لوں لیکن اس سب کا نتیجہ کیا ہوگا بجز اس کے کہ ایک ناواقف عورت سے شادی ہوگی جسکی طبیعت اور مذاق اور میرے مزاج سے زمین آسمان کا فرق ہوگا - وہ مجھے محض بطور اپنے آقا کے سمجھے گی اور میں اُسے صرف یہ سمجھوں گا کہ میرے بچوں کی ماں ہے -

میں - (دبی زبان سے) لیکن بہت سی ایسی لڑکیاں ہونگی جو آپکے اعلیٰ ترین خیالی نمونہ سے جو کہ اپنے دل میں آپ نے قرار دیا ہے کہیں زیادہ اچھی ہونگی ؟

نافذ - بیشک سچ کہتی ہو اس سے مجھے انکار نہیں - لیکن یہ کیسے یقین ہو کہ اُنمیں سے ایک مجھے ضرور ملجائیگی ؟ یہاں تو یہ ہوگا کہ میری والدہ لڑکی دیکھنے جائینگی - وہ بیچاری ہاتھ پاؤں سمیٹے آنکھیں نیچی کئے بیٹھی ہوگی تمہیں بتاؤ انکو اُس لڑکی کا چال چلن اور اُسکے خصائل اور عادات کیا معلوم ہو سکتے ہیں ؟ اور صرف ایک مرتبہ جانے میں وہ کیونکر تمیز کر سکیں گی کہ جو شرم و حیا لڑکیوں سے ایسی حالت میں مجبوراً ظاہر ہوتی ہے وہ سچی اور اصلی ہے یا جھوٹی اور بناوٹی (میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ جلدی سے کہنے لگے) اور مانا کہ خوش قسمتی سے میری طبیعت کے موافق کوئی نیک طینت اور پاکدامن عورت ملی بھی تو اور بھی زیادہ خرابی ہوگی اس لئے کہ جس الفت اور التفات کی میری جانب سے وہ مستحق ہوگی - مجھے اُس کا اظہار کس طرح ممکن ہے جبکہ ہمیشہ کے لئے دل میں کسی اور کو دیچکا ہوں -

ہاجرہ ! جیسی محبت مجھے تم سے ہے وہ صرف ایک ہی کیساتھ ہو سکتی ہے کسی دوسرے کے ساتھ ہونا ممکن نہیں ہے -

میں ہچکچاتی ہوئی ذرا آگے بڑھی اور اُنکے بازو پر اپنا ہاتھ رکھدیا -

میں - (دھیمی آواز سے) - میں بھی تم پر جان دیتی ہوں - لیکن پھر بھی اپنی طبیعت پر اسقدر

اختیار حاصل ہے کہ بحالت مجبوری میں تم سے کنارہ کشی کروں - (بہ حقارت کے ساتھہ اس سے کہ اُنکے لبوں پر کسی قدر تبسم تھا جس سے پایا جاتا تھا کہ انکو میری بات کا یقین نہیں ہوتا تھا) کیا تم سمجھتے ہو کہ میں دوبارہ کسی اور کو چاہونگی؟ اگر ایسا ہی کرنا ہوتا تو داود کے ساتھہ شادی کرنے سے کیوں انکار کرتی؟

نافذبے (اشتیاق سے) - تو کیا تم نے اُس سے انکار کر دیا؟ میرا تو خیال تھا کہ تم یہاں اُسکے ساتھہ شادی کرنے کے لیے بھیجدی گئی ہو - پیاری ناجرہ! اگر تمکو واقعی مجہ سے سچی محبت ہے تو یہ کیوں چاہتی ہو کہ میری اور تمہاری قسمت اور آیندہ کی خوشی دربح نکاح اور ولا اور تصفیہ میرے والدین کی اجازت اور انکار پر منحصر رہے؟

میں - وہ ہمیشہ میرے مہربان حال رہے ہیں - جسوقت میرا کوئی مددگار اور غمخوار نہ تھا اور میں بالکل بے خانماں تھی اُنہوں نے مجھے اپنے مکان میں جگہہ دی اور میری پرورش کی - چالیس برس سے میرے خاندان پر انکے بے انتہا احسان ہیں -

نافذبے - (قطع کلام کرکے اور سوکھے منہہ سے) اور ان سب عنایتوں کا خاتمہ اسی طور پر ہونا چاہیئے تھا کہ تم میری ماں کے ہاتھہ سے بال بال مرتے مرتے بچ گئیں اور تین بجے رات کو چوروں کی طرح میرے باپ کے ہاتھوں گھر سے نکالی گئیں! واقعی تمہیں اُن کا ممنون احسان رہنا چاہیئے میں اچھی طرح سمجھہ گیا!

میں (آہستہ سے) - پاشا صاحب کو میری بہتری اور بہبودی مدنظر تھی اور تمہاری والدہ سے مجھے بچانا چاہتے تھے -

نافذبے (بے صبر ہوکر) لیکن برائے خدا یہ تو بتاؤ اُنکی مروّت کیا ہوگئی اور اُنہوں نے مردوں کی طرح اماں جان کو انھیں ستانے سے باز کیوں نہ کیا؟ کیا اس جگہہ بھی اماں جان کے تمہارے پیچھے آنے کا خوف تھا جو کشتی بان کو منع کر دیا کہ اس مقام کا نام کسی کو نہ بتائے

جسکی وجہ سے میں نے انسے رشوت دیکر تمہارے یہاں آنیکا پتہ لگایا ؟ (یہ دیکھکر کہ میں کچھہ کہنا ہی چاہتی تھی) بس رہنے دو - میں ادہم بے کی آواز بازگشت سننے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں - خدا جانتا ہے اُنکی نصیحت اس قسم کی ہوتی ہے کہ بیس برس تک انسان اخلاقی خیالات سے متنفر اور بیزار ہو جائے - با جرہ اب آخری مرتبہ تم سے کہے دیتا ہوں کہ تم انکار کروگی تو میں ہرگز نہیں ماننے کا - تم ابھی مجھہ سے کہہ چکی ہو کہ تم کو مجھہ سے محبت و اُلفت ہے اور جبتک مجھکو اس امر کا یقین ہے ہم دونوں کو کوئی جدا نہیں کر سکتا!

میں (جلدی سے) - کیا تم مجھہ سے میری خلاف مرضی زبردستی شادی کر سکتے ہو ؟ جب تک تمہارے والد اجازت نہ دیں گے میں تمہاری بی بی نہیں ہونے کی - بس قصہ تمام ہوا - زیادہ گفتگو سے کیا فائدہ ؟

نافذ بے - (حقارت سے) کیا تمہیں اُمید ہے کہ تم اُنہیں اجازت دینے پر مجبور کر سکوگی ؟ پہلے تعویذ سے جس طرح تمہیں کامیابی ہوئی کیا اُسی طرح اُن کے دروازہ کے سامنے بھی کوئی کاغذ دفن کر دیا ہے ؟ میں اِن باتوں کا قایل نہیں لیکن ظاہر اُنکو اِن پر عقیدہ ہے اور مجھے تعجب ہے کہ اگر تمہارا ارادہ نہ تھا کہ مجھہ سے شادی کرو تو کیوں اتنی تکلیف گوارا کر کے اُس عاملہ کے مکان پر گئی تھیں ؟

میں شرم سے پانی پانی ہو گئی لیکن کوشش کر کے نظر اوپر کی اور اُنکی طرف کشادہ دلی سے دیکھنے لگی -

میں (آہستہ سے) - وہ تعویذ لوہاورنے دروازہ کے سامنے دفن کیا تھا - لوہاور ہی شاکر آغا کو ساتھہ لیگئی تھی اور اُن دونوں نے مجھہ پر جھوٹا الزام لگایا تھا - میں وہاں گئی ضرور تھی لیکن نہ تو میں نے تعویذ لیا اور نہ اُسکے لینے کی مجھے خواہش تھی -

نافذ بے - (افسوس کے ساتھ) خدا کی قسم سچ کہتی ہو! میں بڑا ہی احمق تھا جو میں نے خیال کیا کہ تم مجھے اتنا چاہتی ہو کہ میری وجہ سے ایسے فعل کی مرتکب ہوئیں جسے کہ تم گناہ عظیم سمجھتی ہو۔ تمہیں مجھ سے ایسی گہری محبت والفت تھوڑی ہے کہ جس کے سبب سے تم اپنے دل کے آرام اور چین کو خطرہ میں ڈالو۔

میں (غصہ سے میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے) - نافذ بے تم بڑے بے انصاف ہو اور خود بھی تم اسے خوب جانتے ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے لئے تم اپنے آپ کو یمن میں دفن کرو۔ کیا اس سے میرے عشق کی کمزوری ثابت ہوتی ہے؟

نافذ بے (جلدی سے) - یہ تم سے کس نے کہا کہ میں یمن بھیجدیا جاؤنگا؟ (مجھے خاموش دیکھکر) ادہم نے کہا ہوگا۔ میری پیاری ہاجرہ! انکی باتوں کا اپنے دل پر اثر ہونے دو۔ یا تو وہ پاگل ہیں یا اس سے بھی بدتر ہیں۔ کیا تم نہیں سمجھتیں کہ ہم دونوں کے جدا کرنے کی کوشش جو وہ کر رہے ہیں وہ صرف اس وجہ سے کہ چونکہ خود تم سے شادی نہیں کر سکتے اس لئے نہیں چاہتے کہ میں بھی تم سے شادی کروں؟

میں (جلدی سے قطع کلام کر کے) ہش - اپنے بھائی کی نسبت ایسی بدگمانیاں نکرو۔ ادہم بے نہایت شریف اور سچے شخص ہیں اور ضرورت کے وقت وہی ایک میرے دوست ہیں۔

نافذ بے - (حقارت سے) - درست ہے! خیر خدا تم دونوں کی دوستی برقرار رکھے!

یہ کہکر وہ دروازہ کی طرف چلے لیکن پھر ٹھہر گئے اور میری طرف حسرت سے دیکھنے لگے۔

نافذ بے (یکایک میری طرف بڑھکر اور مجھے دوبارہ سینے سے لگاکر) - ہاجرہ! میں کس طرح تمہیں سمجھاؤں کہ تمہارے ہاتھوں میرا یہ حشر ہونا چاہیے۔ میں تمہارا عاشق صادق ہوں اور تم مجھ سے اس طرح سلوک کرتی ہو گویا میری محبت تمہارے لئے باعث ننگ وناموس ہے۔ میری پیاری! کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری آئندہ خوشی اور آرام سب تمہارے اس چھوٹے سے

ہاتھ میں ہے؟ (یہ دیکھکر کہ میں کچھ کہا چاہتی تھی) ہاں میں جانتا ہوں کہ میرے والد نے مجھے
یمن بھیجنے کی دہمکی دی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ وہاں زندگی بڑے خوف اور دشواری کے
ساتھ بسر ہوتی ہے لیکن کیا تم اس شخص کو جسپر تمہارا دل آیا ہوا ہے ایسا کم ظرف سمجھتی ہو کہ وہ ڈرکر
وہاں جانے سے بچا جائیگا؟

میں - (جلدی سے) نہیں - اگر تمہیں اپنے نام اور عزت کا خیال ہے تو ایسا نکروگے لیکن
یاد رکھو کہ جلا وطنی کی حالت میں تمہیں کسی قسم کا اعزاز حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر یمن میں کہیں
بلوہ ہوا تو تمام محنت و مشقت کے صلہ میں تمہاری جان بچانے کے لئے کوئی انگلی بھی نہ اٹھائیگا
حتی کہ جو عزت و تعظیم تمہاری ہونی چاہیئے وہ بھی نہ کیجائیگی چونکہ جیسے ہی لوگوں کو یہ معلوم ہوگا
کہ نصر اللہ پاشا تم سے ناراض ہیں تمہارے افسروں کی آنکھوں میں اس سے زیادہ تمہاری وقعت نہ
رہے گی جتنی کہ ایک معمولی اناطولیہ کے باشندے کی ہوگی جو کہ سپاہی سے ترقی پاکر افسر کے
عہدہ پر پہونچگیا ہو -

ناقذ بے - یہ سب سہی - لیکن مجھے اسکی پروا نہیں - مجھے اپنے کام سے محبت ہے
اور اُسے یہاں یا یمن میں کرنا دونوں یکساں ہیں اگر تم مجھے ہمت دلانے اور میرے دل کے
آرام اور چین کے قایم رکھنے کے لئے میرے ہمراہ رہو - ناجرہ! میری دل و جان! میں دوزخ
میں بھی جانے کے لئے مستعد ہوں بشرطیکہ تم بھی میرے ساتھ ہو -

میں (دبی زبان سے) - اسوقت تو تم ضرور ایسا کہہ رہے ہو لیکن چند برس بعد بھی کیا تمہاری
ہمت ایسی ہی رہے گی؟ یاد رکھو کہ ایک دن یا ایک مہینہ کے لئے یمن نہیں بھیجے جاؤگے
بلکہ دس برس یا شاید بیس برس کے لئے -

ناقذ بے - اگر تمام عمر کے لئے بھی ہو تب بھی میں کیا پروا کرتا ہوں - ناجرہ! ذرا سوچو تو -
میں ایک شریف شخص ہوں - تیس برس بھی اگر وہاں رہتا ہو تو بھی جان جائے تو جائے

لیکن تمہارے شکوک و شبہات دل سے زبان پر ہرگز نہ لاؤں۔

میں - (پرجوش ہو کر) - اسے تو اپنی انتہا درجہ کی محبت کو کم ہوگی۔ تمہاری شکایت و ملامت کرنے سے مجھے رنج ہوتا ممکن ہے اس سے زیادہ تو مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوگا کہ تم چپ چاپ رنج سہتے ۔ گھلے جاتے ۔ تھے۔

انہوں نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور مجھے نظر غور سے دیکھنے لگے

نافذ بے - (انتہا اشتیاق سے) - ناجرہ کیا تم مجھے واقعی دل سے چاہتی ہو؟

میں - (سرگرمی سے) - تمہیں چاہتی ہوں!

میں آنسو بھرا منہ اٹھا کے انکی طرف دیکھ رہی تھی - یکایک فرط شوق سے بیتاب ہو کر دل بے قابو ہو گیا اور جی چاہنے لگا کہ میں اپنے لب انکے لب سے ایکبار اور خوب زور سے ملا دوں کچھ ایسی [illegible] ہو گئی کہ یہ بھی خیال نہ رہا کہ کیا کر رہی ہوں - اپنے ہاتھ انکے ہاتھ سے چھٹا کر اور ان کے چہرے پر رکھکر انکا سر اپنی طرف جھکا لیا اور انکے لبوں کا بوسہ لیا-

میں - سمجھو! بس اب تو میری الفت و چاہ کا تمکو یقین ہوا؟

یہ کہکر میں نے انہیں چھوڑ دیا اور جلدی سے ایک کرسی پر بیٹھکر اپنے شرم سے گلگوں چہرے کو ہاتھوں سے چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

نافذ بے (میرے قریب آکر) اگر تم جانتی ہو کہ عشق کیا ہے تو پھر کیوں اس خیال کو اپنے دل میں جگہ دیتی ہو کہ تم سے شادی کر کے میں پچھتاؤں گا؟

میں نے جواب نہ دیا اس لئے کہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے شرم میں ڈوبی ہوئی تھی اور پاس عصمت و حیا میری سرزنش کر رہا تھا

نافذ بے نے میری خاموشی کو "نیم رضا" پر محمول کیا اور جھک کر میرے لبوں کا بوسہ لیا

نافذ بے - (چمکار کر) میری چھوٹی سی ناجرہ! تمہارا اتنی دیر تک انکار کرنا تمہاری حقول

ہیں طبیعت کی تشفی کے لئے کافی ہے۔ بس اب یہ باتیں جانے دو اور کہدو کہ میرا کہنا مانوگی اور نیز یہ کہ کل ہماری تمہاری شادی ہوجائیگی۔

میں۔ (مجبوراً کھڑی ہوکر) نہیں نہیں۔ نافذبے اس تکلیف دہ قصہ کو اور زیادہ طول دینے سے کیا فائدہ؟

وہ اس کا جواب نہیں دینے پائے تھے کہ مکان کے دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ نافذبے نے کھڑکی کے قریب جاکر گردن بڑہاکر دیکھا۔

نافذبے۔ (کسی قدر افسردہ ہوکر) ادہم ہیں۔ ان سے کہدینا کہ ان کی اور انکے خاندان کی تم بہت جلد عزت افزائی کرنے والی ہو۔

میں نے انکی اس گفتگو پر مطلق غور نہ کیا اس لئے کہ اسوقت میں خوف سے کانپ رہی تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ ادہم اپنے بھائی کو وہاں دیکھکر کیا کہینگے۔

میں۔ (عاجزی سے) کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ انکے آنے سے پہلے تم چلے جاؤ؟

گو دل میں ایک دوسرے سے ناراض تھے تاہم ظاہرا دونوں بھائی ابھی تک نہیں لڑے تھے۔ لیکن میں ڈرنے لگی کہ آج نافذبے کی موجودگی ضرور سخت فتنہ اور فساد کا باعث ہوگی کیونکہ ان کا مزاج اسوقت ایسا نہ تھا کہ ادہم بے کے ساتھ ملنساری سے پیش آتے۔

نافذبے (حقارت سے) تمہیں خوف کس بات کا ہے؟ میں ہرگز یہ نہیں کہونگا کہ میرے ایسے بیموقع آنے میں تمہاری ہی کچھ سازش تھی۔

میں جلدی سے جواب دینا چاہتی تھی کہ دروازہ کھلا اور ادہم بے اندر آگئے۔ وہ ناخوش اور کشیدہ معلوم ہوتے تھے لیکن اپنے بھائی کے وہاں ہونے پر اظہار تعجب نہ کیا۔

ادہم بے (میری طرف بڑھکر) میں نے علی آغا سے تمہاری نسبت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تم یہاں نافذ کے ساتھ ہو۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ میرا آنا تمہیں ناگوار نہ ہوگا اس لیے چلا آیا۔

میں نے آہستہ سے کچھ کہا لیکن اسقدر دہمی آواز سے کہ خود میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیا۔ ادہم بے میرے قریب آئے تو میں یہ دیکھکر گھبرا گئی کہ اُن کا چہرہ زرد تھا اور اُس سے صاف غصہ ظاہر ہوتا تھا۔

ادہم بے۔ (تمہیں نافذ کی ملاقات سے سخت صدمہ پہونچا ہوگا لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں اس کا ایسا علاج کرسکتا ہوں کہ آیندہ اس طرح بیجا طور پر کوئی تم کو نہ ستائے گا!

نافذ بے۔ جتنا کہ آپ سے ہوسکتا ہے اُس سے بڑھکر وعدہ نہ کیجئے۔ میں حیران ہوں کہ کون سے ایسے ذریعے آپکے پاس موجود ہیں جن سے آپ مجھے یہاں آنیسے باز رکھ سکتے ہیں؟

ادہم بے (غرور سے) میں ایسی جگہہ ہاجرہ کو لے جاسکتا ہوں جہانکہ آیندہ تم اُسے دق نہ کرسکو گے۔ گذشتہ تین مہینے میں میں تمہاری سرشت سے ایسی اچھی طرح واقف ہوگیا ہوں کہ مجھے اُمید نہیں کہ اگر میں تمہیں کسی قسم کی غیرت دلاؤں یا کہوں کہ حق شناسی کو راہ دو تو تم پر اُسکا کچھ بھی اثر ہو

نافذ بے (طنزاً) لیکن غیرت اور حق شناسی ہی میں نے کی کس طرح کی؟ مجھے اس سے انکار نہیں کہ آپ اس قسم کے مسائل سے زیادہ واقف ہیں اور میں ابھی یہ کہنے کو تیار ہوں کہ مجھہ میں بالکل غیرت و حمیت نہیں اگر آپ بتادیں کہ میں نے کون سا ایسا کام کیا ہے جسکی وجہ سے آپ کی یہ رائے ہوئی۔

ادہم بے۔ کیا تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت ہے؟ کیا تمہیں واقعی خود نہیں دکھائی دیتا کہ اس لڑکی پر جو جو مصیبت آئی ہے وہ محض تمہاری خودغرضی کی وجہ سے اور تمہیں اُسکے ایک ایسی جگہہ سے جانے کی باعث ہو جہاں کہ وہ اسقدر عزت اور خوشی کے ساتھہ اتنے دن رہی؟

نافذ بے۔ میری خودغرضی تو ایسی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اُسے ایسی ایک دوسری جگہہ دوں جہاں کہ وہ پیشتر سے بھی زیادہ خوشی کے ساتھہ زندگی بسر کرے اور ویسی ہی اُسکی عزت بھی ہو۔ کیا آپ کی بے غرضی اتنا کرسکتی ہے؟

اوہم سب نے تیزی کے ساتھ مڑکر بہائی کی طرف غور سے دیکھا اور اپنے غصہ کو کوشش کے ساتھ ضبط کرکے یوں جواب دیا:-

"میرے والد نے ناجرہ کی حفاظت میرے سپرد کی ہے اور یہ ایک ایسا فرض ہے کہ میں اُسے اخیر تک ادا کروں گا۔ میرے نزدیک ہمیں اُسکے ساتھ اتنا تو ضرور کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ محض تمہاری ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے والدہ نے اُس سے اپنا دست پناہ کھینچ لیا ہے۔ میں اس امر کا لحاظ رکھونگا کہ جہاں کہیں وہ جائے وہاں جہاں تک ممکن ہو آرام سے رہے (پھر میری طرف پھر کر اور ملائمت سے) ناجرہ تمہارا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور تم تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ تم میں اس قسم کے قیقیے سننے کی طاقت نہیں ہے۔ (نافذ سے مخاطب ہوکر غصہ سے) کیا تم نہیں سمجھتے کہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو بہتر ہوگا؟ پناہ بہ خدا! کیا تمہارے دماغ میں اسقدر خود غرضی سمائی ہوئی ہے کہ تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ وہ تمہاری حرکات سے مری جاتی ہے؟ تمنے ابھی مجھہ سے پوچھا تھا کہ میں نے یہ کیوں کہا کہ تم میں غیرت اور حق شناسی نہیں ہے۔ تمہیں بتلاؤ کیا یہی تقاضائے غیرت اور حق شناسی ہے کہ تم زبردستی اگر اُسکے سامنے ڈٹے رہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ جو زور اُس کے دماغ پر پڑتا ہے اُسکی وجہ سے اُسکی صحت خراب ہوئی جاتی ہے؟"

نافذ (اُسیقدر تیزی کے ساتھہ) اور اگر وہ بیمار ہوگئیں تو کیا اُسکے بانی آپ نہ ہونگے؟ انہیں مجھہ سے چاہ والفت ہے لیکن چونکہ آپکے مشورہ اور صلاح سے وہ اس ولولۂ عشق کو دبانا چاہتی ہیں اس لئے اگر اُنکی صحت خراب ہوگی تو محض اس کوشش کی وجہ سے آپ نے اُنہیں سمجھایا ہے کہ وہ اپنی محبت کا گلا گھونٹ دیں اور میرے والد کے ایک بیجا خیال کے پورا کرنے کے لئے اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کا خون کردیں۔ اور پھر آپ کو تعجب ہوتا ہے کہ اُنکی طاقت ایسی حالت میں جواب دیا چاہتی ہے! آپ مجھے خود غرض کہتے ہیں کیا آپ قسم کھاکر کہہ سکتے ہیں کہ کسی قسم کی خود غرضی کا خیال آپکے دل میں نہیں گزرا تھا جبکہ آپنے

پہلی بار انہیں یہ صلاح دی کہ نہایت بیجا اور نامناسب ہوگا اگر وہ میرے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہو جائیں؟

میں نے خوف زدہ ہو کر اوپر نگاہ کی۔ آدہم بے اسقدر زرد ہو گئے تھے کہ بدن میں خون نہیں معلوم ہوتا تھا اور چونکہ میرے مقابل کھڑے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ وہ کسی جوشِ پنہاں سے زور آزمائی کر رہے تھے۔ انکی نگاہ زمین پر تھی اس لئے صرف سیاہ لمبے لمبے پلک دکھائی دیتے تھے لیکن ایک لحظہ بعد انہوں نے اوپر دیکھا۔ انکی آنکھوں سے کچھ ایسا مجرمانہ اقرار ٹپکتا تھا کہ میرا دل بالکل بے حس معلوم ہونے لگا اور مجھے شک ہونے لگا کہ میرے حواس بجا ہیں یا نہیں۔ ایک لحظہ وہ ہچکچائے لیکن کوشش کر کے اپنی طبیعت سنبھالی اور کہا:۔

"تمہارا انشا کیا ہے؟ میں تمہارے الفاظ کی تشریح سننا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ تیسری دفعہ ہے جو تم نے اشارہ کیا ہے کہ جو کچھ میں نے اس معاملہ میں کیا وہ کسی خاص مطلب سے صاف صاف کہو تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم مجھ پر کیا الزام لگاتے ہو"۔

نافذ بے ہچکچائے اور میں نے آسانی سے سمجھ لیا کہ انکی نیک نہادی مانع ہو رہی تھی کہ بھائی کے خلاف کچھ کہا جائے۔ لیکن ایک لحظہ بعد وہ جواب دینے کے لئے تیار ہو گئے اور نہایت واضح اور مستحکم الفاظ میں یہ سوال کیا:۔

"میں صرف ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر لوہا در ہاجرہ کی جگہ ہوتی تو کیا اس حالت میں بھی ادہم بے نے مصیبت کے وقت اسکا اس طرح ساتھ دیا ہوتا اور کیا تب بھی میری خود غرضی اور ناعاقبت اندیشی نے میرے بڑے بھائی کے دل میں اسی قدر شعلہ غضب بھڑکایا ہوتا؟"

اس کے بعد کمرے میں بالکل خاموشی ہو گئی۔ میں نے اپنی چاروں طرف نظر کی۔ نافذ بے میز کے ایک کنارے کی طرف کھڑے ہوئے تھے اور ادہم بے دوسری طرف اور دونوں کے چہروں پر روشنی برابر پڑتی تھی۔ چھوٹے بھائی کے لبوں پر کسیقدر تبسم تھا اور وہ سیدھے بڑے بھائی کی طرف

دیکھ رہے تھے ادہم بے کو ظاہر اس کا خیال نہ تھا کیونکہ وہ نافذ بے کے شانے کے اوپر سے سامنے کی دیوار کو دیکھ رہے تھے اُنکے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ اُنکو سخت تکلیف ہو رہی تھی حتیٰ کہ اُسوقت وہ بیہوش ہوئے ہوئے معلوم ہوتے تھے کہ اُنکے پاس اور بھی کوئی تھا یا نہیں اُنہوں نے نہ تو اپنے بھائی کے سوال کا جواب دیا اور نہ اُس الزام سے جو کہ اُن پر عائد ہوتا تھا انکار کیا۔ نافذ بے کے دل میں خاہر ارحم نے ہجوم کیا اس لئے اُنہوں نے اپنا سوال دوہرایا نہیں اور میری طرف مخاطب ہوئے۔

نافذ بے۔ ہاجرہ! میں اب جاتا ہوں۔ میری جان میری بات یاد رکھنا کل آکر میں اسکا قطعی جواب لونگا۔ یہ کہکر وہ دروازہ کی طرف چلے لیکن وہاں پہونچنے نہیں پائے تھے کہ ادہم بے نے واپس بلا لیا۔ اِس عرصہ میں اُنہوں نے اپنی طبیعت کو ضبط کر لیا تھا اور مزاج ٹھیک اور سنبھلا ہوا معلوم ہوتا تھا

ادہم بے۔ تمنے مجھ پر جو الزام لگایا ہی اُسکے جواب میں جو کچھ مجھے کہنا ہے اُسے تمکو ضرور سننا پڑیگا۔ اگر تمنے والد کی رائے کے خلاف تو یا خواہ کسی سے بھی شادی کا ارادہ کیا ہوتا تو مینے ضرور اُسے بھی یہی صلاح دی ہوتی کہ انکار کرے اور جو میرے نزدیک بہتر ہوتا وہی کرتا جبتک والد اجازت نہیں تم ہاجرہ سے شادی نہیں کر سکتے اس لئے کہ ایسا کرنے سے خاندان میں جو ناچاقی پیدا ہوگی اُسکے رفع کرنے کی آیندہ کوئی اُمید نہیں ہو سکتی اور اسکا تو ذکر کیا کہ تمہاری آیندہ کی تمام اُمیدیں خاک میں مل جائینگی۔ اگر میرے نزدیک میری سفارش والد کی اجازت دلانے میں کارگر ہوتی یا مجھے اُمید ہوتی کہ وہ کبھی نہ کبھی مان جائینگے۔ تو میں نے ضرور ہاجرہ کو ہمت دلا کر اپنے ارادے پر قایم رکھا ہوتا۔ لیکن والد کے مزاج سے جیسا میں واقف ہوں اُسی طرح تم بھی ہو اور اس بات کا تو تم ضرور اقرار کروگے کہ گو اُنہیں غصہ مشکل سے آتا ہے تاہم اگر اُنکی مرضی کے خلاف کوئی کام کیا جائے تو وہ ہرگز اُسے معاف نہیں کرینگے۔ اگر تم اسوقت بھی ایمان سے کہدو کہ تمہیں اُمید ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی راضی ہو جائینگے تو میں ابھی تمکو مدد دینے کو مستعد ہوں اور کل تمہاری

شادی ہو سکتی ہے اپنے خیالات کی صفائی کے ثبوت میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟
نافذبے نے اپنے بھائی کی طرف کشادہ پیشانی سے دیکھا۔
نافذبے (ہاتھ بڑھا کر) آئی میں آپ سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں۔ میں نے بڑی غلطی کی جو اس طرح آپ سے گفتگو کی۔ اگر ناکامی اور یاس سے میرا دماغ پراگندہ نہوتا تو ہرگز مجھ سے ایسی خطا نہوئی ہوتی۔ پھر بھی یہ خیال میرے دل سے کسیطرح دور نہیں ہوتا کہ بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ اس معاملہ سے بالکل کنارہ کش ہو جاتے اور مجھے اور والد کو اسکے طے کرنیکے لیے تنہا چھوڑ دیا ہوتا ہم دونوں جسطرح مناسب ہوتا بلا مداخلت دیگرے اسکا تصفیہ کر لیتے۔ آپکی مداخلت سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا سوائے اسکے کہ ناحق آپکے متعلق اس قسم کے بیجا شبہے کیے جائیں جس طرح آپ جانتے ہیں اُسی طرح میں بھی سمجھتا ہوں کہ والد ہرگز میرا قصور معاف نکرینگے لیکن اُنہوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا ہے کہ جس کے عوض مجھ پر اس معاملہ میں اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری لازم آئے۔ لہذا آپ تو اُنکی طرفداری کریں نہ میری۔
ادہم بے نے جواب نہ دیا۔ وہ اس طرح کھڑے رہے گویا اُنہوں نے نافذبے کا ہاتھ بڑھانا دیکھا ہی نہیں ایک لمحہ انتظار کرنے کے بعد وہ بڑھا ہوا ہاتھ بلا بڑے بھائی کے ہاتھ کو چھوئے ہوئے اپنی جگہ پر واپس چلا آیا۔ نافذبے نے ایک لحظہ توقف کیا اور پھر یہ دیکھکر کہ کوئی جواب نہیں ملتا مڑے اور دروازہ کی طرف جانے لگے۔ دروازہ پر پہونچکر اُنہوں نے دوبارہ بھائی کی طرف دیکھا۔
نافذبے (رکھائی سے) اگر آپ اسیطرح میری مخالفت کرتے رہے تو متعجب نہو جیگا جو میں آپکو اپنا دشمن سمجھنے لگوں اور بعض وقت آپکی اُس طرح عزت کرنا بھول جاؤں جیسا کہ میرا فرض ہے۔ آپ جو مجھے میرے کام میں روک سکیں یہ ممکن نہیں اسلیے بہتر ہو کہ ہمیشہ کیلیے آپ اسکا اقرار کریں یہ کہکر وہ رخصت ہوئے اور میں نے اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا میں دل سے چاہتی تھی کہ

اُسوقت تنہا چھوڑدی جاتی لیکن ادہم بے کا ارادہ جانے کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کھڑکی کے پاس جاکر وہ سمندر کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اور غالباً یہ چاہتے تھے کہ جب تا فنز کے چلے جانے کا یقین ہوجائے تو مجھ سے ہمکلام ہوں۔ کچھ دیر بعد وہ پھرے اور میرے قریب آئے۔

ادہم بے (آواز کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے حالانکہ اُنکے جسم کی ہر ایک رگ اُسوقت تیز چلتی معلوم ہوتی تھی اور اُنکا چہرہ ازحد زرد ہو رہا تھا)۔ ہاجرہ! اِس سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے لیکن خوش قسمتی سے اب اور ایسا موقع پیش نہیں آئیگا۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ میری والدہ تمہیں صفیہ کے ہاں جانیکی اجازت دیتی ہیں اور چونکہ کل ایک جہاز اُس طرف جانیوالا ہے والدکی راے ہے کہ بہتر ہو جو تم کل روانہ ہوجاؤ۔ اُسوقت تک تیار ہوسکتی ہو؟

میں۔ آسانی سے۔ میں نے ابھی تک اپنے بکس نہیں کھولے ہیں۔ کل صبح نا؟

ادہم بے جی ہاں۔ میں ڈاکٹر کو بلاکر سمجھا دیتا ہوں کہ تم کس وقت اور کسطرح جاؤگی۔

میں آہستہ سے کھڑی ہوکر دروازہ کی طرف چلی اور چونکہ وہ دوبارہ نہ بولے بلا اور کچھ کہے سنے وہاں سے چلی گئی اور اپنے کمرے میں جاکر اور دروازہ میں قفل لگاکر چارپائی کے قریب جاکر گر پڑی۔

باب دہم

دوسرے روز جو میں سوکر اُٹھی تو میرا سر درد کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا اور اپنے آیندہ کے رنج و خوشی سے ایسی بیفکر تھی کہ اپنی نئی دوست صفیہ کے رخصتی سلام اور آنسوؤں کو میں نے نہایت لاپروائی سے سنا اور دیکھا۔ دوپہر سے پہلے نصراللہ پاشا کا غلام سلیم آغا مجھے

لینے کے لیے آیا اور کہا کہ میری حفاظت کے لئے صفیہ خانم کے مکان تک میرے ہمراہ جائیگا
ادہم بے بھی گھاٹ پر میرے منتظر تھے اور انہیں کا ہاتھ پکڑ کر میں سیڑھی پر چڑھی اور جہاز پر پہونچ گئی۔
ادہم بے۔ پیاری آؤ (یہ کہکر میری بانہہ اپنی بانہہ میں ڈال لی اور مجھے جہاز کے ایک کمرے میں لیجا کر ایک کوچ پر بٹھا دیا)۔ کل شام سے پہلے ہی تم ٹرینیبیہ پہونچ جاؤگی لیکن ایک دو روز وہاں قافلہ کا انتظار کرنا پڑیگا اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم وہاں سے تنہا جاؤ۔ دو روز ہوئے میں نے صفیہ کو خط لکھدیا ہے لیکن مجھے امید نہیں کہ انہیں تمہاری حفاظت کے لئے آدمی بھیجنے کا وقت مل سکے۔ بہرحال یہ وہ جانتی ہیں کہ تم جا رہی ہو اور میں نے اسقدر کیفیت بیان کردی ہے کہ تم بےموقع اور بیٹر ہے سوالات سے محفوظ رہوگی۔ (وہ کچھ ٹھہر گئے۔ لیکن میں شکریہ ادا کرنے نہ پائی تھی کہ پھر گفتگو شروع کی) والد نے تمہیں پیار کہا ہے وہ خود آئے ہوتے لیکن اسوجہ سے باز رہے کہ انکی آمد پوشیدہ نہ رہتی اور نافذ کو تمہارا پتہ معلوم ہوجاتا (مجھے ایک پاکٹ بک دیکر) انہوں نے یہ کتاب دی ہے۔ اسمیں سو پونڈ ہیں لیکن تمہارے روپیہ پیسہ سے نہیں۔ اس روپیہ کو جب تک کہ تمہیں ضرورت نہو وہ اپنے پاس رکھیں گے والدہ نے بھی تمہیں یہ تھیلی دی ہے اسمیں تمہاری نانی کا زیور ہے مجھے افسوس ہے کہ اسکے ساتھ انہوں نے کوئی پیغام نہیں بھیجا ہے۔

اتنا کہکر وہ خاموش ہوگئے اور میں نے کسیقدر تعجب سے انکی طرف دیکھا۔ عموماً وہ آہستہ آہستہ اور نہایت صاف آواز سے باتیں کیا کرتے تھے لیکن اسوقت انکی آواز بھاری تھی اور انہی گفتگو نہایت تیزی سے کی تھی۔ علاوہ اسکے وہ نہایت دُبلے معلوم ہوتے تھے اور انکی آنکھوں کے نیچے بڑے بڑے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے جس سے پایا جاتا تھا کہ وہ گذشتہ شب مطلق نہیں سوئے ہونگے۔

ادہم بے (یکایک)۔ اوہ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ خدا حافظ۔ اپنے آپ کو احتیاط سے رکھنا۔

میں نے مودبانہ اُنکے ہاتھہ کو بوسہ دیا گو دل ہی دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ جیسا چاہئے تھا وہ اتنی گرمجوشی کے ساتھہ مجھہ سے رخصت نہیں ہوئے اُسوقت یکایک مجھے نافذ بے یاد ہوئے اور ساتھہ ہی اپنی تنہائی بھی محسوس کرنے لگی۔ لیکن یہ ایک ایسا نازک مضمون تھا کہ اُسپر اُسوقت غور کرنے سے ادہم بے کے سامنے ہی میری ہمت نے جواب دیدیا ہوتا۔ اس لئے کوشش کر کے میں نے اپنے خیالات کو اُس طرف سے پھیرا اور موجودہ باتوں کی طرف متوجہ ہوئی ادہم بے نے خاموشی سے مجھے اپنے ہاتھہ کا بوسہ لینے دیا اُنکا ہاتھہ برف کی طرح سرد تھا اور وہ فوراً دروازہ کی طرف بڑھے۔ پھر یکایک ٹھر کر میرے دونوں ہاتھہ اپنے ہاتھہ میں لیلئے اور مشوش ہو کر اور عذرخواہی کی نظر سے میری طرف دیکھنے لگے۔ ایک ایسی مضبوط طبیعت کے شخص کو اس حالت میں دیکھکر میرے دل پر عجیب اثر ہوا۔

ادہم بے (آہستہ سے) ہاجرہ۔ کیوں تمہیں یقین ہے یا نہیں کہ جو کچھہ میں نے کیا ہے وہ تمہاری بہتری کے لئے اور اگر ممکن ہو سکتا تو سب سے پہلے خود میں نے ہی تمہاری شادی نافذ سے کر دی ہوتی؟ تمہیں اعتبار ہے یا نہیں کہ جو کچھہ میں نے کیا ہے اُسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا؟

میں (ملائمت سے) مجھے یقین ہے کہ جو کچھہ آپ نے کیا ہے وہ میری بہتری کے لئے ادہم بے آپ ہمیشہ مجھہ سے نہایت مہربانی کے ساتھہ پیش آئے ہیں اور میں احسان فراموش نہیں ہوں آپنے مصیبت کے وقت بڑی غمخواری اور دلسوزی سے میرا ساتھہ دیا ہے اور میں ہمیشہ آپ کو اپنا غمخوار اور دوست سمجھوں گی۔

جسوقت میں یہ کہہ رہی تھی اُنکے چہرہ سے تشویش کے آثار کسیقدر کم ہوتے جاتے تھے۔ جب میں باتیں ختم کر چکی تو اُنہوں نے جھک کر میری پیشانی کا بوسہ لیا۔

ادہم بے۔ پیاری ہاجرہ! تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تمہاری اس گفتگو سے مجھے

بڑی خوشی ہوئی۔

صرف اتنا کہکر وہ مڑے اور جلدی سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

باب یازدہم

الغرض مجھے اسوقت تنہائی نصیب ہوئی ایک گھنٹہ پہلے اسقدر دوڑ دھوپ اور شور وغل تھا کہ اتنے دور دراز اور تھکانے والے سمندر کے سفر کے بعد جو کچھ رہی سہی طاقت اور استقلال تھا وہ سب قریب قریب زائل ہو گیا صفیہ خانم کے شہر میں ہم پہونچ گئے تھے اور میں اسوقت وہاں کی سرائے میں ایک کوچ پر لیٹی ہوئی تھی لیکن ابھی تک مجھے وہ ہچکولے اور جھٹکے لگتے معلوم ہوتے تھے جو کہ خچر کی پشت پر ادھر پندرہ روز سے کھاتی آئی تھی۔ راہ میں بہت سی رکاوٹوں اور چھوٹی چھوٹی مصیبتوں کے بعد صرف آج مقام مقصود کی صورت دکھائی دی تھی۔ عزت پاشا صفیہ خانم کے شوہر یہاں کے گورنر تھے اور سلیم آغا اُنکے پاس ہمارے راہداری کے خطوط لیکر گئے تھے میں لیٹی ہوئی اُنکا انتظار کر رہی تھی اور اسقدر خستہ تھی کہ اتنا بھی نہیں سوچا جاتا تھا کہ اپنے نئے مہربانوں کے سامنے اُس پھٹی ہوئی اور میلی پوشاک میں جو کہ اُسوقت پہنے ہوئی تھی کیسے جاؤں گی۔

خچر کی سواری کی نسبت صرف اسقدر یاد ہے کہ اُسکی تکلیف سے بچنے کے لئے اس مجنونانہ خواہش کو میں بمشکل تمام روک سکی کہ اُتر کر سڑک پر لیٹ رہوں اور چپ چاپ وہاں پڑی رہوں تاوقتیکہ فرشتۂ اجل مجھے تمام دماغی اور جسمانی تکلیفوں سے نجات دیدے۔

حقیقت میں میں بہت بیمار تھی اور میں اُسے جانتی بھی تھی اور میری زندگی کا پورا دارومدار اسپر تہا کہ کسی طرح پورے طور پر طاقت برداشت زائل ہونے کے پہلے عزت پاشا کے سایہ عاطفت میں پہونچ جاؤں - اِس حالت میں سرائے میں پڑے پڑے یہی اپنے دل سے پوچھ رہی تھی کہ کیا واقعی میری موت قریب تھی اور نیز یہ کہ اگر سب باتوں پر غور کیا جائے تو کیا اُسوقت میرے لیے مرنا ہی سب مصیبتوں سے بچنے کا بہتر ذریعہ تہا؟ اسکا جواب ابھی سوچنے نہ پائی تھی کہ دروازہ کُھلا اور سلیم آغا اندر آگئے میں نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو وہ عجیب بشاشت کے ساتھ اُس خالی کمرے کو دیکھ رہے تھے حالانکہ اُسکی ایسی حالت نہ تھی کہ اُس پر خوشی کے ساتھ کوئی نظر کرتا - اُسکی دیواریں جابجا پھٹی ہوئی تہیں اور بدرنگ ہوگئی تہیں اور وہ میلا بھی خوب تہا -

سلیم آغا - (خوشی سے) میں پاشا صاحب سے مل آیا - بڑی مہربانی سے میرے ساتھ پیش آئے (سونے کی گھڑی جیبن دکھا کر) اور تمہیں بحفاظت لانے کے صلہ میں مجھے یہ عنایت فرمائی ہے - اُنکی گاڑی تمہیں لیجانے کے لئے دروازہ پر موجود ہے ایک بیل گاڑی اسباب لیجانے کے لئے بعد کو آئے گی - بس اب چلو -

میں کھڑی ہوگئی اور زینہ سے اُتر کر نیچے گئی گاڑی باہر کھڑی ہوئی تھی جسے چھوٹے چھوٹے میلے کچیلے بچے تعجب کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے لیکن اُسکے عمدہ گھوڑے وہاں ٹھہرنے سے ناراض معلوم ہوتے تھے اور بے صبری سے زمین پر پاؤں مار رہے تھے -

میں چپ چاپ گاڑی میں سوار ہوگئی سلیم آغا کوچ کر کوچ بکس پر بیٹھ گئے اور بات کی بات میں وہ غلیظ گلی پیچھے چھوٹ گئی اور ہم شاہراہ پر پہونچکر نہایت تیزی سے گورنر کے محل کی طرف جانے لگے - میں آنکھیں بند کئے گاڑی میں لیٹی ہوئی تھی - اُسکے رُکتے ہی مجھے اُسکی تیز رفتاری پر سخت تعجب ہوا -

چاروں طرف جلدی سے نظر کی تو دیکھا کہ ہم ایک نہایت وسیع صحن میں کھڑے ہیں اور

سامنے ایک چھوٹا سا کھلا ہوا دروازہ ہے جسکے بعد ایک لانبی گذرگاہ حبشیوں سے بھری ہوئی ہے انمیں سے ایک حبشی آگے بڑھا اور مجھے گاڑی سے اتروایا۔ اُترکر میں نے چند ازنا دوت جوان (یہ ایک شجیع اور بہادر قوم ہے جو کہ غالباً روم ایلی میں رہتی ہے) دیکھے جو کہ خوب با سلیح تھے اور ظاہرا مجھے خوش ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اس لئے میں جلدی سے حبشی کے پیچھے پیچھے اس رہگذر میں چلی گئی۔ یہ راہ ایک دروازہ پر ختم ہوتی تھی جو کہ ایک وسیع باغ کی دیوار میں لگا ہوا تھا اس باغ کے بیچ میں اینٹ کا ایک سفید مکان تھا جو کہ بہت بڑا نہ تھا۔

حبشی۔ پاشا صاحب بذات خاص یہاں رہتے ہیں۔ باقی خاندان کے لوگ صحن کی دوسری طرف ہیں۔ حرم سرا کا یہ حصہ صنیعہ خانم کے متعلق ہے۔ مردانہ مکان بھی اُسی طرف ہے۔

میں نے اس اپنے نئے گھر پر تعجب کے ساتھ نظر کی! ... کے بیچ میں ایک مربع خطۂ زمین پر یہ مکان بنا ہوا تھا اور گورنر کے محل سے سجی تھا جسکا ایک کنارہ باغ کی دیوار کے پیچھے دکھائی دیتا تھا۔ مکان کے سامنے کا حصہ عشق پیچاں سے بالکل چھپا ہوا تھا اور اندر جانے کے راستہ پر پرانی وضع کا ایک برآمدہ تھا جس پر زرد پھول کے خوشبودار گلاب کی بیل پھیلی ہوئی تھی۔ یہ برآمدہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا لیکن جسقدر فاصلہ پر میں تھی وہاں سے یہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ یہ مرد تھے یا عورتیں مگر جیسے ہی میں آگے بڑھی کسی نے جلدی سے آکر نصف راستہ سے میرا استقبال کیا۔ میں نے شرما کر اوپر نظر کی تو دیکھا کہ ایک کشیدہ قامت اور رعب دار خانم چلی آتی ہیں اور انکی سیاہ آنکھوں اور موزوں سڈول نقشے کو دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ یہ ادہم بے کی بہن ہیں۔

صنیعہ خانم (مہربانی سے)۔ میری پیاری چھوٹی سی ہاجرہ!

اُنکی گہری سریلی آواز اور ایسے بے تکلفی کے الفاظ سنکر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے غالباً وہ میری اُسوقت کی دل کی کیفیت سمجھ گئیں اور چونکہ نہیں چاہتی تہیں کہ نوکر کے سامنے میں اظہار رنج کروں اس لئے اور زیادہ باتیں نہیں کیں بلکہ مجھے محبت سے پیار کر کے لونڈیوں کی بھیڑ میں سے ہو کر مکان میں اپنے ہمراہ لے گئیں۔ پہلے ایک بڑے ہال میں گئیں جس میں کہ سرخ اینٹوں کا فرش تہا اور پھر ایک چھوٹے کمرے میں جا کر یکایک میری طرف مڑ کر انہوں نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیئے اور جہک کر مجھے غور سے دیکھنے لگیں مجھے یہ معلوم ہوا کہ کیا دیکھتی تہیں لیکن اتنا سمجھ گئی کہ میری صورت اسوقت دیکھنے کے قابل نہ تھی اور پندرہ دن کے سفر کی خاک دہول کی وجہ سے نہایت میلی کچیلی ہو رہی تھی۔ مگر اس کے سوچنے کے لئے بھی زیادہ وقت نہ ملا اس لئے کہ میں انہیں اُتنے ہی غور اور اشتیاق سے دیکھنے لگی جسطرح کہ وہ مجھے دیکھ رہی تہیں۔ اُنکا چہرہ نہایت خوبصورت تہا سیاہ بال تہے منہ سے خود بینی اور غرور پایا جاتا تہا اور آنکھیں بڑے شوق سے مجھ پر گڑی ہوئی تہیں۔ اُنکا چہرہ کچھ اِس انداز کا تہا کہ مجھے بیساختہ ادہم بے یاد آ گئے۔ بہائی بہن قریب قریب بالکل ہمشکل تہے۔ درحقیقت دونوں شکل صورت میں ماں پر گئے تہے تاہم بڑے تعجب کا مقام تہا کہ دیکھنے میں اُن سے علیحدہ ہی معلوم ہوتے تہے اِس لئے کہ خانم آفندی کے چہرے سے جو استواری طبع ظاہر ہوتی تہی اُس سے دوسروں کے دل میں خوف پیدا ہوتا تہا اور ادہم بے اور صنیعہ کے چہروں کو دیکھکر لوگوں کا صرف اُنکی رہنمائی اور صلاح پر بھروسہ اور عمل کرنے کو دل چاہتا تہا۔

صنیعہ خانم۔ (یکایک اور مسکرا کر جس سے اُن کا غمگین چہرہ روشن ہو گیا)۔ تم کتنی چھوٹی سی ہو! بالکل گڑیا معلوم ہوتی ہو! اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینہ سے تمہیں کہانے کو نہیں ملا ہے۔ ادہم نے بہت اچھا کیا جو تمہیں یہاں بھیج دیا۔ اور ٹھیک وقت پر بھیجا چونکہ

اس سے اور زیادہ دیر ہونے سے تمہاری حالت بالکل خراب ہوجاتی - لو اب آؤ اور
غسل اتار ڈالو - حمام تیار ہے لیکن پہلے یہ بتا دو کہ اباجان کیسے ہیں روانہ ہونے سے
پہلے تو تمنے اُنہیں ضرور دیکھا ہوگا؟
اُنکی آواز سے صاف پایا جاتا تھا کہ اُسوقت محبت فرزندی اُنکے دل میں موج زن تھی
حالانکہ مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ اُنھوں نے پہلا سوال نصر اللہ پاشا کی نسبت کیوں کیا اسکی
وجہ صرف یہ تھی کہ خانم آفندی کی اولاد اتنی محبت اُن سے نہیں کرتی تھی جتنی کہ اُنکی
تعظیم کرتی تھی -
میں (دبی زباں سے) - جی وہ بالکل اچھے ہیں - چلنے سے تین روز پہلے میں نے
اُنہیں دیکھا تھا -
صفیہ خانم (اُسی پہلے انداز سے) میرے پیارے اباجان! اور اماں جان اور چھوٹی
وحیدہ کیسی ہیں؟ سولہ برس سے میں نے اِن سب کو اور اپنے قدیم مکان کو نہیں دیکھا ہے
(پھر یکبارگی رُک کر) لیکن میں تم پر بڑا ظلم کر رہی ہوں اس لئے کہ تم میں اسوقت کھڑے ہونے
کی بھی طاقت نہیں ہے - (تالی بجا کر) سعادی اِن کو حمام لیجاؤ (میری طرف) غسل کے بعد
تھوڑی دیر آرام کرو اس لئے کہ تم خستہ اور بیمار معلوم ہوتی ہو -
میں نے ممنونیت کیساتھ اُن کا شکریہ ادا کیا اور لونڈی کے ساتھ ہولی لیکن دروازہ تک
نہیں پہونچنے پائی تھی کہ میرا سر گھومنے لگا - حواس منتشر ہونے لگے اور میں نے بے اختیار
ہاتھ آگے بڑھا دیا مگر جیسا کہ میرا ارادہ تھا دیوار نہیں پکڑنے پائی تھی کہ غش کھا کر پیچھے
گر پڑی -

حصّہ دوم

حصہ دوم

باب دوازدہم

خدا خدا کر کے موسم گرما ختم ہو چکا تھا اور آج کل خزاں تھی۔ شہر کے چاروں طرف کے وسیع میدانوں میں ہوا بڑے زور سے چل رہی تھی۔ بادل تیزی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹیوں پر جمع ہو رہے تھے۔ آفتاب مثل ہالۂ آتشیں کے لال بھبوکا ہو کر عجیب شان سے غروب ہو رہا تھا۔ اور ارد گرد کی سب چیزیں یہی بتاتی معلوم ہوتی تھیں کہ رات کو طوفان آئیگا۔ میں اُس پُرانی وضع کے برآمدے کے نیچے کھڑی ہوئی ذرا ذرا کانپ رہی تھی۔ گلاب کے خشک پتے جلدی جلدی گر رہے تھے اور باغ کا ہر درخت اور پھول ہوا کی تیزی کے مقابلہ میں خمیدہ سر ہو رہا تھا۔ میرے ٹھیک سامنے ایک شاندار پُرانا درخت بلوط تھا جسپر بسیرا کرنے کے لئے چڑیاں شور کرتی ہوئی جمع ہو رہی تھیں اور میرے قریب ہی ایک پُرانا سرو غصہ سے جھوم رہا تھا۔ جیسے ہی میں نے مڑ کر اُسپر نظر کی میرے خیالات ایکبارگی قسطنطنیہ پہونچے اور دیکھا کہ میں ایوب سلطان کے قبرستان میں ہوں اور میرا عاشق غصہ سے میرے نزدیک کھڑا ہوا ہے۔ اور زیادہ سوچنے نہ پائی تھی کہ گلاب کا ایک خشک پتہ میرے سر پر گرا اور میرے خیالات پھر اپنی جگہہ پر آ گئے۔ مَیں نے ایک آہ کھینچکر اپنا منہ اُدھر سے پھیر لیا۔ مجھے اب اِس سے غرض ہی کیا تھی کہ ہوا کیسی تھی اور مطلع صاف

تھا یا آندھی آنے والی تھی کیونکہ میرے لئے زندگی میں رہ ہی کیا گیا تھا ؟ صرف مصیبت کے دراز اور تاریک دن کسی طرح گذارنے تھے۔

مجھے صنیعہ خانم کے ہاں آئے ہوئے دو مہینے ہو چکے تھے اور آج یہ پہلا روز تھا جو میں اتنی اچھی ہوگئی تھی کہ ڈاکٹر نے کرسی سے باہر نکلنے کی اجازت دی تھی جس روز کہ میں صنیعہ خانم کے ... موں پر بیہوش ہو کر گری اُسوقت سے مجھ سے اور اجل سے خوب کشتی ہوئی اور گو میرے نزدیک تو یہی بہتر ہوتا کہ وہ غالب آجاتی لیکن مشیت ایزدی یہ نہ تھی اور نوشتۂ تقدیر کو بھگتنے کے لئے میں پھر تیار ہو گئی۔ میری علالت کے زمانہ میں سب کوئی میرے ساتھ بیحد مہربانی سے پیش آئے تھے اور صنیعہ خانم نے بڑے پیار و محبت سے میری تیمارداری کی تھی۔ اب چونکہ بیماری کی حالت میں اُن کی انسانیت و غمخواری۔ نوازش و ہمدردی اور شفقت اور تحمل کی قدر مجھے اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی اس لئے میرے دل میں اُس سنجیدہ اور شاہانہ خاتون کے لئے جو ظاہرا تو کسی قدر سرد مہر اور خشک معلوم ہوتی تھیں لیکن درحقیقت نہایت دلسوز اور کریم الطبع تھیں فرزندانہ محبت پیدا ہوئی۔ میں آسانی سے سمجھ گئی کہ یہ اوپری سرد مہری کسی خارجی سبب سے پیدا ہوئی تھی لیکن چونکہ اُن کے حالات سے مجھے ابھی تک ناواقفیت تھی اس لئے یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کون سا خاص سبب تھا جسکی وجہ سے اُنکا چہرہ عموماً اداس رہا کرتا تھا۔

میں اسی قسم کے خیالات میں غرق تھی کہ اُن کی آواز میرے کان میں آئی جس سے کہ میرے دل میں ایک جوش مسرت پیدا ہوا اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مہربانی کا ایک کلمہ بھی کسی ایسے شخص پر جسے اس قسم کی گفتگو شاذ و نادر میسر آتی ہو ایسا ہی اثر پیدا کرتا ہے۔

صنیعہ خانم۔ پیاری اندر چلی آؤ۔ باہر ابھی سردی ہے اور تم میں اتنی طاقت ابھی تک

نہیں آئی ہے کہ یہاں کی تیز ہوا برداشت کر سکو۔

میں نے تعمیل حکم کی اور اُن کے ساتھ مکان کے اندر چلی گئی۔ کمرے میں انگیٹھی جل رہی تھی اُسکی گرمی مجھے نہایت خوشگوار معلوم ہوئی اور اُسکے نزدیک ہی میں فرش پر بیٹھ گئی صفیہ خانم میرے مقابل ایک کوچ پر بیٹھیں۔

صفیہ خانم۔ (مسکرا کر) تم نے ابھی میرے شوہر اور اُن کے خاندان کے لوگوں کو نہیں دیکھا ہے اور نہ میرے بچے ہی دیکھے ہیں۔ جب میں خیال کرتی ہوں کہ ادہم بے نے تمہیں اُن کے کملانے کے لئے بھیجا ہے تو مجھے بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ اتنا نہ سمجھے کہ تمہیں تو آپ ابھی کملائی کی ضرورت ہے۔

میں ذرا مسکرائی اس لئے کہ یہ نہیں جانتی تھی کہ ادہم بے نے میری کیفیت سے کسقدر صفیہ خانم کو آگاہ کیا تھا اور خود میں نے سرسام کیحالت میں کیا کچھہ کہا ہوگا۔

صفیہ خانم۔ (فرط محبت سے) پیارے ادہم اتنے عرصہ میں وہ کہیں زیادہ تو نہیں بدلے ہیں اور نافذ تو بالکل بچے تھے جبکہ میں یہاں آئی۔ صرف اتنا یاد ہے کہ وہ اُسوقت از حد شریر تھے اور اماں جان کے پیار و محبت نے اُنہیں سب طرح بگاڑ رکھا تھا۔ اپنی شرارت کی وجہ سے وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسے رہتے تھے اور ہم سب کو بڑی احتیاط کرنی پڑتی تھی کہ کہیں ابا جان کو خبر نہو اور کسی نہ کسی طرح اُنکو اُن کی شرارت کے نتیجے سے بچاتے تھے معلوم نہیں کہ اب بڑے ہو کر اُن کی کیا حالت ہوگی۔ جو کچھہ ادہم نے لکھا ہے اگر صحیح ہے تو ابھی تک اُنہوں نے اپنی پُرانی عادتیں نہیں چھوڑی ہیں۔

میں شرم سے پسینہ پسینہ ہوگئی اور میرے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا۔ جلدی سے اوپر نظر کی تو دیکھا کہ صفیہ خانم شرارت سے مسکرا رہی ہیں۔

صفیہ خانم۔ کیوں؟ خیر تو ہے؟ میں ادہم کی سب سے پیاری بہن ہوں اور مجھہ سے

سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ مجھ سے کوئی بات چھپا رکھیں گے؟ پیاری مجھے سب کیفیت معلوم ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس معاملہ کو کیوں اتنا طول دیا گیا۔ نافذ بے اگر تم سے شادی کر لیتے تو کون سا ہرج تھا۔ لیکن چونکہ اماں جان نہیں چاہتی تھیں اس لئے یہ ممکن نہ ہو سکا میری پیاری چھوٹی سی ہاجرہ تمنے اس معاملہ میں بڑی شرافت برتی اور ہمت سے کام لیا گو میں جانتی ہوں کہ تمکو سخت صدمہ ہوا ہوگا اور اس بیچارے لڑکے کو بھی۔

میں اٹھی اور اپنا سر انکی گود میں رکھدیا۔

میں (دھیمی آواز سے)۔ لیکن جو کچھ میں نے کیا وہ درست کیا یا نہیں؟ اگر وہ چین بھیجدیئے گئے ہوتے تو کیسی مصیبت ہوتی کیونکہ آگے چلکر وہ یہی دعا مانگتے کہ نصر اللہ پاشا کسی طرح مرجائیں جو انکو وہاں سے نجات ملے۔

صنیعہ خانم۔ ہاں ہاجرہ غالباً تمنے اچھا ہی کیا (ایک لحظہ ٹھہرکر) میں یہ ہرگز نہ چاہوں گی کہ نافذ سے ابا جان کو کسی قسم کا رنج پہونچے اور چونکہ نافذ کے مزاج سے میں واقف نہیں ہوں اس لئے یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس سب کا نتیجہ کیا ہوا ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر نافذ کی طبیعت میں جیسی شرافت ہونی چاہیئے ویسی ہے اور انہیں اپنی بات کا پاس ہے اور عاشق صادق ہیں تو ایسے سلوک کے وہ مستحق نہ تھے کہ بغیر ان سے کچھ کہے سنے تم چلی آئیں۔ مگر اوہم نے تمہیں یہی صلاح دی وہ بہ نسبت میرے نافذ کے مزاج سے زیادہ واقف ہیں۔ پیاری ذرا سننا۔ مجھے کوئی برآمدہ میں آتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس لئے اسوقت اس معاملہ پر گفتگو نہیں کریں گے (کیکی بناوٹ کی ہنسی سنکر) میری نند ہیں۔ شاید بچوں کو بڑے مکان سے واپس لا رہی ہیں۔

میں جلدی سے سر اٹھا کر دیکھنے لگی اور سوچنے لگی کہ یہ وہی نند تو نہیں ہیں جو صنیعہ خانم سے

اپنے بھائی کے لئے تجویز کی تہیں - اتنا پوچھنے کا بھی مجھے موقع نہ ملا کہ حافظ پاشا کے گئے لڑکیاں تہیں کہ عزت پاشا کی بہن آپہونچیں اور جبکہ وہ صنیعہ خانم سے صاحب سلامت کر رہی تہیں مجھے اُن کی طرف خوب اچھی طرح غور سے دیکھنے کا موقع ملا -

پہلا خیال جو میرے دل میں اُن کی نسبت پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ میں دل ہی دل میں اُن کے حسن کی تعریف کرنے لگی وہ نہایت حسین تہیں سر کے بال لانبے اور سنہرے رنگ کے تھے - بہوری رسیلی آنکھیں بالکل بادام کی شکل کی تہیں - اونچی ناک تھی اور منہ نہایت خوبصورت سمجھا جاتا اگر اوپر کا لب نیچے کے لب سے کسیقدر نکلا ہوا نہ ہوتا - گول بدن تھا اور کشیدہ قامت بھی تہیں اور وہ عجیب وغریب غضب کی نرالی ادا اور نزاکت تھی جو کہ شاذ دیکھنے میں آتی ہے اور جسکی وجہ سے اُنکی ہر ایک حرکت اور انداز نہایت دلکش تھا - میں اُنکی طرف ابھی دیکھ ہی رہی تھی کہ اُنہوں نے مڑکر میری طرف لاپروائی سے نظر کی -

عطیہ خانم - (لاپروائی سے کوچ پر بیٹھکر) کیا یہی لڑکی قسطنطنیہ سے آئی ہے ؟

صنیعہ خانم ذرا مسکرائیں اور جواب دیا :-

"ہاں یہی ہاجرہ ہیں - بیچاری بہت بیمار رہ چکی ہیں "

عطیہ خانم نے سر ہلاکر منہ پھیر لیا اور کہا :-

"میں بہت تھک گئی ہوں - آج صبح سے ہم آپمیں لڑ رہے ہیں اس لئے اپنی جان بچانے کے لئے میں بچوں کو یہاں لیکر چلی آئی "

اُن کی آواز بلند تہی لیکن ناک میں بولتی تہیں -

صنیعہ خانم (ادہر اودہر دیکھکر) بچے کہاں ہیں ؟ ہاجرہ میں چاہتی ہوں تم اُنہیں دیکھ لو -

(عطیہ خانم سے) ابھی تک ہاجرہ اُنہیں جانتی نہیں -

عطیہ خانم (بے فکری سے) - جی -

اتنا کہکر وہ کھڑی ہو گئیں - ایک مرد کمرہ میں داخل ہو کر دونوں خانموں کی طرف بڑھ رہا تھا - صفیہ خانم بہی کھڑی ہو گئیں اس سئے میں سمجھ گئی کہ یہ عزت پاشا تھے - اُنکی نسبت بہی میرے دل میں اچھا ہی خیال پیدا ہوا چونکہ وہ فہیم اور شریف معلوم ہوتے تھے اور اُن کی عزت کرنے کو خود بخود دل چاہتا تھا - بیٹھکر اُنھوں نے میری طرف مہربانی سے دیکھا -

عزت پاشا (مسکرا کر) - کیا یہ ہاجرہ ہیں ؟ میں بڑا خوش ہوں کہ تم اچھی ہو گئیں لیکن ابھی تک تم میں پوری طاقت نہیں آئی ہے -

میں نے اُن کے ہاتھہ کو بوسہ دیا اور خاموش کھڑی رہی لیکن دوبارہ وہ مجھسے مخاطب نہ ہوئے اور ایک اخبار اُٹھا کر پڑہنا شروع کیا - ایک لحظہ بعد تین چھوٹے بچے کمرے میں آئے جنمیں دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی - سب سے بڑا لڑکا تھا جسکی عمر سات برس تھی اور سب سے چھوٹی لڑکی تھی جو تین برس کی تھی وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھے اور باپ کے پاس جا کر ہر ایک نے اُن کا ہاتھہ چوما جس کے جواب میں عزت پاشا نے ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا پیار کیا - اس کے بعد وہ ماں کے قریب جا کر اُن سے لگ کر کھڑے ہو گئے -

صفیہ خانم (مسکرا کر) ہاجرہ یہ بچے تمہارے سپرد ہونگے - یہ ادہم ہے اس کا نام یوسف ہے اور یہ چہوٹی زیبا ہے -

میں آگے بڑہی اور اُنکے پاس جہک کر محبت کی باتیں کرنے لگی لیکن اپنے والد کی وجہ سے وہ بظاہر ڈرتے تھے اس سبب میرا بہلانا بالکل بیکار گیا اور میری کسی بات کا جواب نہ ملا - مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا چونکہ عزت پاشا بدمزاج اور تند خو نہیں معلوم ہوتے تھے - تاہم اُنکے بچے اور بیبی اُن سے ڈرتی تہیں اور صرف اُن کی بی بی کو اُن کا کچھ خیال نہ تھا -

عزت پاشا (اوپر دیکھکر) عطیہ بیٹھ جاؤ - اب تمہاری والدہ کیسی ہیں کل اُنکی طبیعت ناساز تھی ؟

عطیہ خانم (سرگرمی سے جس سے کہ خوف بھی ظاہر ہوتا تھا اور جسکی وجہ سے اُن کا مغرور چہرہ عجیب طرح کا معلوم ہوتا تھا) - جی شکر ہے اب اُن کی طبیعت بالکل اچھی ہے - (ایک لمحہ ٹھہر کر جبکہ غالباً وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ اب اور کیا کہنا چاہیئے) آج آپ حرم سرا میں نہیں گئے ؟

عزت پاشا - نہیں آج مجھے کام بہت تھا -

اتنا کہکر عزت پاشا اس امر کے منتظر رہے کہ اور کوئی بات اُن سے کہی جائے لیکن جب کسی نے کچھ نہ کہا تو وہ پھر اخبار اُٹھا کر پڑھنے لگے -

عطیہ خانم (دھیمی آواز سے) - ہوا موقوف ہوگئی ہے بہتر ہو کہ پھر تیز چلنے سے پہلے میں مکان چلی جاؤں -

صنیعہ خانم - آج رات کو آندھی آئے گی اور ممکن ہے کہ جب تم راہ میں ہو اُسوقت آئے اس لئے آج یہیں رہ جاؤ -

عزت پاشا - (اوپر نظر کرکے) - کیوں خانم کیا ہوا ؟

صنیعہ خانم - (بغیر کسی قسم کی گھبراہٹ کے) میں عطیہ سے کہہ رہی ہوں کہ آج رات کو یہیں رہ جائیں - پانی آیا ہی چاہتا ہے اور مکان پر سب سمجھ ہی جائیں گے کہ بارش کی وجہ سے نہ جا سکیں -

عزت پاشا (کسی قدر ترشی سے) ابھی تو پانی نہیں برستا ہے لیکن اگر وہ چاہیں تو رہ سکتی ہیں کیوں عطیہ کیا ارادہ ہے ؟

عطیہ خانم (دبی زبان سے) - میں تو بہت چاہتی ہوں کہ نہ جاؤں اس لئے کہ آپ کے ہاں رہنا مجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے -

مگر اس خوشامد سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا - اس لئے کہ عزت پاشا نے کسی قدر بے صبری

کے ساتھ اپنے شانے ہلائے اور پھر اخبار پڑھنے لگے۔

صفیعہ خانم (جلدی سے) ہاجرہ کہو ان بچوں سے کیسی بنی؟ لیکن یہ تو بتاؤ تمہیں بچے اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں؟

میں ۔ بہت ۔ قسطنطنیہ میں ادہم بے اور علی بے کے بچے مجھسے محبت کرتے تھے اور میں بھی اُنہیں بہت پیار کرتی تھی۔

عزت پاشا ۔ (اخبار کے پیچھے سے) ۔ علی بے کون ہیں؟

میں ۔ (آہستہ سے مجھے اُن سے مطلق خوف نہیں معلوم ہوتا تھا گو اُنکی بہن کتنا ہی ڈرتی ہوں) وحیدہ خانم کے شوہر۔

عزت پاشا ۔ ہاں ٹھیک ہے وہ سرکیشین ہیں نا؟

میں ۔ جی ہاں ۔

یہ سنکر اُنہوں نے اخبار پھینک دیا اور اس معاملہ کے ساتھ یکایک نہایت دلچسپی ظاہر کرنے لگے۔

عزت پاشا (تحکمانہ لہجہ میں) ادہر آؤ اور مجھسے قسطنطنیہ اور نصر اللہ پاشا کے خاندان کے کچھ حالات بیان کرو ۔ سب کیا کرتے ہیں؟ اور ادہم تو غالباً سرکاری ملازم ہونگے؟ ۔

میں نے تعمیل ارشاد کی اور قریب آگئی اور اُنہوں نے نصر اللہ پاشا اور اُن کے خاندان کے ہر شخص کی نسبت سوالات کئے ۔ صفیعہ خانم ہمارے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھ گئیں اور اثنائے گفتگو میں کبھی کبھی کچھ کہدیتی تھیں ۔ ادہر آندھی بھی شروع ہو گئی تھی ۔ اور اپنا تمام زور اور طاقت باہر درختوں پر ختم کر رہی تھی ۔ اندھیرے میں درخت زور سے ادہر اُدہر جنبش کرتے معلوم ہوتے تھے ۔ عزت پاشا ایک لحظہ چپ چاپ کھڑکی کے باہر

دیکھتے رہے۔

عزت پاشا (یکایک)۔ قسطنطنیہ میں اگر میں ہوتا تو کیسا اچھا ہوتا؟ گورنری میں لطف تو خوب ہے اور حکومت بھی ہے لیکن دار السلطنت میں رہنے کے مقابلہ میں سب کچھ ہیچ ہی ہماری قدیم پیاری باسفورس کیسی دلفریب ہے! کیوں خانم تمہیں اُس کے چھوٹنے کا افسوس ہے یا نہیں اور وہ تمہیں یاد ہوتی ہے یا نہیں؟

صفیہ خانم کا چہرہ فوراً تبسم سے روشن ہوگیا اور اسمیں کچھ اس قسم کی نزاکت تھی کہ بات کی بات میں چہرے کا معمولی انداز تبدیل ہوگیا۔ اُسوقت یہ بات ظاہر ہوگئی کہ گو اور کسی وجہ سے وہ ہمیشہ افسردہ خاطر رہتی ہوں اپنے شوہر سے ناخوش نہ تھیں۔

صفیہ خانم۔ ہاں بعض وقت ایسا خیال ضرور ہوتا ہے لیکن پھر بھی وہاں تنہا جانیکو دل نہیں چاہتا وہ میری زندگی کا نہایت مبارک دن ہوگا جبکہ ہم سب کے سب ایک ساتھ وہاں جائیں گے۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس مرتبہ عزت پاشا مطلق ناراض نہوئے اور مسکرانے لگے۔

عزت پاشا۔ سچ ہے بہت ہی اچھا ہو۔ جس روز کہ نصر اللہ پاشا اور ادہم بیگ سے ہم جہاز پر یہاں آنے کے لئے رخصت ہوئے یہ کسکو خیال تھا کہ اسقدر عرصہ دراز کے لئے ہم اُن سے جدا ہوتے ہیں۔ (میری طرف پھر کر) اور نافذ بے کیا کرتے ہیں؟ سنا ہے حربیہ عسکریت میں ہیں اب تو وہ بھی غالباً جلد شادی کریں گے؟

صفیہ خانم (جلدی سے قطع کلام کرکے)۔ ابراہیم آ رہے ہیں معلوم نہیں اس آندھی میں کون ایسا کام ہے۔

عزت پاشا۔ واللہ اعلم میرے نزدیک انہیں بھیگنے سے ڈر نہیں معلوم ہوتا۔

اس موقع پر دروازہ کھلا اور ایک لڑکا اندر آیا بارش سے اس کے کپڑے بالکل [illegible]

اور عزت پاشا کی طرف بڑہا تو کسی قدر کانپ رہا تھا۔

عزت پاشا۔ کیا ہے؟

ابراہیم (عطیہ خانم کی طرح ڈرکر) کچھ نہیں۔ ایک شخص یہ چند خطوط لایا تھا میں نے خیال کیا کہیں خود ہی آکر آپ کو دیدوں۔

عزت پاشا۔ خود کیوں لائے؟ کسی نوکر کے ہاتھ بھیجدئے ہوتے۔

یہ کہکر خط لے لئے۔ ابراہیم جانے کے لئے مڑے کہ صفیہ خانم نے ٹھہرنے کے لئے اشارہ کیا۔

صفیہ خانم۔ ایسی حالت میں تم واپس نہیں جا سکتے۔ یہیں کھانا کھاؤ اور اگر بارش موقوف نہ ہو تو یہیں سو بھی رہو۔

عزت پاشا۔ (تیزی سے) بالکل فضول ہے۔ بھیگنے سے انکا کیا بگڑ یگا؟ اگر دل چاہے تو یہاں کھانا کھالو لیکن گھر جاکر سوؤ۔ پانی سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔

ابراہیم نے ادب کے ساتھ سلام کیا اور کھڑے رہے۔ میں نے ہمدردی سے اُنکی طرف دیکھا۔ اُن کے چہرے پر کسیقدر چیچک کے داغ تھے۔ چھوٹی چھوٹی بھوری آنکھیں تھیں جن سے شرارت اور چالاکی ظاہر ہوتی تھی موٹے لب تھے اور بڑے بڑے کان تھے لیکن بھیگنے کی وجہ سے ایسے ٹھٹھرے ہوئے اور بے چین معلوم ہوتے تھے کہ ہر شخص کو دیکھکر رحم آتا۔

صفیہ خانم کا بھی ایسا ہی خیال معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ وہ اُٹھیں اور ابراہیم کو ساتھ چلنے کے لئے اشارہ کیا۔ ظاہر اوہ انہیں کسی ایسی جگہہ لیے جاتی تھیں جہاں کہ وہ آپ کو خشک کرسکتے اس لئے کہ اُن کے کپڑوں سے پانی نکلکر فرش پر بہ رہا تھا۔ عزت پاشا ذرا دیر اپنے خط خاموشی کے ساتھ پڑہتے رہے اور پھر اوپر دیکھا۔

عزت پاشا - والد کیسے ہیں ؟
اتنا کہکر رک گئے اور عطیہ خانم سے پوچھا :-
ابراہیم کہاں ہیں ؟"
عطیہ خانم - ابھی گئے ہیں - بلا لاؤں ؟
عزت پاشا - نہیں کیا مکان چلے گئے ؟
عطیہ خانم - غالباً نہیں - شاید صفیہ خانم انہیں دوسرے کمرے میں کپڑے خشک کرنے کے لئے لیگئی ہیں - جاؤں دیکھ آؤں ؟
عزت پاشا (تلخ ہوکر) کچھ ضرورت نہیں - آج تمنے والد کو دیکھا تھا ؟
عطیہ خانم - جی ہاں کل کی شب بہت بے چینی سے گذری اور اماں جان کہتی تہیں آج اُن کی طبیعت اور بھی زیادہ خراب ہے -

عزت پاشا نے ایک ہلکی آہ کھینچی - لونڈیوں سے میں سن چکی تہی کہ چونکہ حافظ پاشا سابق گورنر مفلوج تھے اور دیوانے بھی ہو گئے تھے اس لئے تمام گھر کے لوگ عزت پاشا کو اپنا آقا سمجھتے تھے اور اسوجہ سے اُن کی ذمہ داری اور بھی زیادہ ہوگئی تہی گو حافظ پاشا کے سوا بچے اور تو بیبیاں تہیں تاہم جب سے عزت پاشا کی والدہ نے انتقال کیا تھا (جسے کئی سال ہوچکے تھے) حافظ پاشا نے اپنی اور کسی بی بی کو سر خاندان نہیں بنایا تھا - گو یا کہ اسوقت صاحب خانہ کوئی نہ تھا اور غالباً یہی سبب تھا کہ تمام خاندان عزت پاشا کی اسقدر عزت کرتا تھا - اُسوقت بھائیوں اور سوتیلی ماؤں پر اُنہیں پورا اختیار حاصل تھا اس لئے ضرور ہے کہ عطیہ خانم اور ابراہیم کی طرح وہ بھی اُنکے ساتھ سودبانہ پیش آتی ہوں گی -

اسی اثنا میں صفیہ خانم ابراہیم کو ساتھ لئے ہوئے واپس آئیں - ابراہیم کی حالت پہلے سے بہت زیادہ اچھی تہی اور اس کے ثبوت میں اُنہوں نے مجھے خوب گھورا - ایک لحظہ بعد

لونڈی نے آکر کہا کہ کھانا تیار ہے۔ اور ہم سب کے سب کھڑے ہو گئے۔

عزت پاشا (بی بی سے)۔ ہاجرہ تو ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گی نا؟

صفیہ خانم۔ جی ہاں۔

میں دبی زبان سے کسیقدر انکار کرنے لگی تو انہوں نے ایک بوسے سے میرا مُنہ بند کر دیا۔

صفیہ خانم (پیار سے) میری پیاری ہاجرہ تم یہاں بطور ایک دوست کے ہو۔ (اور شرارت سے) کیا تم سمجھتی ہو کہ میرے خاندان میں صرف ایک ہی شخص کو خدا نے تمیز اور سلیقہ اور اچھی طبیعت عطا فرمائی ہے۔

باب سیزدہم

اپریل کا مہینہ تھا۔ موسم سرما اب جاتا معلوم ہوتا تھا اور جن چیزوں کو اُس نے پائمال کر رکھا تھا اُن پر بہار اپنا رنگ جما کر انہیں تازہ جان ڈالنا چاہتی تھی پھول کے درختوں میں کلیاں آنے لگی تھیں اور برآمدہ پر جو گلاب کی بیل پھیلی ہوئی تھی وہ آہستہ آہستہ پھر پوشاک زمردیں سے اپنے آپکو آراستہ کر رہی تھی۔ کہیں کہیں کوئی کلی جو دوسری کلیوں کی بہ نسبت زیادہ شوخ اور بیباک معلوم ہوتی تھی ڈرتی اور شرماتی ہوئی اپنا سر ذرا ذرا باہر نکال رہی تھی اور ہوا جو کہ جاڑوں بھر برابر تیز چلتی رہی تین چار روز سے کم ہو کر بالکل نسیم سحری کا لطف دکھاتی تھی گویا کہ محض اُس کلی کی اعانت کے لیئے اُس نے قصداً اپنی رفتار کم کر دی تھی۔

یہاں آئے ہوئے اب مجھے دس مہینے ہو گئے تھے اور اس نئے گھر میں اُسی طرح مانوس

ہوگئی تھی جیسا کہ اپنے پرانے مکان سے ۔ جن لوگوں میں میں رہتی تھی اُن کی زندگی کے حالات
سے مجھے اب واقفیت ہوگئی تھی ۔ دوسرے گھر میں تقریباً روز جانے لگی تھی اور بلا تکلف
ایک دوسرے کی ننگ و رسوائی کی باتیں چغلیاں اور خانہ جنگیوں کی کیفیت سننے کی
عادی ہوگئی تھی وہاں ہر وقت ایک ہنگامہ بپا رہتا تھا ۔ اور اسی قسم کی چہ میگوئیاں ہوا کرتی تھیں
ساتھ ہی یہ بھی دیکھتی تھی کہ خاندان کی سب عورتیں صفیہ خانم کی بے حد خوشامد کرتی تھیں ۔ اور
پھر اسی وجہ سے دل سے نفرت بھی اُسی قدر کرتی تھیں کہ عزت پاشا کے سامنے کسی کی اگر
چلتی تھی تو صرف صفیہ خانم کی ۔ عزت پاشا کے مزاج کی تہ کو بھی پہونچ گئی تھی اور جس بری طرح
وہ اپنے بھائیوں اور سوتیلی ماؤں کے ساتھ پیش آتے تھے اُسے اب بری نگاہ سے
نہیں دیکھتی تھی اس لئے کہ عزت پاشا کے یہ رشتہ دار مطلق کسی قسم کے اچھے اصول کے
پابند نہ تھے ۔ اور سبھوں میں حماقت اور فرومایگی حد درجہ کی تھی ۔ اس سے صاف ظاہر ہے
کہ ایسے گھر میں عزت پاشا کی سی طبیعت والے آدمی کو زندگی وبال ہوگی اور اسی وجہ سے
یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ صفیہ خانم یہاں کے طرز زندگی کا نصر اللہ پاشا کے خاندان کی
یکدلی اور اتفاق سے مقابلہ کرکے اور اس کے نتیجے پر غور کرکے ہمیشہ اداس اور افسردہ خاطر
رہتی تھیں ۔ لیکن اسوقت مجھے ان سب باتوں کا خیال نہ تھا اور میرے ہاتھ میں جو کام تھا
اسمیں مشغول تھی وہ یہ تھا کہ انہم کو اس کے کسی دوست نے ایک چھوٹا سا کتا بھیجا تھا ۔
اس کے آرام کے لئے ایک ٹوکری میں روئی کی گدی لگا رہی تھی ۔

صفیہ خانم اور عطیہ خانم دونوں درخت بلوط کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں ۔ میں اُنکے قریب
ہی گھاس پر تھی ۔ بچے میرے اردگرد تھے اور وہ کتا بھی میرے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے
روئی بھر کر اور تاگے ڈالکر ٹوکری کی دیواروں میں گدی لگا دی تھی صرف نیچے کا حصہ باقی تھا لیکن
روئی پھولی ہونیکی وجہ سے ٹوکری بہت چھوٹی معلوم ہوتی تھی اس لئے صفیہ خانم اور عطیہ خانم

کی طرف دیکھکر میں نے پوچھا۔

"یہ چھوٹی تو نہو گی؟"

صفیہ خانم۔ کسیقدر گُتار کُلکر دیکھ لو۔

میں نے گُتار کُسا تو ٹوکری ٹھیک تھی اس لئے چپ چاپ سیتی رہی اُسوقت تک کہ پیچھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو صفیہ خانم کے دیور سعید بے اور حسین بے میری طرف چلے آرہے ہیں۔

میں نے سر جھکا لیا اور بڑے غصہ سے سوئی کھینچی اس لئے کہ ان دونوں سے مجھے سخت نفرت تھی خصوصاً حسین بے سے جو کہ نہایت گستاخانہ طور پر مجھے محبت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اسوقت دونوں آکر بیٹھ گئے اور حسین بے نے خوب دیر تک گھور کر میری عزت افزائی کی جسکی وجہ سے غصہ سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اُسمیں آدمیت مطلق نہ تھی اور بد اطوار تھا اور مجھے روز یہی ڈر رہتا تھا کہ کہیں بیہودہ طور پر چھیڑ نہ بیٹھے حالانکہ میں یہ خوب جانتی تھی کہ صفیہ خانم کے سامنے وہ ضرور ٹھیک رہے گا۔ اور مجھے ستانے کی ہمت نہ ہوگی۔ سعید بے کوئی بیس برس کا ہوگا اور وہی ایک شخص اُس خاندان میں ایسا تھا جسمیں کسی قدر شرافت کی بو پائی جاتی تھی اور جسکا طور طریقہ اچھا تھا گو مشکل سے کہا جا سکتا تھا کہ اُس نے یہ کہاں سیکھا تھا۔

سعید بے (صفیہ خانم کو ایک خط دیکر) عزت پاشا نے مجھے یہ خط دیکر بھیجا ہے اور کہا ہے کہ قسطنطنیہ سے اُن کے پاس یہی خط آیا ہے۔ جیسے ہی اُنہیں فرصت ہوگی وہ حرم سرا میں آئیں گے۔

صفیہ خانم۔ نے بڑے اشتیاق سے خط کھولا۔ لفافہ اتفاقاً میرے پاس آکر گرا اور اُسکی تحریر دیکھکر میں پہچان گئی کہ ناقد بے کا خط ہے میں نے جلدی سے اوپر نظر کی تو دیکھا کہ

خط بہت بڑا تھا اور صنیعہ خانم کا چہرہ اُسے پڑھتے پڑھتے ذرا زرد ہوگیا۔ خط ختم کرکے صنیعہ خانم کھڑی ہوگئیں اور اندر جانے لگیں اور مجھے بھی چلنے کے لئے اشارہ کیا۔ میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ شاید کوئی بری خبر ہوگی جسے سنانے کی اُنھوں نے ضرورت سمجھی اور کھڑی ہوگئی۔ ہم دونوں ایک ساتھ ڈرائنگ روم میں گئے اور وہاں پہونچتے ہی صنیعہ خانم مجھسے یوں مخاطب ہوئیں:۔

ہاجرہ! مکان سے خط آیا ہے اور جو خبر میں تمہیں سنانے والی ہوں اُس سے تمہیں صدمہ پہونچے گا۔ یہ نافذ کا خط ہے (ایک لحظہ ٹھہر کر اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھکر) وہ عطیہ کیساتھ شادی کی درخواست کرتے ہیں۔

میں خاموش کھڑی رہی۔ اُسوقت میری ایسی حالت تھی کہ اگر کوئی مجھے مار بھی ڈالتا تو بھی مجھسے ہلا نہ جاتا۔ خط پڑھتے پڑھتے جو صنیعہ خانم کا چہرہ زرد ہوگیا تھا میں نے کیا کچھہ اُس کا باعث نہیں قرار دیا تھا اور طرح طرح کے توہمات اور بُرے بھلے خیالات کو دل میں جگہ دی تھی لیکن اس کا مجھے گماں بھی نہ تھا کہ میری مصیبتوں کا پیالہ لبریز ہونے کے لئے صرف اُنکی شادی ہونے کی اور کمی تھی۔ مجھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ مجھہ پر ناگہانی بجلی گری اور میرا دل چلتے چلتے تھم گیا۔

صنیعہ خانم (ایک لحظہ بعد) اُن کا خط بہت ہی اچھا ہے لیکن میں نہیں سمجھتی کہ وہ خوشی سے شادی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "ابا جان اور اماں جان کا خیال ہے کہ میرا علاج سوائے اس کے اور کچھہ نہیں ہے کہ میں جلد شادی کرلوں اور حالانکہ مجھے اسکی مطلق پروا نہیں کہ اُن کی نافرمانی سے میرا کیا حال ہوگا تاہم میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک ایسی نیک سیرت اور وفادار خاتون ملجائے جسے میں رفتہ رفتہ پیار کرنے لگوں اور جو میرے سر سے نا عاقبت اندیشی کا بھوت اُتار سکے۔ آپ نے ایک مرتبہ عطیہ

کا ذکر کیا تھا - چونکہ وہ آپ کے قریب رہتی ہیں اور آپ اُن سے بخوبی واقف ہیں اسلئے
میں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ اپنی قسمت کا فیصلہ آپکے سپرد کردوں - اباجان نے
عزت پاشا کو لکھا ہے اگر وہ راضی ہوگئے تو میں زیادہ سے زیادہ اگلے مہینہ میں آپ سے
آکر ملونگا - لیکن ازراہ کرم اتنا خیال رہے کہ مجھے صرف ایک یا دو مہینے کی رخصت
مل سکتی ہے اس لئے جو کچھ انتظام ضروری ہے وہ پہلے سے درست رہے تاکہ
دیر نہو میری پیاری بہن! آپ مجھے نہیں جانتی ہیں لیکن اپنے خاندان کے اور لوگوں
سے تو اتنا ضرور واقف ہیں کہ آپ کی نند کو کسی قسم کی تکلیف ہمارے ہاں نہ ہوگی - اس میں
شک نہیں کہ میں اپنی تقدیر سے نالاں ہوں لیکن اپنی بی بی پر اپنے دل کے چھالے
ہرگز نہ پھوڑوں گا ''

ابھی تک میرے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تھی اس لئے کہ اُن کے خط سے بجائے خوشی
کے سخت افسردہ دلی اور ملال ظاہر ہوتا تھا جس نے میرے دل پر بیحد اثر کیا اور اسوجہ
سے اور بھی زیادہ کہ میں سمجھ گئی کہ وہ شادی محض اُس درد کے دور کرنے کے لئے کرتے تھے
جو کہ میری وجہ سے پیدا ہوا تھا - یہ ضرور ہے کہ میں نے اپنی خوشی سے اُنہیں چھوڑا تھا اور
گو اُن سے جدا ہوتے وقت مجھے اس امر کا یقین بھی ہوگیا ہوتا کہ اس کا کیا انجام ہوگا -
تاہم نابذبے کی شادی کی خبر سنکر میرے دل پر سخت چوٹ لگی -

صنیحہ خانم (اُسی افسردگی کے ساتھ) وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ادہر تھوڑے عرصے سے اُنہوں
نے سفر کرنا شروع کیا ہے - ادہم بے کو روم ایلی میں کوئی جگہ ملگئی ہے اور مع اہل وعیال کے
وہ وہاں ہیں اور تین برس تک قسطنطنیہ واپس نہ آئیں گے (ایک منٹ بعد) نابذجھ پر جو اس
معاملہ کی پوری ذمہ داری چھوڑتے ہیں اس سے میں گھبرا جاتی ہوں جس زمانہ میں کہ ادہم سے میں نے
عطیہ کا ذکر کیا تھا اُسوقت میں عطیہ کی طبیعت سے اسقدر واقف نہ تھی جتنی اب ہوں -

نافذ کو ایک ایسی عورت درکار ہے جو انکی محبت اور توقیر کے شایاں ہو اور مجھے شک ہے کہ عطیہ میں ایسی خوبیاں ہیں جو نافذ کے دل میں ایسے خیالات پیدا کر سکیں خصوصاً جب کہ انکی طبیعت میں اتنی چھان بین ہے - بہرحال اسوقت کچھ کہنا واجب نہیں اس لئے کہ عطیہ میں کوئی ایسی خاص بُرائی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ بیحد خود غرض اور خود بیں ہے - دوسرے اگر میں اسوقت اُنہیں منع بھی کرنا چاہوں تو ممکن نہیں اس لئے کہ وہ عطیہ کے ساتھ شادی کی درخواست کر چکے اور اب اُسے واپس لینا ممکن نہیں -

میں (اپنی طبیعت پر جبر کر کے) نہ یہ اب ممکن نہیں لیکن وہ یہاں آرہے ہیں اور مجھے دیکھینگے اب میں کیا کروں ؟ کیا کہیں چلی جاؤں ؟

صنیعہ خانم - کیوں ؟ کوئی ضرورت نہیں - اسکا انتظام نہایت آسانی سے ہو جائیگا - اباجان کو بھی ضرور خیال ہوگا اور اُنہوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ میں کوئی نہ کوئی صورت نکال لونگی - تم دوسرے مکان میں چلی جانا اور چونکہ نافذ چاہتے ہیں کہ سب کچھ جلد تیار ہو جائے اور اسوجہ سے تمہاری مدد کی وہاں ضرورت ہوگی اس لئے تمہاری غیر حاضری کا کسی کو خیال بھی نہ ہوگا - اور جب تک کہ انکی شادی نہ ہوئے وہ حافظ پاشا کے حرم سرا میں قدم نہیں رکھ سکتے -

اتنا کہکر وہ خاموش ہو گئیں اور میری طرف بڑھکر ایک ہاتھ سے میری کمر پکڑ لی اور مجھے اپنی طرف کھینچکر میرا سر اپنے شانے پر رکھ لیا -

صنیعہ خانم (پیار سے) میری چھوٹی سی ہاجرہ خدا جانتا ہے مجھے کیسی زیادہ خوشی ہوتی اگر بجائے عطیہ کے میں نے تمہیں نافذ کو دیا ہوتا - لیکن بدقسمتی سے یہ ممکن نہیں - تمہارے یہاں آنے کے کچھ روز بعد میں نے ادہم کو لکھا بھی کہ یہ کسی طرح ممکن ہوسکتا ہے یا نہیں اُنکے جواب نے جو رہی سہی اُمید میرے دل میں تھی جڑ سے منقطع کر دی -

میں نے کچھ جواب نہ دیا - اس لئے کہ میری کچھ ایسی کیفیت تھی کہ جتنی زیادہ ہمدردی اُسوقت

میرے ساتھ کی جاتی اتنا ہی زیادہ میرا دل خون روتا - اس لئے مجھے نہایت خوشی ہوئی
جبکہ عزت پاشا کی آواز دوسرے کمرے میں سنائی دی اور میں دوڑ کر اپنے کمرے میں اپنی
قسمت کو رونے کے لئے چلی گئی -

سب سے مجھے پورا الیقین تھا کہ عزت پاشا نافذ کے ساتھ عطیہ کی شادی کرنے سے ہرگز انکار نہ کرینگے
نافذ کی نسبت لوگوں کو بڑی بڑی اُمیدیں تھیں اور وہ خاص قسطنطنیہ میں ایک معزز عہدہ
پر ممتاز تھے جس حالت میں کہ خود عزت پاشا کو نصر اللہ پاشا کی لڑکی سے شادی کرنے کی وجہ سے
اتنا فائدہ ہوا تھا تو کیونکر ممکن تھا کہ عزت پاشا نصر اللہ پاشا کے خاندان سے اور زیادہ تعلق
بڑہانے سے انکار کرتے اور لوگوں کے نزدیک بھی مجوزہ شادی نہایت موزوں تھی اسلئے
کہ عطیہ اچھے خاندان کی تھیں اور گو اُسوقت تک عزت پاشا کو بہت زیادہ رسوخ حاصل نہ تھا
تاہم انہیں آیندہ کے لیے بڑی امیدیں تہیں - میں نے ہرچند کوشش کی کہ اپنے دل سے
اُسوقت کی مایوسی کو دور کروں لیکن ناکامیاب رہی کسی شخص سے شادی کا انکار کرنے کے
بعد یہ اُمید رکہنا کہ وہ تمام عمر کسی اور سے شادی نہ کریگا کتنا ہی عقل کے خلاف اور مہمل کیوں
نہ ہو تاہم مجھے اتنا خیال بھی گوارا نہ تھا کہ نافذ کسی دوسری عورت کے شوہر ہو کر رہیں -

باب چہاردہم

میں (دروازے کی طرف اشارہ کرکے) اگر دروازہ کہلا رہے تو بہتر ہے - یہ کمرہ بہت گرم ہے
میں اُسوقت ریشمی کپڑوں کے ایک انبار کے سامنے بیٹھی ہوئی شادی کے جوڑے قطع کر رہی
تھی اور دروازہ کہلا رہنے کی نسبت جو کچھ میں نے کہا وہ عطیہ خانم کی والدہ سے کہا تہا عطیہ خانم

کی والدہ کشیدہ قامت اور نہایت موٹی تہیں اور کمرے کے دروازہ پر کھڑی ہوئی ہانپ رہی تہیں۔

عطیہ خانم کی والدہ — نہیں پیاری۔ دروازہ بند رہے تو اچھا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ سب لوگ میری بیٹی کی چیزیں آکر دیکھیں اور پہر عزت پاشا سے جاکر کہیں کہ فلاں فلاں چیز فضول اور بیکار ہے جو کچہہ میں چاہتی تہی اُسکے ملنے میں مجھے بہت کچہہ تکلیف ہو چکی ہے۔

چونکہ دولہن کے جوڑے کی تیاری صفیہ خانم کے متعلق تہی اس لئے میری سمجہہ میں نہیں آیا کہ حافظ پاشا کی سب بیبیاں اُسے دیکہہ بہی لیتیں تو کونسی قباحت تہی مگر بحث سے کیا فائدہ ہوتا اُنہوں نے دروازہ بند کردیا اور میں نے کچہہ نہ کہا۔ دروازہ بند کرنیکے بعد وہ بیٹھ گئیں اور میں اُنہیں دیکہکر پہر (پہلے بہی سیکڑوں مرتبہ یہ خیال میرے دل میں گذرچکا تہا) سوچنے لگی کہ کیا کسی زمانے میں عطیہ خانم بہی اپنی ماں کیطرح بیحد فربہ اور احمق ہوجائینگی۔ حماقت زیادہ ہونے کی تو ظاہرا کوئی اُمید نہ تہی اس لئے کہ اسوقت بہی بیٹی ماں کے بہ نسبت دوچند عقل رکہتی تہی ہاں فربہی کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا تہا اس لئے کہ ماں کے چہرے سے ابتک بہت ایسی علامتیں ظاہر ہوتی تہیں جنسے پایا جاتا تہا کہ وہ اپنے وقت میں بیٹی سے زیادہ خوبصورت نہیں تو اتنی ہی حسین تو ضرور رہی ہونگی اور اسوقت جو مشابہت دونوں میں کسیقدر غور کے ساتہہ دیکہنے سے معلوم ہوتی تہی وہ اُس زمانہ میں نہایت آشکارا رہی ہوگی۔

میں (ایک خالی ریل دکہاکر) سینے کے لئے سرخ ریشم اور چاہئے تہوڑا سا ضرور منگا دیجئے۔

عطیہ خانم کی والدہ (تہیلا جو گردن میں پڑا ہوا تہا اُسمیں سے ایک بہرا ہوا کیسہ نکالکر اور اپنی وسیع گود میں چہپاکر) — ایک پیاسٹر کافی ہوگا؟

میں — (روکہے پن سے اس لئے کہ اُنکے لالچ اور بخل سے تنگ آگئی تہی)۔ ممکن نہیں۔ آپکو پانچ پیاسٹر دینے ہونگے۔

ایک لحظہ وہ چپ چاپ تہیلے کی طرف دیکہتی رہیں اور پہر پیاسٹر نکالکر میری طرف پہینکدیے

عطیہ خانم کی والدہ (منہ بگاڑ کر) یہ تو لیکن میں چاہتی ہوں کہ ریشم کی ذرا احتیاط کرو تمہارا تو ایسا خیال معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرے پاس خزانہ چھپا ہوا ہے۔

میں نے صرف شانے ہلائے اور خاموش ہو رہی۔ دل تو یہی چاہتا تھا کہ تمام سینا پرونا انکے سر پر پھینک ماروں اور چلی جاؤں لیکن عقل مانع ہوئی اور میں بیٹھی سیتی رہی۔

عطیہ خانم کی والدہ۔ تمہیں کچھ اور بھی خبر ہے؟ عزت پاشا ابھی آئے تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ نافذ بے قسطنطنیہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور کل تک یہاں پہونچ جائینگے۔ بلکہ ممکن ہے کہ آج ہی سہ پہر تک آجائیں۔ معلوم نہیں دیکھنے سننے میں کیسے ہیں کیا خوبصورت ہیں؟

میں (حتی الامکان آواز سنبھال کر اس لئے کہ میرا دل دھڑک رہا تھا اور سر گھوم رہا تھا) جی ہاں بہت خوبصورت ہیں۔

کم از کم سو مرتبہ وہ مجھ سے یہی بات پوچھ چکی تھیں اس لئے کسیقدر امید میرے دل میں پیدا ہوئی کہ شاید اور سوال وہ اسی قسم کے نکرینگی لیکن آہ مجھے نا امیدی ہوئی۔

عطیہ خانم کی والدہ (ذرا دیر بعد)۔ تم کہتی ہو کہ انکے بال بھورے ہیں کیوں یہ تعجب کی بات ہے یا نہیں اس لئے کہ صفیہ خانم کے بال سیاہ ہیں؟

میں (جلدی سے تاگا توڑ کر) وہ انکی طرح نہیں ہیں۔

اس موقع پر صفیہ خانم آموجود ہوئیں اور پاس آکر مجھے محبت سے پیار کیا۔

صفیہ خانم (ہلکی آہ کھینچکر) میری چھوٹی سی ہاجرہ۔ کیا تھک گئیں؟ نافذ بے آج سہ پہر کو یہاں پہونچ جائیں گے اور یہ قصہ بہت جلد تمام ہو جائیگا۔

عطیہ خانم کی والدہ (گھبرا کر) میں نہایت ہی خوش ہوں۔ کیا انھوں نے کسیکو اپنے آنے کی خبر دینے کے لئے بھیجا ہے؟

صفیہ خانم - ہاں ایک آدمی آیا ہے -

میں کھڑی ہوگئی اور بیاسے ستر لیکر ریشم منگانے کے لئے چلی - مجھے سب سے علیحدہ اور محض اپنے خیالات کے ساتھ تنہا رہنے میں بہت خوشی معلوم ہوتی تھی - دوسری وجہ میرے اسوقت وہاں سے آنے کی یہ تھی کہ صفیہ خانم عام طور پر اُس مکان میں زیادہ نہیں ٹھہرتی تھیں اور حسین بے کا اپنی ماں سے ملنے کے لئے آنے کا یہی وقت تھا - جب سے میں اس مکان میں آئی تھی اور صفیہ خانم کے ہمراہ رہنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا حسین بے اور زیادہ گستاخ ہوگیا تھا اور اُسکی بیجا حرکتوں کو روکنے کیلئے مجھے خون پی پی کر رہنا پڑتا تھا - جبتک کہ ریشم آیا میں اپنے ہی کمرے میں رہی اور اُسے لیکر واپس جارہی تھی کہ راستہ میں عطیہ خانم کی والدہ ملیں -

عطیہ خانم کی والدہ (گھبرا کر) ہاجرہ چلو - نافذ بے آیا ہی چاہتے ہیں اور ہم سب کے سب انہیں جھانکنے جا رہے ہیں - حافظ پاشا کے کمرے کی کھڑکیوں سے باہر کا صحن خوب دکھلائی دیتا ہے -

میں چپ چاپ اُنکے پیچھے ہولی اور حافظ پاشا کے کمرے میں گئی جہانکہ ہر کھڑکی پر عورتوں کا مجمع تھا اُنکے سونے کے کمرے تک کو خالی نہ چھوڑا تھا - حالانکہ وہ وہاں بے بس اور بیہوش پڑے ہوئے تھے - میں نے چاروں طرف نظر کی اور گو دو تین کھڑکیوں کے قریب میرے لئے جگہ کردیگئی لیکن حافظ پاشا کی یہ حالت دیکھکر مجھے وہاں کھڑا رہنا بہت بیجا معلوم ہوا اور چلے آنے ہی کو تھی کہ مجھے یاد آیا کہ نیچے ایک چھوٹی سی کوٹھری اسباب وغیرہ رکھنے کی تھی جس سے باہر کا صحن اچھی طرح نظر آتا تھا - یہ سوچکر میں نیچے دوڑ گئی اور دروازہ کھول اندر داخل ہوئی - کوئی اور بھی میرے پیچھے پیچھے اس کوٹھری میں آ گیا تھا پھر کر جو دیکھا تو عطیہ خانم تھیں

عطیہ خانم - (گھبرا کر) - مہربانی ہو جو کسی سے کہو نہیں میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ کس طرح کے ہیں اور یہ نہیں چاہتی کہ لوگ جان لیں کہ میں یہاں سے جھانک رہی ہوں -

میں نے بانچہ کے سنے انہیں جگہ دی اور ہم دونوں کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر شاگرد
دا سے دروازہ کو دیکھنے لگے جہاں عزت پاشا کے سب بھائی نافذ بے کے استقبال کے
لئے جمع تھے۔

عطیہ خانم (دھیمی آواز سے) حسین اور عادل انکے لئے گاڑی لیکر گئے ہیں اور عزت پاشا اندر ہیں
میں نے تعجب کے ساتھ انکی طرف دیکھا۔ وہ نہایت گھبرائی ہوئی تھیں اور خوشی سے انکی آنکھیں
جھک رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے اپنے آپ سے رتبہ میں کم سمجھکر کسی قسم کی شرم
وحیا کرنا ضروری نہیں سمجھتی تھیں۔

گاڑی کی آواز سنکر ہم دونوں اُدھر مخاطب ہوئے اور جھک کر باہر دیکھنے لگے گاڑی قریب
پہونچکر دروازہ کی طرف مڑی تو اسمیں تین شخص بیٹھے ہوئے معلوم ہوئے جس کھڑکی کے
پاس ہم کھڑے تھے وہاں سے دروازہ صاف دکھلائی دیتا تھا جب نافذ بے اترے اور
اپنے نئے رشتہ داروں سے صاحب سلامت کرنے لگے تو وہ مجھ سے اسقدر نزدیک تھے
کہ کھڑکی کھولکر میں چاہتی تو ہاتھ بڑھا کر انہیں چھو سکتی تھی۔ انکی پشت میری طرف تھی اس لئے چہرہ
نہیں دیکھ سکی لیکن انکی گفتگو صاف سنائی دیتی تھی اور جو ہیں وہ پرانی دلفریب آواز جس سے
میں ایسی اچھی طرح آشنا تھی کان میں آئی میں نے مجبور ہو کر اپنا سر کھڑکی پر رکھدیا تاکہ عطیہ خانم میرا
چہرہ نہ دیکھ سکیں۔

نافذ بے۔ (سعید بے کے سوال کے جواب میں) ہاں میں گھوڑے پر آیا کہیں یہ نہ سمجھنا
کہ اونٹ پر آیا ہونگا۔ صرف ایک مرتبہ اونٹ پر سوار ہوا ہوں اور قسم کھائی ہے کہ اور کبھی ایسا
نہ کرونگا۔ اسوقت عزت پاشا باہر آگئے اور ایسی خندہ پیشانی اور خوش مزاجی سے ان سے
ملے جو کہ وہ ہمیشہ سوائے اپنے خاندان کے لوگوں کے اور سب کے ساتھ برتتے تھے۔

عزت پاشا۔ بہت تھک گئے ہو گے۔ آؤ تھوڑی دیر آرام کرلو تو پھر تمہیں تمہاری ہمشیرہ

کے پاس لے چلوں۔

نافذ بے - میں تو ابھی چلنے کے لئے مستعد ہوں - اُنہیں دیکھے ہوئے اتنی مدت ہوئی کہ اتنا ہی یاد نہیں کہ اُنکی کیسی صورت و شکل ہے اور اس لئے ان کے دیکھنے کا بیحد مشتاق ہوں - لیکن پہلے مہربانی فرما کر کسی شخص کو میرے اسباب کی نگرانی کے لئے بیجھ دیجئے - میں ایک نوکر اسباب کے ساتھہ مدینیہ چھوڑ کر آیا ہوں اور کہہ آیا ہوں کہ جیسے ہی راستہ کی حفاظت کے لئے سپاہی ملیں وہ یہاں پہونچ جائے -

عزت پاشا نوکروں کو حکم دینے کے لئے مڑے تو نافذ بے ذرا آگے بڑھکر ایک ستون سے لگ کر کھڑے ہو گئے - ان کا چہرہ اب میری طرف تہا - پیشتر کی بہ نسبت دبلے اور زرد ہو گئے تہے اور پیشانی پر دو چار خط ابھی معلوم ہوتے تہے جو کہ پہلے نہ تھے - ایک لحظہ بعد عزت پاشا اُنکی طرف مخاطب ہوئے -

عزت پاشا - آؤ میں چلنے کے لئے تیار ہوں -

یہ کہکر دونوں ایک ساتھہ صحن میں سے ہوکر جانے لگے جب تک نظر نے کام کیا میں نافذ بے کو دیکھتی رہی - عطیہ خانم چلی گئی تہیں - اس لئے کہ اُنکو خوف تہا کہ کہیں لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے کہ وہ وہاں تہیں - میرا دل اُسوقت بیطرح بہر آیا تہا اور چونکہ تنہا تہی اس لئے اپنی طبیعت کو روکنے کی بہی ضرورت نہ تہی پس زمین پر لیٹ گئی اور خوب آنسوؤں سے اپنا منہ دہویا صفیعہ خانم کچھہ ہی کیوں نکرتیں مجھے کسی طرح یقین نہیں ہوتا تہا کہ میری موجودگی نافذ بے پر ظاہر نہ ہوگی کیونکہ یہ ممکن نہ تہا کہ اُنکے کسی دیور سے نافذ بے کو یہ بات معلوم نہو جاتی اس لیے اتنے نوبرس کے بعد اُنکی ملاقات کی اس نئی آزمائش کے لئے میں اپنے آپکو ہمت دینے لگی گو وہ یہاں ایک دوسری عورت سے شادی کرنے کے لئے آئے تہے تاہم مجھے یقین تہا کہ اُنہیں مجھہ سے ابتک ویسی ہی محبت تہی - ساتہہ ہی یہ بہی سمجھتی تہی کہ اب یہ معاملہ اسقدر طول کھینچ گیا تہا کہ وہ

اس نسبت کے منقطع کرنے کا کبھی خیال بھی نہ کرینگے کیونکہ اس سے اُنکی بےعزتی ہوگی لیکن
میں جانتی تھی کہ جسوقت اُن سے مجھہ سے ملاقات ہوگی وہ میرے لئے ایک سخت مصیبت
کی گھڑی ہوگی پس اس بات کی کوشش کرنے لگی کہ مجھے خدا اتنی طاقت و ہمت دیدے
کہ میں آسانی سے اس امتحان میں کامیاب نکلوں - دوسرے روز میں نہایت اضطراب کے
ساتھہ صفیہ خانم کے آنے کی منتظر رہی چونکہ یہ دریافت کرنا چاہتی تھی کہ اُن کے دل پر نافذ نے
کیسا اثر کیا - آخرش وہ آئیں اور خوش قسمتی سے مجھے تنہا پایا اس لئے کہ عطیہ خانم کی والدہ
اُسوقت میرے پاس نہ تھیں - لیکن ظاہراً زیادہ باتیں کرنے کو اُنکا دل نہیں چاہتا تھا اور
کسیقدر پریشان معلوم ہوتی تھیں -
صفیہ خانم (کسیقدر ہچکچا کر) میری رائے میں آدہم نے نافذ کے ساتھہ منصفانہ برتاؤ
نہیں کیا - نافذ کو تم سے بڑی گہری محبت ہے - نہ تو اُنہوں نے مجھہ سے اپنے دل کا حال کہا
ہے اور نہ وہ ایسے افسردہ خاطر معلوم ہوتے ہیں بلکہ برخلاف اسکے بظاہر نہایت ہی خوش
ہیں لیکن میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ یہ سچی خوشی نہیں ہے اور وہ محض ظاہرداری برت رہے ہیں
اور کچھہ ہو یا نہو بچوں سے اُنہیں نہایت الفت ہے اور ابھی سے میرے بچے اُن سے
بیحد محبت کرنے لگے ہیں (پھر جلدی سے) اور میری رائے میں بہتر ہو کہ تم بھی وہیں چلی
آؤ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ تم یہاں ہو -
میں (متعجب ہوکر) - اُن سے کس نے کہا ؟
صفیہ خانم - زیبا نے - جیسا میں ابھی کہہ چکی ہوں زیبا اُن سے بہت ہل گئی ہے -
پہلے اُس نے اُنہیں وہ کتاب دکھایا پھر جو ٹوکری تمنے بنائی ہے لاکر دکھلائی اور ساتھہ ہی یہ بھی
کہدیا کہ ہاجرہ نے تیار کی ہے - تمہارا نام سنتے ہی وہ چونک پڑے اور گو میں نے جلدی
سے دوسرا ذکر چھیڑ دیا تاہم وہ کب ماننے والے تھے - زیبا سے پوچھا ہاجرہ کون ہیں کہاں سے

آئی ہو۔ اُس نے صاف صاف کہدیا کہ تم میری دائی کی نواسی ہو اور قسطنطنیہ سے آئی ہو۔ اسکے بعد میرے شوہر نے اس بیان کی تصدیق کی اور تمہارے آنے کی ٹھیک تاریخ بھی بتادی نافذ نے اُسوقت کچھہ نہ کہا لیکن جب ہم سب سونیکے لئے رخصت ہونے لگے تو اُنہوں نے مجھسے چپکے سے دریافت کیا:-

"اُس بیچاری لڑکی کو آپنے کہاں چھپا رکھا ہے؟ مہربانی کرکے آپ مجھے ویسا نہ تصور فرمائیں جیسا کہ اوہم سب نے رنگا ہے اور اُس غریب کو بند نکر رکھیں میں وہ نہیں ہوں جو کہا جاؤنگا میری جانب سے آپ کسی قسم کا خوف نہ فرمائیں جو کچھہ میں کر رہا ہوں اُس سے اب ہاتھہ کھینچنا ناممکن ہے۔

میں (اصرار کے ساتھہ) - پھر بھی کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں یہیں رہوں؟

صفیہ خانم۔ نہ۔ میری رائے میں ایک مرتبہ تم اُن سے ملاقات کرلو گو یہ ضرور ہے کہ جب تک اُن کی شادی ہو لے تم رات کو یہیں رہنا۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص جانتا ہے تمنے اُنکے مکان میں پرورش پائی ہے اس لئے اگر تم اُن سے ملاقات نہ کروگی تو لوگ سمجھینگے کچھہ دال میں کالا ہے میری پیاری ناجرہ میں جانتی ہوں تمہارے لئے سخت مشکل کا سامنا ہے لیکن کیا تم سمجھتی ہو کہ اسے برداشت نکر سکوگی؟

میں (ہچکچاکر) - اچھا میں کوشش کروں گی - تو پھر کب چلوں؟

صفیہ خانم - آج ہی - جیسے ہی میں یہاں سے جاؤں تم چلی آؤ اور ذرا ہمت کرکے کہدینا کہ نافذ بے سے ملنے جاتی ہوں -

کچھہ دیر بعد وہ رخصت ہوئیں اور میں اُٹھکر کھڑکی کے پاس کھڑی ہوگئی جس بات سے میں ڈرتی تھی وہ پیش آہی گئی اور اُسپر طرہ یہ کہ قبل از وقت - میں سوچ سوچ کر خود بخود دل بیٹھا جاتا تھا اور کسی طرح ہمت نہیں بڑھتی تھی - لیکن چارہ ہی کیا تھا جب کسی طرح ہو نافذ سے ملنا ہی تھا - اُسیوقت

حافظ پاشا کی بی بی آگئیں اور میں نے اُن سے کہدیا کہ دوسرے مکان میں جاتی ہوں۔
میں (خشک بھاری آواز سے جسکو میں مشکل سے اپنی کہہ سکتی تھی) میں نافذبے سے
ملنے جاتی ہوں۔

عطیہ خانم کی والدہ - جاؤ اور جو کچھ تم سے گفتگو ہو مجھے آکر سنانا حسین کہتا ہے وہ بڑے
خوش طبع ہیں اور خود عزت پاشا اُن سے بہت خوش ہیں۔

میں نے کچھ جواب نہ دیا اور روانہ ہوئی صفیہ خانم کے باغ کے دروازہ پر پہونچکر میرے ہاتھ ایسے
کانپنے لگے کہ دروازہ کھولنا مشکل ہوگیا لیکن مکان تک پہونچتے پہونچتے اور نافذبے کو حسین بے
اور صفیہ خانم کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھا دیکھکر میری طبیعت ٹھکانے ہوگئی اور میں دل پختہ
کرکے اُنکی طرف بڑھی - پھر بھی آنکھ اوپر کرنے کی مجھے ہمت نہ ہوئی اور جب بہت ہی قریب
پہونچگئی تب میں نے دیکھا کہ نافذبے مجھے دیکھکر کھڑے ہوگئے تھے جسکی وجہ سے حسین بے
کو سخت تعجب ہوا۔

نافذبے (جلدی سے) - کیا ماجرہ ہیں؟

حالانکہ اُنہوں نے بہت سنبھل کر یہ سوال کیا تھا تاہم اُنکی آواز کسیقدر کانپتی تھی جسے سنکر میرا
جسم سنسنانے لگا - میں نے اُنکے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا چونکہ میں جانتی تھی کہ اُن کو اس سے
سخت نفرت تھی - اس لئے صرف صاحب سلامت کی - اُنہوں نے میرے سلام کا جواب
دیا اور کرسی میری طرف بڑھا دی -

نافذبے - بیٹھ جاؤ -

میں چپ چاپ بیٹھ گئی - اب تک مجھے اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اُنکی طرف دیکھتی لیکن
اُسوقت بیساختہ یہی طبیعت چاہی کہ جرأت کرکے اُنہیں نظر بھر کے دیکھوں چنانچہ میں نے
ایسا ہی کیا پیچ و پیچ ہوئے وہ فکر و تشویش سے سلگا رہے تھے - چہرہ زرد ہو رہا تھا

اور جس ہاتھ میں کہ جلتی ہوئی دیا سلائی تھی وہ کانپ رہا تھا۔

نافذ بے (میری طرف پھر کر اور آنکھیں ملاکر)۔ کیوں ناجرہ۔ اب تو پھر تم اناطولیہ آگئیں اپنے گانوں کش آغاز کو بھی جاکر دیکھا یا نہیں ؟

میں ۔ (اگلی طرح میں نے بھی اطمینان کیساتھ گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن بُری طرح ناکامیابی ہوئی) جی نہیں ۔ یہاں سے بہت دور ہے ۔

نافذ بے ۔ یہ صحیح ہے لیکن کبھی تو جاکر دیکھہ آنا چاہئیے ۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ میں وہاں گیا تھا ۔

حسین بے (متعجب ہوکر)۔ کش آغاز ؟ جب آپ اُس سے ہزار درجہ بہتر مقامات کی سیر کرسکتے تھے تو وہاں کیوں گئے وہ تو صرف ایک چھوٹا سا گانوں ہے ؟

نافذ بے ۔ اسیں کچھہ شک نہیں کہ بہت ہی چھوٹا گانوں ہے بلکہ مشکل سے گانوں بھی کہا جانیکا مستحق ہے کیونکہ اُسمیں پہاڑ کے کنارے کنارے صرف کوئی دس مکان ہونگے ۔

حسین بے ۔ میں تو کبھی ایسی جگہہ جانا پسند نکروں ۔ میرے نزدیک تو وہاں آپکی طبیعت بیحد گھبراتی ہوگی ۔

نافذ بے ۔ بڑی خاموش جگہہ ہے اور چونکہ میں صرف ایک ہی رات وہاں رہا اس لئے دل گھبرانے کا موقع نہ ملا ۔ دوسری چیزوں کے مقابلہ کرنے میں ہمیشہ لطف آتا ہے اور چونکہ میں وہاں سیدھا مانچسٹر کارلو سے گیا تھا بس یہ معلوم ہوا کہ گرم حمام سے نکلکر سرد حمام میں آگیا جہاں کہ سردی اتنی سخت تھی کہ جم جانے کا خوف تھا ۔

سعید بے (جو ابھی آکر بیٹھے تھے)۔ کیا حال میں ہی آپ یوروپ تشریف لیگئے ہیں ؟

نافذ بے ۔ جی ہاں ۔ میں نے چار مہینہ کی رخصت لی تھی اور یہی بہتر سمجھا کہ اس عرصہ میں پھر چلکر کسیقدر دنیا دیکھہ لوں ۔ ایک مہینہ پیرس میں قیام کیا اور باقی تین مہینہ جرمنی اور سوئٹزرلینڈ

کی سیر کی اور آخر میں کشّ آغاز آیا - ایک وجہ یہاں ایک مہینہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکنے
کی اس لئے یہ بھی ہے کہ اس سال میں رخصت لے چکا ہوں اور یہ ایک مہینہ بھی تب ملا
جبکہ میں نے بیان کیا کہ شادی کے لئے اس کی ضرورت ہے -
یہ کہکر وہ کتے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے لئے جھکے اس لئے میں اُنکا چہرہ نہ دیکھ سکی -

نافذ بے - (حسین بے سے مخاطب ہوکر) - یہاں شکار کیسا ملتا ہے ؟

حسین بے - جی اچھا ہے - لیکن یہ موسم نہیں ہے -

نافذ بے - ہاں - میں جانتا ہوں اور سچ تو یہ ہے میں خوش ہوں کہ یہ موسم شکار کا
نہیں ہے مجھے یورپ کا شکار نہایت پسند ہے اس لئے کہ وہاں دن بھر کی تکلیف کے بعد
رات کو آرام کے لئے جگہ ملجاتی ہے - میرے ذوق و شوق کا یہ حوصلہ کہاں کہ تمام دن شکار
کے پیچھے خاک چھاننے کے بعد رات کو صرف گھاس کے بچھونے اور اگر قسمت نے زیادہ زور
کیا تو چھوٹے سے غلیظ جھونپڑے کا متحمل ہو سکے اور صاف بات تو یہ ہے کہ شکار کی دو چار
چڑیاں رات کے آرام اور عمدہ کھانے کی تلافی نہیں کر سکتیں -

صبیحہ خانم - (ہنسکر) - کیسے شکم پرست ہو! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم ایسے نفیس طبع ہو تو
اپنے انتظام خانہ داری کی خوش اسلوبی پر حرف آنے کے خوف سے بیمار ہو جاتی -

نافذ بے - بڑی غلطی کرتیں اس لئے کہ تم ہو کس ماں کی بیٹی - ممکن نہیں کہ تمہاری خانہ داری
پر کوئی حرف لا سکے - خیر یہ تو سب کچھ ہے تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ والدہ کی طبیعت کسی قدر
ناساز ہے ؟

صبیحہ خانم - میں نہیں جانتی - کیا زیادہ خراب ہے ؟

نافذ بے - میں کہہ نہیں سکتا - آجکل وہ نہایت عمر رسیدہ معلوم ہونے لگی ہیں گو اور کسی
نے ابھی تک اسے معلوم نہیں کیا ہے - یورپ کے سفر کے بعد جو میں مکان واپس آیا

تو اُن کی بدلی ہوئی شکل دیکھکر مجھے سخت تعجب ہوا جتنی اُنکی عمر ہے اُس سے تیس برس
اور زیادہ معلوم ہوتی تھی پیشتر کی طرح اب مضبوط بھی نہیں ہیں گو وہ اسکی شکایت نہیں کرتیں۔
یہاں آنے سے پہلے میں نے اباجان سے اسکا ذکر کیا اور اُنہوں نے اقرار کیا کہ اس سے پیشتر
کبھی اُنکو اس کا خیال نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی وہ سمجھے کہ اماجان کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ اُنہوں نے
فوراً ڈاکٹر بلایا لیکن اماں جان نے علاج سے صاف انکار کیا۔ میرے نزدیک تو وہ عادلہ
کے زیر علاج ہیں اس لئے کہ وہ ہمیشہ ڈاکٹری نسخوں پر اُن بڑی بی کی دوائیوں کو ترجیح دیتی
آئی ہیں۔
میں نے کسیقدر اضطراب کے ساتھ اُنکی طرف دیکھا۔ یہ بیماری کہیں اُس رنج کے سبب
سے تو نہ تھی جو کہ اُنکو اپنے پیارے بیٹے کی مخالفت کی وجہ سے ہوا تھا؟ شاید نافذ بے کو بھی
یہی خوف تھا اس لئے وہ ذرا متفکر معلوم ہوتے تھے۔
میں یہ کیسی بیماری ہے؟
نافذ بے (میری طرف جلدی سے مڑکر اور افسردہ ہوکر) میری سمجھ میں مطلق نہیں آتا
لیکن بظاہر اُنہیں کوئی دل کا عارضہ معلوم ہوتا ہے نہیں تو یاد ہوگا کہ اُنہیں کبھی کبھی تشنج
ہو جایا کرتا تھا۔ اگر اباجان اُنہیں ڈاکٹر کا علاج کرنے پر مجبور کریں تو بہتر ہو۔ لیکن دعا کرو کہ
میرا خیال غلط ہو۔ بچے کیا کر رہے ہیں؟
میں۔ اُستاد کے پاس ہیں کھانے کا وقت آگیا ہے ابھی آتے ہونگے۔
نافذ بے۔ کیا کھانے کا وقت آگیا؟ تو اب میں جاتا ہوں تمہارے شہر کے ایک بڑے
رئیس نے آج میری دعوت کی ہے۔ کوئی شیخ یا ایسا ہی کچھ تو عزت پاشا کہتے تھے چونکہ میں
تازہ قسطنطنیہ سے آیا ہوں اس لیے شاید میری اسقدر آؤبھگت ہورہی ہے۔ مجھے
تو اس بات کی بڑی جستجو ہے کہ کیا وجہ ہے جو دارالسلطنت کے اشخاص جلوہ بجات کے

لوگوں سے زیادہ لایق اور بہتر سمجھے جاتے ہیں جس ملک میں میں گیا وہاں کا یہی انداز دیکھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سرزمین روم کے ایک خاص خطہ میں پیدا ہونے کا یہ نتیجہ کیوں ہو کہ اس خطہ کے لوگ دوسرے خطہ کے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ ظریف اور قابل تصور کئے جائیں۔

یہ کہکر وہ کھڑے ہو گئے اور میری طرف دیکھکر کہنے لگے۔

"ہاجرہ! شاید پھر تم سے آج ملاقات نہ ہو اس لئے کہ میں نے سنا ہے تم دوسرے مکان میں آجکل مصروف رہتی ہو۔ (کسیقدر آہستہ سے) اپنی طاقت سے زیادہ کام نکرو کیونکہ تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جہاں کہیں کسی کام کی ضرورت ہوتی ہے تم دل وجان سے اُسے کرنے کو مستعد ہو جاتی ہو لیکن جس طرح مکان پر مروت کی وجہ سے کچھہ نہیں کہتی تھیں یہاں ایسا نکرنا"

اس کے بعد نہایت جلدی سے اُنہوں نے مجھہ سے ہاتھہ ملایا اور اُسے کسیقدر دبا کر چھوڑ دیا اور رخصت ہوئے۔

باب پانزدہم

شادی کا سب سامان تیار تھا۔ دولہن کا تخت بن ہی چکا تھا۔ نوشہ کا جوڑا سی لیا گیا تھا رقعے تقسیم ہو چکے تھے۔ کابین نامہ بھی کل تحریر ہو چکا تھا اور میں اپنی آسمانی رنگ کی ریشمی پوشاک میں آخری ٹانکے لگا رہی تھی جو کل شادی کے روز مجھے پہننی تھی۔ اُسے بھی ختم کر کے میں نے تہ کر کے رکھدیا اور ہاتھہ باندھکر بیٹھہ گئی۔ چونکہ میرے سر میں درد بہت تیز تھا میں اپنے کمرے

میں شام ہی سے چلی گئی تھی اور اندر سے قفل لگا دیا تھا - آج کی شب دیر تک سب سے گفتگو کرنا بہتر نہ تھا - اس لئے کہ کل کے روز مجھے اپنی تمام ہمت وطاقت درکار ہوگی - اور آج بات چیت کرنے سے اپنی طبیعت پر قادر رہنے کی قوت پہلے ہی سے زائل ہو جائیگی - مجھ سے نافذ بے سے صرف وہی ایک ملاقات نہیں ہوئی جبکا کہ اخیر باب میں ذکر ہوا ہے -
اب چونکہ یہ معلوم ہوگیا تھا کہ میں اُن کے سامنے ہوتی ہوں اس لئے اکثر صفیہ خانم کے مکان میں مجھے جانے کی ضرورت ہوتی تھی اور اس ذریعہ سے اُن سے کئی مرتبہ ملنے کا اتفاق ہوا لیکن جو طریقہ ملاقات کا اُنہوں نے شروع سے اختیار کیا تھا اُس سے سر مو فرق نہ ہوا اور مجھ سے کچھ ایسی محبت آمیز بے تکلفی سے پیش آتے تھے کہ بظاہر تو بہت کچھ معلوم ہوتی تھی لیکن دراصل اُسکا کچھ مطلب نہ ہوتا تھا ایک مرتبہ بھی اُنہوں نے گذشتہ معاملات کی طرف اشارہ نہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے انکار پر اُنہیں صبر آچکا تھا - اور اُسی کے مطابق وہ برتاؤ کرتے تھے - اپنی جانب میں نے بھی اُن ہی کے برتاؤ کی نقل اُتاری تھی اور ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھکر کسی کو مطلق خیال نہیں ہوسکتا تھا کہ ہم میں اور کسی قسم کا بھی کوئی تعلق تھا یا نہیں -
میں اُٹھی اور کھڑکی کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی - میری طبیعت میں اُسوقت یہ جنون پیدا ہوا کہ اس سے پہلے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوسرے کی ہوجائیں ایک بار اُنہیں اور دیکھ لوں - اور اس جنوں نے ایسا جوش پیدا کیا کہ اتنی تاب ہی نہ رہی کہ اپنی اس حماقت پر غور کرتی فوراً کھڑکی کی جالی علیحدہ کر باغ میں اُتر گئی اور دروازہ کے پاس جاکر اُسے آہستہ سے کھولا اور جھانکنے لگی -
برآمدہ میں ایک لیمپ روشن تھا اور اُسکی روشنی دو شخصوں پر پڑ رہی تھی جو اُسوقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے - اندھیری رات تھی اس لئے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور درخت بالوط

کے نیچے جاکر چپ چاپ بیٹھ گئی - برآمدہ سے میں استنے فاصلہ پر تھی کہ وہاں کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی لیکن پھر بھی میں نے اتنا پہچان لیا کہ وہاں صفیہ خانم اور نافذ بے بیٹھے ہوئے رات کی ٹھنڈی ہوا سے رہے ستے - سرخ گلاب کا ایک درخت میرے اور اُنکے درمیان تھا جسکی وجہ سے میں اُن کی نظروں سے پوشیدہ تھی - ظاہرا دونوں بات چیت کرتے نہیں معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ نافذ بے ایک آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے ستھے - دونوں ہاتھ سر کے نیچے تھے پیر سامنے ایک تپائی پر رکھے ہوئے تھے اور آنکھیں سامنے گلاب کی بیل پر جمی ہوئی تھیں جو کہ پھولوں سے لدی ہوئی تھی اور بیل کر برآمدہ کو بالکل چھپائے ہوئے تھی -

میں نے اُنکی طرف نہایت اشتیاق سے دیکھا - کل یہ قصہ تمام ہوجائے گا اور میری آخری اُمید کی کلی جو کہ ابتک خود بخود میرے دل میں تازہ تھی بالکل خشک ہوجائے گی شادی ہوتے ہی ایک ہفتہ کے بعد وہ قسطنطنیہ چلے جائیں گے - میرے تمام ارمان دل کے دل ہی میں رہ جائینگے اور جب نافذ بے اور عطیہ خانم کے خط آیا کرینگے اور صفیہ خانم اُنہیں پڑھکر سنایا کرینگی میرا زخم پھر تازہ ہوجائیگا اور اُسمیں ہمیشہ ایک نیا درد پیدا ہوا کریگا - میں پھر وہی کسلائی کی کسلائی رہ جاؤں گی اور میری تمام عمر حالت تجرد میں گذرے گی گو اس ایک دم کی خوشی کی یاد ضرور باقی رہے گی - یہ سوچ کر میں نے گردن جھکالی اور آہستہ آہستہ آنسوؤں کا دریا بہایا - میرا دل بیساختہ یہی چاہنے لگا کہ اُسوقت میں اُنکے سینے سے لگی کھڑی ہوتی اُنکے شانے پر میرا سر رکھا ہوتا اور اُنکی آنکھوں کے سامنے رو رو کر اپنا درد دور کرتی !

اسمیں پھر شک ہی کیا تھا ؟ اس لئے کہ اگر اس معاملہ میں تقدیر یاوری بھی کرتی تو یہ آخری ملاقات اس انداز کی ہوتی - کیونکہ نافذ بے اور عطیہ خانم کی شادی خدا ہی کی طرف سے کوئی بات ہو تو اب رُک سکتی تھی - دوسرے عطیہ خانم کے لئے بھی یہ مناسب نہ تھا کہ جو خوشی کا لبریز پیالہ اُنہیں ہمیشہ کے لئے ملنے والا تھا اُس سے ایک قطرہ مجھے دینے میں دریغ کرتیں -

برآمدہ کی طرف سے ایک آواز آئی تو میں نے سر اُٹھایا نافذ بے گھبرائے ہوئے اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے اور جیسا کہ نوشہ کو خوش ہونا چاہیئے ویسے ہرگز نہیں معلوم ہوتے تھے ایک لحظہ بعد اُنکی ہمشیرہ بھی کھڑی ہوگئیں اور دونوں باغ میں چلے آئے۔

نافذ بے (افسردگی سے) بہتر ہے کہ تم دوسرے مکان میں چلی جاؤ ورنہ دولہن کے بھائیوں میں سے کوئی ضرور آکر مجھے دق کرے گا۔ خدا سے یہی دعا ہے کہ میری بی بی اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرح نہ ہو۔ میں نے اس سے پیشتر کبھی ایسے بیہودہ و بدتمیز لڑکے نہیں دیکھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عزت پاشا کے بھائی ایسے کیوں ہوئے۔

صینیہ خانم۔ (آہ کھینچکر) سچ کہتے ہو۔ یہ لڑکے اچھے نہیں ہیں۔ لیکن اُن بیچاروں کا بھی چنداں قصور نہیں۔ اس لئے کہ جب سے پیدا ہوئے یہیں رہے اور اُنکے والد اسقدر مخدوش ہیں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت اچھی طرح نہیں کر سکے۔ لو اب میں جاتی ہوں لیکن تم اکیلے کیا کرو گے؟

نافذ بے۔ میری فکر نہ کرو میں مردانخانہ میں جاکر سگرٹ پیونگا۔ اور اسی ذریعہ سے غم غلط کرکے سو جاؤں گا۔ آج کی شب میں کچھ ایسا افسردہ خاطر ہوں کہ کسی کو میری صحبت میں لطف نہیں آنے کا۔

صینیہ خانم۔ اچھا تو خدا حافظ۔

دونوں نے ایک دوسرے کو پیار کیا اور صینیہ خانم رخصت ہوئیں۔ ذرا دیر نافذ بے خاموش کھڑے رہے اور پھر سگرٹ سُلگا کر وہ بھی چلے گئے اور میں تنہا رہ گئی۔

میں اُسی درخت کے نیچے بیٹھی رہی اس لئے کہ وہاں سے جانے کے خیال سے مجھکو نفرت تھی۔ ہوا بھی ٹھنڈی اور فرحت بخش تھی لیکن تھوڑی دیر بعد میں بھی وہاں سے اُٹھی اور برآمدہ کے پاس جاکر ایک بینچ پر لیٹ گئی اور اپنے خیالات میں محو ہوگئی میں اُس وقت نافذ بے کی

وہ گفتگو یاد کر رہی تھی جو کہ مجھ سے شب کے وقت اُلو کے شکار کے بعد تالاب کے کنارے
ہوئی تھی اور اُنکے پختہ وعدوں کو نہایت افسوس کے ساتھ دل ہی دل میں دوہرا رہی تھی۔
افسوس وہ سب وعدے کیا ہوئے! کل اُنکی شادی کا دن تھا! کیا ذرا اور وہ نہیں ٹھہر سکتے تھے؟
پورا ایک سال بھی نہیں گذرنے پایا کہ دوسری جگہ شادی ٹھیک ہو گئی! جو رکاوٹیں کہ میرے
ساتھ شادی کرنے میں پیش آئیں اُن کے مقابلہ سے وہ کسقدر جلد پیچھے ہٹ گئے! کم
از کم اُنہوں نے میری تلاش تو کی ہوتی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے ارادے پر قائم رہتے
تو نصر اللہ پاشا اخیر میں مجبور ہو کر اجازت نہ دیتے؟ سوائے اسکے کہ اُنکے والدین کی مرضی
نہ تھی اور کوئی اعتراض کسی نے نہیں کیا حالانکہ اسوقت جو دیوار وہ میرے اور اپنے بیچ میں
ہمیشہ کے لئے کھڑی کر رہے تھے یہ خاص اُنکا اپنا کام تھا۔ اگر وہ خود ہی راضی نہ ہوتے
ہوتے تو کوئی اُنکو عطیہ خانم سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

یکایک کسی کے پیر کی آہٹ مجھے معلوم ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ کوئی میرے پاس آکر کھڑا
ہو گیا۔ میں نے جلدی سے سر اُٹھا کر دیکھا اور گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس لئے کہ یہ حسین بے تھا۔

حسین بے۔ (مسکرا کر) یہاں اسوقت کیا کر رہی ہو؟ میں نے تو سنا تھا کہ تمہاری طبیعت
اچھی نہیں ہے اور اسی لئے تم جلد سونے چلی گئیں۔

میں (روکھے پن سے) اسی طرح باغ میں چلی آئی۔

میں نے دیکھا کہ وہ نشہ میں ہے اس لئے دل سے چاہتی تھی کہ جسقدر جلد ہو سکے وہاں سے
بھاگ جاؤں۔

حسین بے۔ میرے لئے یہ اور بھی بہتر ہوا اس لئے کہ جس کام کے لئے میں آیا ہوں
اُسے ختم کرنے کے بعد تم سے بات چیت کر سکوں گا۔ عزت پاشا نے اپنی بی بی کو بلایا ہے
وہ کہاں ہیں؟

میں - دوسرے مکان میں چلی گئیں اور مجھے بھی اُنکے پاس جانا ہے - مجھے جانے دیجئے (وہ ٹھیک میرے سامنے راستہ روکے کھڑا تھا) -

حسین بولے (مجھے روکنے کے لئے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھکر) - نہیں میں نہیں جانے دونگا یہیں رہو - (پھر مظلومانہ چہرہ بناکر) یہ جفا ہے تم مجھے اس طرح کیوں جھڑکتی ہو؟

چونکہ میں نے جواب نہ دیا وہ جھک کر میرے چہرہ کی طرف بڑے غور سے دیکھنے لگا -

حسین بولے (ترغیب دلانے کے طور پر) - ناجرہ بس ایسی بیوقوف نہ بنو - آؤ ملاپ کرلیں میں تمہارا دلدادہ ہوں بس اسی سے سمجھ لو مجھے تم سے کتنی محبت ہو سکتی ہے - ایک بوسہ دیدو اور کہدو کہ تم بھی مجھے اُتنا ہی چاہتی ہو۔

دل ہی سے لی ہے ایک بوسہ تو دو

کوئی ایسی بڑی رقم بھی نہیں

میں نے پھر جواب نہ دیا اس لئے کہ میرا خون غصہ سے جوش کہا رہا تھا اور اس سے پہلے کہ کچھ کہتی اُس نے یہ کہنا شروع کیا -

وو کسیکو اسکی خبر بھی نہ ہوگی - کیا تم سمجھتی ہو میں یہ راز پوشیدہ نہ رکھ سکونگا؟ اگر تم مجھے پیار کرلو تو میں کسی سے اِسکا ذکر نہ کروں گا"

یہ کہکر اُس نے میری کمر پکڑلی - اب تو مجھے نہ رہا گیا اور اُسکا ہاتھ جھٹک کر علیحدہ کردیا -

میں (ہانپتی ہوئی) - مجھے جانے دو خبردار پھر کبھی ایسی گفتگو نہ کرنا! تمنے مجھے کیا سمجھا ہے؟

حسین بولے (ہنسکر) - کیوں پیاری خیر تو ہے - کیا ہوا؟ بس جان اب بیکار نخرے نکرو - کچھ بات بھی ہو؟ (یہ کہکر اُس نے مجھے بغل میں لے لیا اور میرے بازو کی چٹکی لی) دیکھو میں نے کیا اچھی سزا دی! اب ضرور تمہارا بوسہ لونگا چاہے تم مانو یا نہ مانو -

یہ کہکر وہ اپنا منہ میرے مُنہ کے قریب لایا اور میں حتی الوسع اپنے بچانے کی کوشش کررہی

تھی کہ باغ کی روش پر کسی کے آنے کی آواز کان میں آئی۔ اُسے سنکر وہ رُک گیا اور کچھ پس وپیش کرنے لگا۔ یہ دیکھکر میں بھاگ کھڑی ہوئی اور اس لئے اور بھی کہ نافذ بے میری طرف آرہے تھے۔ اُسوقت میں اسقدر بدحواس تھی کہ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کر رہی ہوں اور وہی مجنونانہ خیال پھر میرے دل میں پیدا ہوا کہ اُنکے آغوش میں ایک بار اور پناہ گزیں ہوجاؤں۔ بات کی بات میں اس خیال نے وہ ترقی کی کہ میں بے اختیار ہو کر اُنکے سینے سے دوڑ کر لپٹ گئی۔

میں (ہانپتی ہوئی) مجھے بچاؤ! حسین بے کی یہ مجال کہ میری آبرو لینے کی ہمت کرے! اُس سے کہدو کہ میں لونڈی نہیں ہوں جو اپنے بوسے اپنے مختلف آقاؤں میں تقسیم کرتی پھروں اسوقت میرے دل کی تمام مرادیں برآئیں۔ اِس لئے کہ نافذ بے مجھے اس زور سے سینہ سے لگائے ہوئے تھے کہ مجھے کسیقدر تکلیف ہونے لگی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اُنکی طرف نظر کی اور بہت دیر بعد کہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ حسین بے کی بہن سے اُنکی شادی ہونے والی تھی اور نیز یہ کہ بجائے اُنمیں تفرقہ اور نفاق پیدا کرنے کے مجھے اپنی تکلیف و مصیبت کو برداشت کرنا چاہیئے تھا۔

حسین بے۔ (بیحیائی سے) میں تو صرف مذاق کر رہا تھا۔

نافذ بے نے ڈانٹ کر اُنہیں روک دیا اور کہنے لگے:۔

"یہ لڑکی میری بہن کی مہمان ہے اور علاوہ اس کے میرے والد نے اسے متبنٰی کیا ہے۔ نہ تو یہ حافظ پاشا کی لونڈی ہے اور نہ اُنکی تابعدار۔ بہتر ہو کہ آیندہ تم اپنا مذاق اپنے گھر کے لوگوں تک محدود رکھو چونکہ وہی اُسے اچھی طرح سمجھیں گے"

حسین بے پر رعب چھا گیا۔

حسین بے (سنبھل کر) میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ انہیں کسی طرح کی ایذا پہنچاؤں اور

نہ میرا یہ خیال تھا کہ یہ اتنی ذراسی بات کو اسقدر طول دینگی۔ یہ میں کیونکر جان سکتا تھا کہ یہ اور لڑکیوں کی بہ نسبت زیادہ پارسا اور پاکدامن ہونگی؟

نافذ ـ خیر اب تو تمہیں معلوم ہوگیا۔ آیندہ اسے یاد رکھنا۔ بس یہاں سے فوراً چلے جاؤ تمہارے یہاں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

حسین نے یہی مناسب سمجھا کہ تعمیل حکم کرے اور چلا گیا۔ جب تک وہ نظر سے دور نہ ہوگیا نافذ اُدہر دیکھتے رہے اس کے بعد اُنہوں نے آہ سرد بھری اور مجھے دیکھنے لگے۔ اُنکے چہرے سے سختی اور درشتی پائی جاتی تہی۔

نافذ ـ (طنزاً) مجھے اُمید ہے کہ جو کچھ ابھی تم نے کیا ہے اُسپر اُنہیں ضرور فخر ہوگا۔ اُنہوں نے واقعی قابل تعریف کام کیا ہے۔ مکان سے تو تمہیں نکال لیا کہ میری نگاہوں سے بچو اور یہ نہ سمجھا اس کتے کو تمسے گستاخی کرنیکا موقع ملیگا!

میں نے کچھہ جواب ندیا۔ میری سانس بڑے زور زور سے چل رہی تہی اور میں خوف اور پشیمانی سے کانپ رہی تہی۔

ابہی تک وہ مجھے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے یکایک اپنا سر میری طرف اتنا جھکا دیا کہ اُنکے سر کے بال میرے بالوں کا بوسہ لینے لگے۔ یہ دیکھکر میرے دل میں ایک عجیب قسم کی سنسناہٹ پیدا ہوگئی اسلئے کہ میں ڈرنے لگی کہ شاید وہ مجھے پیار کیا چاہتے تہے لیکن وہ ایکبارگی سنبہل گئے اور مجھے آہستہ سے علیحدہ کر دیا۔

نافذ ـ (آواز کو مشکل سے سنبہال کر) تم یہاں کیوں آئیں؟ میرا تو خیال تھا کہ تم دوسرے مکان میں سوتی ہو؟

میں (ڈرتے ڈرتے) ہاں میں وہیں سوتی ہوں لیکن چونکہ ذرا چلنا پھرنا چاہتی تہی اس لئے یہاں چلی آئی۔

نافذے (تلخ ہوکر) - اور وہ گستاخ تمہیں یہاں بلا اور تم سے بوسہ مانگنے کی جرأت کی؟ کیا پہلے بھی کبھی اُس نے اس قسم کی گفتگو کی ہے؟

میں (جلدی سے) اس قسم کی نہیں - اتنی بدتہذیبی اُس نے پہلے کبھی نہیں کی۔

نافذے (غصہ سے) پھر بھی اُس شوخ نے اتنی دلیری تو کی کہ تم سے اظہار تعشق کیا۔ میری پاک اور قابل قدر محبت سے تو تم نے منہ موڑ لیا اور ایسوں کو اظہار محبت کا موقع دیتی ہو! سچ ہے عورتوں کو پہچاننا نہایت ہی دشوار ہے!

میں (مغرورانہ) - لیکن میں نے ہرگز حسین بے کو اس امر پر دلیر نہیں کیا - یہ بات تمہاری طبیعت میں کیونکر پیدا ہوئی؟ تم نے کس طرح میری نسبت ایسی خراب رائے قایم کی؟

نافذے - مانا - لیکن تم نے میرے ساتھ کون سا ایسا اچھا سلوک کیا ہے جسکی وجہ سے مجھے ملامت کرنے کا تمہیں حق حاصل ہوا؟

میں نے جواب نہ دیا اور چپ چاپ سر جھکا لیا - ایک لحظہ اُنھوں نے بڑی شوق بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر لیا۔

نافذے (نہایت بے رحمی سے) - امید ہے کہ تم بھی اپنے افعال پر فخر کرتی ہوگی تم نے میری زندگی تو برباد کر ہی دی آپ بھی تباہ ہوگئیں - اگر تم نے مجھہ پر تھوڑا بھروسہ کیا ہوتا تو مجھے آج ایک ایسی عورت سے شادی نکرنی پڑتی جس سے کہ میں مطلق واقف نہیں اور تمکو اُس کُتے کی گستاخیاں جو کہ میرے چلے جانے کے بعد اور بھی زیادہ ہوجائینگی برداشت نکرنی پڑتیں۔

میں - (جلدی سے) اگر اُس نے پھر ایسا کیا تو میں صنیعہ خانم سے ضرور کہدونگی اور یہ ممکن نہیں کہ وہ منع نکریں۔

نافذے (طنزاً) - یہ سچ کہتی ہو - وہ عزت پاشا سے اسکا ذکر کرینگی - ناحق ایک شور مچیگا

لیکن اُن کی پشت پھرتے ہی وہ پیشتر سے بھی زیادہ خراب طور پر تمہارے ساتھ پیش آئیگا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ملامت وغیرہ کے بعد وہ اپنی حرکت سے باز آجائیگا تو تم ایسے لوگوں کی عادت سے اچھی طرح واقف نہیں ہو۔

میں نے جواب نہ دیا اور وہ بھی تھوڑے عرصہ تک خاموش رہے۔ ایک کوچ پر وہ اُسوقت بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مجھے بھی وہاں بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔

میں نے خاموشی کے ساتھ تعمیل کی۔ ہم دونوں پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے اور چونکہ انکا ہاتھ میرے پیچھے پھیلا ہوا تھا اُنکی انگلیاں ذرا ذرا میری گردن سے لگ رہی تھیں۔ میرے دل کو اُسوقت عجیب چین و آرام تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن چند لمحوں کی خوشی میری تمام مصیبتوں کی تلافی کے لئے کافی ہوگی۔ میں نے شرما کر اُنکی طرف دیکھا تو وہ غمگیں اور پراگندہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور ظاہرا میرے سے خیالات اُسوقت اُنکے نہ تھے

تا قد بے (ظاہرا بڑی کوشش کے ساتھ)۔ تمنے اپنے پُرانے گھر کا کچھ حال دریافت نہیں کیا۔ کیا تمہیں اتنے نئے دوست ملگئے ہیں کہ پرانوں کو بھولگئی ہو؟

میں (آہستہ سے) ہرگز نہیں میں تو دل سے چاہتی ہوں کہ سب لوگوں کا حال سنوں کیا ادہم بے ولیہ خانم کو بھی اپنے ساتھ روم ایلی لیگئے ہیں؟

تا قد بے۔ ہاں وہ بھی گئی ہیں اور اُنکے نہونے کی وجہ سے مکان بہت بے رونق ہوگیا ہے۔ خیر یہ تو جو کچھ ہے۔ میں نے تو بادر کا جھوٹا اُس تعویذ کے معاملہ میں اسطرح ثابت کردیا کہ اُس ساحرہ کا اُس سے مقابلہ کرایا۔ اس کے بعد وہ فروخت کردیگئی اور ایک پاشا نے اُسے خرید کر فوراً اُس سے شادی کرلی۔

میں (اپنی مصیبت کے زمانہ میں اُسکی مہربانیاں یاد کرکے)۔ قنجہ بھی کیا ادہم بے کے ساتھ گئی ہے؟

نافذ بے - نہیں - اُسکی شادی سلیم آغا نامی غلام سے کردیگئی جوکہ عزت پاشا سے معلوم ہوا تمہیں یہاں پہونچانے آیا تھا - اباجان نے اُنکے لئے کچھہ آمدنی کی صورت کردی ہے اور سلیم آغا کو نوکر بھی کرا دیا ہے - دونوں بڑے خوش ہیں - علی بے بھی آج کل نہیں ہیں - اُنہیں تونس میں کوئی جگہ ملگئی ہے -

میں - کیا وحیدہ خانم اُنکے ہمراہ گئی ہیں ؟

نافذ بے - بیشک کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ اُنہیں تنہا جانے دینگی تاکہ تونس کی کوئی ماہرو اُنہیں دام اُلفت میں پھنسا لے - اباجان نہیں چاہتے تھے کہ علی بے جائیں لیکن وہ اپنے ارادے میں پختہ تھے - اُنہوں نے مجھہ سے اقرار کیا کہ جب سے ولیہ اور تم گئیں مکان کاٹے کھاتا تھا اور مجھے بھی اس سے اسقدر اتفاق تھا کہ اُنہیں جانے سے باز نہ کیا - اسکے بعد وہ ذرا ٹھہر گئے اور پھر ہنسکر کہنے لگے :-

"تمہارے قسطنطنیہ سے بھاگ آنے کے بعد جو کچھہ میں نے کیا اُس کی کیفیت سننا چاہتی ہو ؟ جس روز تم وہاں سے آئیں اُس کے دوسرے دن میں تمہاری تلاش میں ڈاکٹر کے مکان پر گیا اور اُن سے تمہارا حال دریافت کیا - یا تو وہ واقف نہ تھے یا چھپاتے تھے صرف اتنا ہی کہا کہ ادہم بے کے حکم سے تم وہاں سے چلی گئیں - یہ سنکر مجھے اتنا غصہ آیا کہ جامہ سے باہر ہوگیا اور مکان آکر ادہم سے خوب لڑا اور باوجود اُس ممانعت کے زبردستی حرم سرا میں جاکر اماں جان سے بڑے اصرار کے ساتھہ تمہارے پوشیدہ ہونے کی جگہہ پوچھنے لگا - مجھے یقین ہے کہ اُس روز میں نے سب کے ساتھہ نہایت مجنونانہ برتاؤ کیا اور جو کچھہ بُرا بھلا زبان پر آیا کہا - لیکن چاہئے شکر ہے کہ سب نے صبر اور تحمل سے کام لیا اور میری باتوں کا مطلق جواب ندیا - غرضکہ ہر ممکن اور ناممکن جگہہ تمہاری تلاش کرنے کے بعد میں تم سے ہاتھہ دہو بیٹھا اور یہ ارادہ کرلیا کہ اور زیادہ کوشش تمہاری جستجو میں نکروں گا - ابھی تک مجھہ میں اچھی طرح

طاقت نہیں آئی تھی اس لئے یہ فکر ہوئی کہ قسطنطنیہ چھوڑنے اور سفر کرنے سے شاید کچھ فائدہ ہو - رخصت لی اور پیرس وئینا اور سوئٹزرلینڈ کی سیر کی لیکن بیکار - رشک اور رقابت کا بھوت میرے سر سے نہ اُترا پر نہ اُترا یہ بھی میری بڑی حماقت تھی جو اس قسم کے خیال کو اپنے دل میں جگہ دی کیونکہ اتنا تو مجھے سمجھنا چاہئیے تھا کہ اگر ادہم نے کسی اپنی غرض سے تمہیں نکالا ہوتا تو باجان کبھی اس تجویز کو منظور نہ کرتے - (اس موقع پر میں نے انکی طرف نظر کی اس لئے کہ انکا بیجا شبہ سنکر مجھے سخت حیرت ہوئی - وہ ہنس پڑے اور پھر اپنی گفتگو شروع کردی) - ہاں اُسوقت میرا یہی گمان تھا - اگر مجھے اصل کیفیت معلوم ہوگئی ہوتی تو تمہاری جستجو سے ہاتھ نہ کھینچا ہوتا اور اسوقت یہاں پر کسی دوسری عورت کا شوہر بننے کے لئے نہ بیٹھا ہوتا - آخرش ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا اور وہ یہ تھا کہ شاید تم اپنے گانوں کش آغاز میں ملو - میں اُسوقت مانٹی کارلو کے ایک کلب میں تھا اور قمار بازوں کا کھیل دیکھکر طبیعت بہلا رہا تھا کہ ایکبارگی مجھے وہ زمانہ یاد آیا جبکہ میری بھی قسطنطنیہ میں سیکڑوں کے ہارنے کی نوبت آئی تھی اور باجان نے میرا قرض ادا کیا تھا - پھر اُس گفتگو کا خیال آیا جو کہ ناچ کے دوسرے روز مجھسے تم سے برآمدہ میں ہوئی تھی - وہ گفتگو یاد آتے ہی کش آغاز بھی فوراً یاد آیا اور مجھے سخت تعجب ہوا کہ یہ نام قسطنطنیہ میں کیوں نہ سوجھا لیکن وجہ اس کی صرف یہ تھی کہ میں برابر یہی سمجھتا رہا کہ تم قسطنطنیہ سے باہر ہرگز نہیں گئی ہوگی - میں فی الفور کلب سے اپنے ہوٹل میں جہاں مقیم تھا واپس آیا - اپنے نوکر سے اسباب باندھنے کو کہا اور مارسیلز بذریعہ ریل روانہ ہوا - وہاں سے سیدھا سمرنا گیا اور بارہ روز بعد کش آغاز پہونچ گیا - لیکن شومی قسمت ایسی کہ وہاں سے بھی ناامید اور ناکامیاب واپس آیا اور یہ ارادہ کرلیا کہ تمہارا خیال بالکل دل سے دور کردونگا تم ہی دیکھو کہ اس ارادہ میں میں کتنا ثابت قدم رہا ہوں اسوقت تمہارے پہلو سے لگا ہوا بیٹھا ہوں کل ایک دوسری عورت سے میری شادی ہونیوالی

ہے اور سوچ رہا ہوں کہ اگر محض اخیر وقت اس شادی سے انکار کرکے اپنے آپ کو تباہ کرنا چاہتا ہوں تو سب سے بہتر یہ ہوگا کہ اپنے سر میں گولی مار کر آپ کو ہلاک کر ڈالوں۔"

اسوقت وہ بیحد گھبرائے ہوئے تھے اور دیکھتے دیکھتے عجیب حیرت انگیز تبدیلی انکی طبیعت میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر انکا بازو چھوا۔

میں (کانپتی ہوئی آواز سے) ۔ایسی باتیں مت کرو۔ یہ کیا سوجھی ہے؟

نا قذبے (نہایت افسردہ ہو کر) ۔کیوں نہیں؟ تم کیا جانو کہ اس مہینہ میں میرے دل پر کیا گذری ہے؟ میری جان بعض بعض وقت بس یہی طبیعت چاہتی تھی کہ سب کے سامنے تم کو سینے سے لگالوں اور دل کھولکر آنسو بہاؤں۔ کبھی کبھی یوں بھی دل کو سمجھایا ہے کہ یہ بالکل مناسب اور قرین انصاف ہوگا کہ میں اخیر وقت ایسی شادی سے ہاتھ کھینچ لوں اور ابا جان کو اس ذریعہ سے شرمندہ کروں اور تمکو کسی ایسی جگہہ بھگا لیجاؤں جس کی کسی کو خبر نہ ہو اور جہاں کہ ہم اطمینان سے شادی کرلیں۔ ہاجرہ تمھیں معلوم ہے کہ بعض موقعوں پر جو میں تم کو جلدی سے گھبرا کر چھوڑ کر چلا گیا ہوں اسکی کیا وجہ تھی؟ صرف یہی کہ اگر میں تمہارے ساتھ زیادہ ٹھہرتا تو ممکن ہے کہ کوئی بیہودہ اور مہمل حرکت کر بیٹھتا۔

میں (حقارت سے) اور کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں؟ یا میں نے بھی اس عرصہ میں رنج و مصیبت نہیں اٹھائی؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ میرے لئے یہ نہایت آسان کام ہوگا کہ کل سے میں تم کو دوسری عورت کا شوہر تصور کروں اور آپ بالکل غیر بن جاؤں؟

اس قسم کے اندوہگیں خیالات نے میرے دل میں اسوقت ایسا ہجوم کیا کہ میں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا کر زار قطار رونے لگی۔

ایک لحظہ وہ خاموش رہے اور پھر میری طرف جھک کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔

نا قذبے (گرمجوشی سے) ۔پیاری بس کرو مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا! ہاجرہ ہم میں

تم سے جدائی نہیں ہونی چاہیئے - چلو جان یہاں سے بھاگ چلیں - دولہن کے لئے
تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہے اس لئے کہ وہ مجھ سے واقف نہیں اور اس وجہ سے مجھ سے
محبت بھی نہیں کر سکتی - میں اُسے کسی ایسے گاؤں سے جہاں کہ کوئی شیخ رکھنے کے
لئے ملجا سے طلاق نامہ بھیجدونگا اور کسی کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہ پہونچیگا - ناجرہ
اب میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا -

میں نہیں بولی اس لئے کہ میرے دل میں بھی لالچ پیدا ہوا - کیا میں انہیں دوبارہ ہاتھ
سے جانے دے سکتی تھی ؟

نافذ نے (نہایت شوق سے) - انہیں رنج ہی کیا ہے ؟ یقین مانو دولہن کو اس سے
کوئی نقصان نہ پہونچیگا - میرے غائب ہو جانے سے لوگ یہی سمجھیں گے کہ میرا قصور تھا -
میری پیاری جان تم میں اتنی طاقت ہے کہ میری جدائی پھر گوارا کر سکو ؟

میں (ہچکیاں لیکر) نہیں نہیں - اب میں تم سے علیحدہ نہیں ہو سکتی (طبیعت سنبھال کر
اور سنجیدہ ہو کر) نہیں جان ایسا نہیں کرنا چاہیئے - یہ نہیں ہو سکتا - (پھر یہ دیکھکر کہ وہ کچھ کہنا
چاہتے ہیں) جو تم کہتے ہو مجھ سے نہیں ہونے کا - میں ہرگز نہیں ماننے کی کہ میری وجہ سے
تم برباد ہو جاؤ - میری جان جبکہ تمہاری بے عزتی کا باعث میں خود ہوئی تو تم سے کس طرح
آنکھیں ملا سکوں گی ؟

وہ جواب دینے ہی کو تھے کہ باغ کا دروازہ کھلا - انہوں نے مجھے درخت کے پیچھے
چھپ رہنے کے لئے اشارہ کیا اور جیسے ہی میں نے وہاں جا کر پناہ لی منیرہ خانم
بھائی کی طرف آتی ہوئی دکھلائی دیں -

منیرہ خانم - ایں ! کیا ابھی تک تم یہیں ہو ؟ میں تو سمجھی تھی کہ سونے چلے گئے
ہو گے ؟

[illegible] ہیں سگرٹ پی رہا تھا - اندر چلو اور بتاؤ کہ تم کیا کر رہی تھیں -
[illegible] پہلے [illegible] غائب ہوتے ہی میں درخت کے پیچھے سے نکلی اور
[illegible]

[illegible] خانم [illegible] ہے) - کیوں میں اچھی معلوم ہوتی ہوں یا نہیں؟ اگر تمنے
[illegible] پن اور لگادی تو شاید وہ گر پڑے گی -
اسوقت عطیہ خانم [illegible] کے سا [illegible] اپنا عروسی لباس زیب تن کئے کھڑی ہوئی تھیں
اور میں اُنکی نقاب درست کر رہی تھی تاکہ وہ تیار ہو کر تخت عروسی پر بیٹھ جائیں - اس تخت
پر رسم کے مطابق دولہن شام تک بیٹھی رہتی ہے جب تک کہ نوشہ آ نہ جائے عطیہ خانم پر
اُسوقت نور حسن برس رہا تھا - ترکوں میں دولہن کی پوشاک اسقدر زرق برق اور شاندار
ہوتی ہے کہ اُسکا پہننے والا اُسکی بھڑک کے سامنے عموماً بالکل ہیچ معلوم ہوتا ہے لیکن
عطیہ خانم کا شاہانہ حسن و جمال اُس سے اور بھی دوبالا ہوگیا - لمبا اور سنہری بھاری کام کا خوشنما
گون - گردن اور بازوؤں پر ہیرے چمکتے ہوئے ہیروں سے مرصع ایک تاج نما زیور
جو روپہلی نقاب کو سر پر روکے ہوئے تھا - انکی کاکل پیچاں کی دو لٹیں دونوں طرف دونوں
کانوں پر پڑی ہوئیں ان سب نے اُنکے حسن کو درجہ کمال کو پہونچا دیا تھا - اگر ایسا حسن بھی
نافذ [illegible] پر اثر کرے تو وہ ضرور انسان نہیں فرشتہ ہونگے - یہ سوچ سوچ کر میرا دل بیٹھا جاتا

تھا میں۔ ڈر کہ یہ ممکن نہ تھا کہ نافذ بے اس حسن وجمال کے شکار ہوجائیں۔
لیکن جسقدر جلد یہ خیال پیدا ہوا اُتنی ہی تیزی سے جاتا بھی رہا اور میں نے سچے دل سے
عطیہ خانم کی خوبصورتی کی تعریف کی اور اُن سے کہدیا کہ پوری دولہن بن چکیں۔"
عطیہ خانم - اچھا تو سب کو بلالو اور مجھے چھوڑ دو۔
میں نے دروازہ کے پاس جاکر لونڈیوں کو آواز دی سب نے آکر نہایت سرگرمی سے اُنکی
تعریف شروع کی جسے سنکر پھر وہی خیال بڑے زور سے میرے دل میں پیدا ہوا - فی الحقیقت
وہ نہایت ہی پاکیزہ صورت تھیں - اور میں اُنکے سامنے ایسی تھی کہ ممکن نہیں نافذ بے کی
نظروں میں اُنکا مقابلہ کر سکوں۔
مہمان آگئے تھے اور دولہن کو تخت پر بٹھا کر ہم سب کے سب لوگوں کی خاطر تواضع میں
مصروف تھے - کوئی تو سگرٹ تقسیم کرنے میں مشغول تھا اور کسی کے سپرد کھانے کا انتظام تھا -
اور بعض ہم میں سے اُن مہمانوں کا خیر مقدم کر رہے تھے جو کہ رسم کے مطابق بلا دعوت
کے آتے ہیں اور صرف دولہن کو دیکھکر بغیر کچھ کھائے پیئے چلے جاتے ہیں۔
اِن سب کاموں سے میں نے اپنے لئے اتنا وقت نکال لیا کہ شام کے قریب جبکہ نوشہ
کی آمد آمد ہوئی تو میں ہال میں جاکر کھڑی ہوگئی - میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ دولہن کے ساتھ
کس طرح پیش آتے ہیں - ابھی اچھی طرح کھڑی بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ یکایک باجے کا
شور کان میں آیا اور غل ہوا کہ نوشہ آتے ہیں - یہ سنتے ہی میری نبضیں چھوٹ گئیں۔
حافظ پاشا کی ایک بی بی (جو میرے پاس کھڑی ہوئی تھیں) - تمہارا چہرہ ایسا زرد
کیوں ہے ؟ میرے نزدیک تم از حد تھک گئی ہو - مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ جھگڑا ختم ہوگیا اور شادی
ہوگئی (پھر کر اور بڑے شوق سے) دیکھو وہ نوشہ آتے ہیں۔
میں نے خوب دیکھا نافذ بے زینہ پر آرہے تھے - اُنکی دونوں جانب حبشی غلام مشعلیں

اور شمع لئے ہوئے تھے۔ جیسے ہی اوپر پہونچے باجا پہلے سے بھی زیادہ جوش سے
بجنے لگا اور وہ دولھن والے کمرے میں عادل بے اور سعید بے کے ساتھ داخل ہوئے۔
اُنکے اندر جاتے ہی میری ساتھیوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور پردے کے پاس مجھے لے گئیں
جو رسم اسوقت کمرے میں ہو رہی تھی اُسے دیکھنے کے لئے پہلے ہی سے پردے کے
قریب عورتیں جمع تھیں لیکن میرے ہلکے جسم نے بھی مدد کی اور مجھے ایک گوشہ ایسا مل گیا
جہاں سے میں اچھی طرح کمرے میں نظر کر سکتی تھی۔

جس وقت میں پردے کے پاس جا کر کھڑی ہوئی تو نافذ بے نماز پڑھ رہے تھے۔ اُس سے
فارغ ہو کر وہ تخت کے زینہ پر چڑھے اور دولھن کو جیبوں سے مرصع جوشن پہنا کر اُنکے
چہرے سے نقاب اُٹھا دی جتنی وہ اسوقت میری آنکھوں میں شاندار تھیں اور دلربا معلوم
ہوئیں پہلے کبھی نہیں دکھائی دی تھیں۔ دونوں ہاتھ سامنے باندھے اور شرم سے
آنکھیں نیچی کئے ہوئے کھڑی تھیں۔ گہری سرخ پوشاک کے مقابلہ میں اُنکا سینہ نہایت
صاف اور شفاف معلوم ہوتا تھا اور عجیب دلفریبی کے ساتھ اُبھرتا اور گرتا تھا۔ چہرہ
تصویر کی طرح بے حس وحرکت اور ساکن تھا۔ اور صرف رخساروں پر جو نام کو ذرا سرخی تھی
اُس سے پایا جاتا تھا کہ دل کی اسوقت کیا حالت تھی۔ اُنکی اسوقت وہ شان تھی کہ گویا
نافذ بے کسی سلطانہ کے سامنے اُسکی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کے لئے سر
جھکانے کو تیار ہیں نہ یہ کہ نئی دولھن اپنے شوہر کی تعظیم کے لئے کھڑی ہے۔ نافذ بے نے
دیر تک اپنی بی بی کی طرف دیکھتے رہے اور پھر نقاب اُن کے چہرہ پر ڈالکر بیٹھا ہی چاہتے
تھے کہ عطیہ خانم کی ہیرے کی چنپا کلی میں نقاب پھنس گئی اور اُنہوں نے مجبور ہو کر اُسے
چھڑانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ ابتک اُنہوں نے آنکھ اُٹھا کر نافذ بے کو نہیں دیکھا
تھا لیکن جسوقت کہ ہاتھ بڑھایا تو نوشہ کے چہرے کی طرف نظر کی اور دولہا دولھن

کی آنکھیں چار ہوگئیں - نافذ بے نے جلدی سے مُنہ پھیر لیا اور بغل کی کرسی پر بیٹھ گئے -

میں آہستہ سے اُس کمرے کی طرف چلی جہاں کہ دولہن پوشاک بدلنے والی تھیں اس لئے کہ میں جانتی تھی کہ میری ضرورت نئی پوشاک پہنانے میں ہوگی - وہاں جاکر بیٹھ گئی اور ہاتھوں سے مُنہ چھپالیا میں اُسوقت نہایت آشفتہ حال اور پریشان تھی اور رات کی باتیں یاد کرکے دل بیٹھا جاتا تھا - جوہیں مجھے خیال آیا کہ میں رات کس طرح بہکتے بہکتے بچگئی میں نے خوف سے کانپ کر خدا کا شکر ادا کیا - یہ کہیں بہتر تھا کہ میں یہاں تنہا بیٹھکر روتی بجائے اس کے کہ کل شب کی سی ذلیل حرکت کی مرتکب ہوتی - اُسوقت کی باتیں جو مجھے یاد آئیں میں نے غایت شرم سے سر نیچا کرلیا - میں نے ہی رات اُنہیں بہکایا تھا اور یہ میرا ہی ہاتھ تھا جو اُنہیں بے عزتی کے دریا میں دہکا دے ہی چکا تھا - جب ایک بار میں اپنے پُرانے ارادے پر قایم نرہی تو یہ کیونکر ممکن تہا کہ آیندہ ثابت قدم رہونگی اور مانا کہ مجھے اپنی طبیعت پر قابو بہی رہا تو کیا محض میری موجودگی اُنکے رنج و تکلیف کا باعث نہ ہوگی؟ کیا یہ بہتر نہ تہا کہ اب بہی وہ مجھے اُسی طرح لاپتہ تصور کرتے جیسا کہ تھوڑے دن پہلے سمجھنے لگے تھے؟ ہرچین سب جیسے ہی مجھے نافذ بے کے الفاظ اُسکی نسبت یاد آکے میں خوف سے کانپنے لگی میں بالکل اُس کے بس و قابو میں ہوؤں گی - اور عزت پاشا سے شکایت بہی کروں تو صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ اُسکا غصہ اور بہڑک اُٹھے گا - اور کوئی ایسا کام کو بیٹھیگا جسے اگر میں نے شکایت نہ کی ہوتی تو کرتے ہوئے ہچکچاتا -

انہیں خیالات میں میں غلطاں و پیچاں تھی کہ کسی کی دہشت ناک چیخ میرے کان میں آئی - اُسے سنکر میں بالکل سہم گئی - اس کے بعد متواتر اسی قسم کی چیخیں آنا شروع ہوگئیں اور پھر لوگوں کے ادہر اُدہر دوڑنے کی آواز سنائی دینے لگی - میں نے دوڑکر دروازہ

کھولا۔ اُسکے کھولتے ہی ایک مہیب دھماکا سنائی دیا اور تمام مکان اس طرح ہل گیا جیسے کہ زلزلہ سے۔ ذرا دیر مجھے کچھ بھی دکھلائی نہ دیا پھر یکایک ایک شعلہ نظر آیا اور اُسکی روشنی سے میں نے دیکھا کہ ہال کے بیچ میں ایک وسیع غار ہوگیا ہے معلوم ہوا کہ نوشہ پر جو زر نثار ہوتے تھے اُسکے لوٹنے کے لئے جو بھیڑ جمع ہوئی تھی اور کشمکش ہو رہی تھی اُس کے بوجھ سے چھت کی ایک کڑی ٹوٹ گئی اور چونکہ مکان نہایت پُرانا تھا ایکبارگی چھت بیٹھ گئی ساتھ ہی یہ غضب ہوا کہ اُس چھت میں جو جھاڑ آویزاں تھا گر پڑا اور پردوں میں آگ لگ گئی جو کہ اب بڑی تیزی سے جل رہے تھے۔

میں نے گھبرا کر اور خوف زدہ ہو کر ادھر اُدھر نظر کی۔ نافذ بیگ کا پتہ نہ تھا۔ کہیں وہ بھی اُنہیں بدقسمت لوگوں کے ساتھ تو نہیں دب گئے جو کہ میری نظروں کے سامنے کچلے ہوئے پڑے تھے؟ مجھکو اُس وقت اپنی جان کا مطلق خیال نہ رہا اور نہ دوسروں کے حال پر رحم آتا تھا کیونکہ اُس گھڑی صرف نافذ بے کا خیال لگا ہوا تھا حتیٰ کہ اسی فکر میں کسی قسم کا شور و غل بھی نہیں سنائی دیتا تھا۔ اِسی تشویش کی حالت میں میں اپنے قدموں کے پاس ہی اُس غار میں نظر کر رہی تھی کہ یکایک ایک شخص میرے پاس سے ہوا کی طرح گذر گیا۔ میں نے جلدی سے پھر کر دیکھا تو نافذ بے کی جھلک معلوم ہوئی۔ کسی بیہوش انسان کو اپنی گود میں دوڑ کر لیے جا رہے تھے۔ روپہلی نقاب سے میں نے پہچانا کہ یہ عطیہ خانم تھیں۔

میں اپنی جگہہ سے نہ ہلی۔ نافذ بے کو صحیح و سالم دیکھکر بجائے سابق اضطراب کے جو اطمینان ایکبارگی ہوا اُس نے مجھے اجازت نہ دی کہ ذرا بھی حرکت کروں۔ اس کے بعد یاس اور ناامیدی کا دریا موجزن ہوا اور میں اُسمیں غوطہ زن رہی۔ نافذ بے کو عطیہ خانم کا تو خیال ہوا اور میری فکر مطلق نہوئی کہ زندہ تھی یا مرگئی! ابھی سے وہ مجھے بھول گئے! اسقدر جلد میرے رقیب نے اُنکے دل میں جگہہ کر لی! اُس غار سے ذرا ہٹ کر میں وہیں زمین پر

دبک کر بیٹھ گئی اور ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ اُسوقت میں وہاں بالکل تنہا تھی اس لئے کہ جو لوگ میرے چاروں طرف جمع تھے وہ سب نافذنیے کے ساتھ ہی بھاگ گئے تھے اور مجھے میری قسمت پر چھوڑ دیا تھا۔

یکایک کسی نے میرا نام لیکر پکارا اور اُنکی آواز پہچان کر میں نے جلدی سے سر اُٹھایا۔ لیکن ابھی جواب نہیں دینے پائی تھی کہ اُنہوں نے مجھے گود میں اُٹھا لیا اور دوڑ کر اُس زینہ سے گئے جو کہ نوکروں کے مکانوں کی طرف جاتا تھا اور جہاں اب تک آگ نہیں پہونچنے پائی تھی۔ وہاں لیجا کر اُنہوں نے مجھے اُتار دیا۔ میں نے دیکھا کہ اُنکا چہرہ دھوئیں سے سیاہ ہو رہا ہے لیکن آنکھیں جوشِ محبت اور اضطراب سے چمک رہی ہیں۔

نافذنیے (دہیمی آواز سے) میری جان جسوقت یہ واقعہ پیش آیا اُسیوقت میں نے تمہیں پوچھا تو معلوم ہوا کہ تم دوسرے مکان میں ہو۔ اِس لئے میں سمجھا کہ تم بالکل محفوظ ہو گی اور دوسروں کی جان بچانے میں مصروف ہو گیا لیکن جب میں نے تم کو باہر تلاش کیا تو لوگوں نے کہا کہ تم ابھی تک اِسی مکان میں ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ٹھیک وقت پر پہونچگیا اور تمہاری جان بچ گئی۔

میں نے جواب نہ دیا۔ میں ابھی تک اُن سے لپٹی ہوئی تھی اور کانپ رہی تھی۔ اب جو جان کا خوف باقی نہ رہا تو میں نے محسوس کیا کہ کسقدر صدمہ مجھ پر گزرا تھا۔

جب وہ مجھے صحن میں لیجانے لگے تو میں نے دریافت کیا :-

"اور تمہاری بہن ؟"

نافذنیے - خدا کا شکر ہے کہ وہ اور بچے سب بخیریت ہیں۔ لو پیاری یہاں بیٹھ جاؤ۔

دروازہ کے قریب ایک بنچ پر اُنہوں نے مجھے بٹھا دیا۔ صحن میں ہزاروں آدمی اُسوقت

جمع تھے۔

میں (خوف زدہ ہوکر)- کیا پھر اُسی ہولناک جگہہ میں جارہے ہو؟

نافذ بے (آہستہ سے)- ہاں- دیکھو میرے سامنے اور بہنوئی ابھی تک وہاں ہیں جو کچھہ بچ سکے اُسے بچانا چاہیئے۔

یہ کہکر وہ چلے گئے اور اُنکے جاتے ہی میں صفیہ خانم سے جاکر ملگئی جو کہ تھوڑے فاصلہ پر جھکی ہوئی عطیہ خانم کو دیکھہ رہی تھیں- عطیہ خانم اُسوقت بیہوش پڑی ہوئی تھیں اور اُن سے تھوڑی دور مہمان اور لونڈیاں اور نوکر ایک جگہہ گھتے ہوئے پڑے تھے ہر طرف سے شور و غل کی صدا آتی تھی اور مرد اندر باہر دوڑ رہے تھے۔

میں صفیہ خانم کو عطیہ کے ہوش میں لانے کی کوشش میں مدد دے رہی تھی کہ ایکبارگی شور و غل نے اور بھی زیادہ ترقی کی- پھر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو اجل رسیدہ اس آفت کے نذر ہو چکے تھے اُنہیں نکالکر لوگ باہر لارہے تھے- انہیں سے دو تین میں ابھی جان باقی تھی- اُن کا کراہنا اور آہ وزاری کرنا اور بھی دل کے ٹکڑے کئے دیتا تھا- عطیہ خانم کو چھوڑ کر میں اُن سسکتے ہوؤں کی طرف گئی تو دیکھا کہ دولہن کی ماں بھی اُن ہی میں تھیں- وہ چت پڑی ہوئی تھیں اور جب میں نے تکیہ نیچے رکھنے کے لئے سر اُٹھایا تو بڑے زور سے کراہیں- اُسیوقت نافذ بے بھی آموجود ہوئے اُنکی گود میں ایک بالکل خستہ اور کچلا ہوا انسان تھا۔

نافذ بے (زرد رنگ)- یہاں سے چلی جاؤ- یہ نظارہ ایسا نہیں ہے جسے تم دیکھو تمہارے کھڑے رہنے سے کوئی فائدہ متصور نہیں۔

میں نے اُنکا کہنا مانا اور چلی آئی" میری طبیعت اُسوقت خراب ہو رہی تھی اس لئے اُس طرف گئی جہاں صفیہ خانم کو چھوڑا تھا لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا- شاید وہ مردانخانہ

میں چلی گئی تھیں - میں اُسی بنچ پر پھر بیٹھ گئی جہاں کہ پہلے بیٹھی تھی اور آنکھیں بند کر کے دوبارہ سر نہ اُٹھایا - نافذ بے کی آواز پھر میرے کان میں آئی - وہ اور سعید اور عادل ایک بے حس و حرکت انسان کو لائے اور ایک بنچ پر لٹا دیا - یہ حافظ پاشا تھے جنکے کمروں تک آگ پہونچا ہی چاہتی تھی -

سعید بے - آگ بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے - مجھے تو خوف ہے کہ بجھاتے بجھاتے کہیں مردانخانہ تک نہ پہونچ جائے -

نافذ بے (متنفر ہو کر اور منہ پھیر کر) - لیکن ایسی جگہ میں کیا ہی کیا جا سکتا ہے ؟ آگ بجھانے کے انجنوں کا نام و نشان نہیں ہے - چلو پھر چلیں اور دیکھیں کہ بغیر اُن کے کہاں تک کیا کر سکتے ہیں -

یہ کہکر وہ پھر مکان کی طرف چلے گئے اور میں ایک گھنٹہ اور اکیلی بیٹھی رہی - جتنے شخصوں کے چوٹ لگی تھی وہ سب مردانخانہ میں بھیج دیئے گئے تھے اور عورتیں اصطبلوں میں بھری ہوئی تھیں - میں جہاں تھی وہیں رہی اس لئے کہ میں نے حافظ پاشا کو تنہا چھوڑنا نہ چاہا - وہ بیقرار ہو کر بنچ پر تڑپ رہے تھے اور میں مجبور ہو کر اُنہیں پکڑے ہوئے تھی کہ نیچے نہ گر جائیں - اُن پر ظاہر اور درد کا دورہ پڑا تھا اور مجھے بڑی خوشی ہوئی جبکہ میں نے ایک شخص کو اُدھر آتے ہوئے دیکھا -

میں (جلدی سے) - ادھر آؤ - جب کبھی ان کی ایسی حالت ہوتی ہے تو کیا دوا دی جاتی ہے ؟

حسین - (میں نے پہلے اُسے نہیں پہچانا اس لئے کہ آگ بجھ چلی تھی جسکی وجہ سے اندھیرا ہو گیا تھا) - کچھ نہیں - کیوں ہاجرہ تم کہاں چھپی ہوئی تھیں ؟

میں (بے صبری سے) میں یہیں تھی - درد کی تکلیف کم ہونے کے لئے کیا انہیں

کوئی دوا نہیں دیتے ہیں؟

حسین بے (اُسی انداز سے) مجھے نہیں معلوم انکے لئے تم کیوں اتنا حیران ہو رہی ہو؟ یہ تو بالکل اچھے ہیں۔ اکثر انکی ایسی ہی حالت ہوجاتی ہے ورنہ نہیں صرف جنون ہے کیا اچھی تمہاری شرم وحیا ہے! اب مجھے معلوم ہوا کہ اس بناوٹ کا کیا باعث تھا۔ مجھے بوسے دینے میں تو یہ انکار لیکن ہمیں تمہیں شرم نہ آئی کہ اپنے یار کی شادی میری بہن سے کرادی تاکہ تم اُن سے آسانی سے مل سکو!

میں نے خوف زدہ ہو کر اور حیرت کے ساتھ اُسکی طرف دیکھا اور میری گبھراہٹ دیکھکر اُس نے قہقہہ لگایا۔

حسین بے۔ تمہیں تعجب ہوا کہ میں تمہاری چال سمجھ گیا لیکن یہ قصور اُن کا ہے اور سچ بھی ہے کہ جب ایک شخص پکار کے کہے کہ اگر تم آگ میں جلگئیں تو وہ گھر بار چھوڑ کر چلا جائیگا اور پھر اپنے کسی رشتہ دار کی عمر بھر صورت نہیں دیکھیگا تو لوگ ضرور حقیقت حال سمجھ جائینگے ایک میں ہی اکیلا نہ تھا جس نے نافذ بے کو یہ کہتے سنا۔ عزت پاشا اور صفیہ خانم دونوں موجود تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری چال و فریب میں صفیہ خانم بھی شریک ہیں اس لئے کہ اُنکو نافذ بے کی گفتگو سنکر مطلق تعجب نہوا اور وہ صرف یہ کہکر اُنہیں سمجھانے لگیں کہ تم باغ سے ہو کر مکان سے نکل گئی ہوگی۔ اسپر میرے بھائی نے کچھ اس انداز سے انکی طرف دیکھا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے وہ اس بارہ میں صفیہ خانم سے سخت جواب طلب کرینگے۔

میں نے اُسکے کلام میں ابتک دخل نہیں دیا تھا۔ لیکن خاموش ہوجانے پر بھی میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ ہر شخص اُسی کی طرح شبہ کرے گا اور نہ تو میں اور نہ نافذ اسکی صفائی کرسکیں گے۔

حسین بے (طنزاً) بہتر ہے کہ اب سچ سے انکار نکرو کیا یہی وجہ تھی کہ نصر اللہ پاشا نے تمہیں یہاں بھیجدیا اور تمہارے یار کو بھی یہی لازم تھا کہ بُرے بھلے جسطرح ہو سکے یہاں آکر تم سے ملے ؟ خیر اب تو تم نے اپنے پیر میں آپ کلہاڑی ماری ہے - میری صلاح مانو تو بس اسی میں تمہاری بہتری ہے کہ یہاں سے غائب ہو جاؤ - نہ تو تمہارا عاشق اور نہ صفیہ خانم کوئی تمہیں نہ بچا سکیگا اور تم نہایت بے عزتی کے ساتھ یہاں سے نکال دیجاؤگی - اس لئے بہتر ہے کہ آپ ہی چلی جاؤ - سب یہی سمجھیں گے کہ تم آگ میں جلکر مر گئیں اور یہ معاملہ یوں ہی دبا دیا جائیگا -

یہ کہکر وہ رخصت ہوا - میں نے اُسوقت تک انتظار کیا جبتک کہ وہ میری نظروں سے بالکل غائب ہو گیا - اس کے بعد میں نے ایک سپاہی سے جو قریب ہی تھا کہا کہ حافظ پاشا کے پاس آکر کھڑا ہو جائے - مجھے جو کچھ کرنا تھا اُسے میں دل میں ٹھان چکی تھی - بس یہی ارادہ کر لیا تھا کہ حسین بے کی صلاح کے مطابق وہاں سے چلی جاؤنگی اور ہمیشہ کے لئے نصر اللہ پاشا کے خاندان کو اپنے وجود سے نجات دونگی کیونکہ میری ذات سے انکو ابتک سوائے رنج کے اور کوئی فائدہ نہیں پہونچا تھا -

دوسرے مکان میں جاکر میں اپنے کمرے میں گئی - جو سو پونڈ نصر اللہ پاشا نے مجھے دئے تھے وہ ابتک میرے پاس موجود تھے - میں نے دوسرے کپڑے پہن لئے اور اوپر سے فرغل ڈالکر زر و زیور جلدی سے ایک رومال میں باندھ اور سینے میں چھپا کر صحن کے پار ہو گئی - آگ بجھ چکی تھی اور نافذ بے مردانخانہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے سعید سے باتیں کر رہے تھے - اُنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور میں آنکھ بچا کر تیزی سے مکان کے باہر چلی آئی -

سڑک پر جاکر میں نے ایک لحظہ دم لیا اور سوچنے لگی کہ کس طرف جانا چاہئے اور یہ

ارادہ کیا کہ پہلے شہر سے کسی طرح نکل جاؤں سب سے پہلے جو گانوں ملیگا وہاں آسانی سے
کوئی سواری مل جائیگی اور کسی دوسرے شہر میں جا پہونچونگی ۔ وہاں سے کوئی قافلہ سمرنا کو
جاتا ہوا مل جائے گا جسکے ہمراہ میں اپنے گانوں کش آغاز میں بخیریت تمام پہونچ جاؤنگی ۔
لیکن جب میں پیدل چلکر اسقدر مسافت طے کر چکی کہ شہر بہت پیچھے رہگیا تو میری ہمت
مجھے خیرباد کہنے لگی ۔ مگر میں ٹھہری نہیں اور چلتی رہی یہاں تک کہ ایک گانوں میں پہونچی
جہاں ایک گھوڑا اور نوکر مل گیا اور میں نے سنا کہ سمرنا پندرہ روز میں پہونچ جاؤنگی ۔

باب ہفتم

"میں نے سب کپڑے دہو کر تمہارے کہنے کے مطابق صحن میں خشک ہونے کے
لئے لٹکا دئے ہیں ۔ اور کوئی کام ہو تو وہ بھی بتلا دو اس لئے کہ اگر میری ضرورت اسوقت
نہو تو میں تھوڑی دیر کے لئے بی ہیدنی کے ہاں ہو آؤں ۔ میں نے اُن سے ایک خط
لکھہ دینے کا وعدہ کیا ہے "

یہ کہکر میں باورچیخانہ کے دروازہ سے لگ کر کھڑی ہوگئی اور اُس ترش رو ضعیفہ کی طرف
خوشامد کی نظر سے دیکھنے لگی جو کہ اُسوقت کڑاہی چولہے پر رکھے کچھہ پکا رہی تھی ۔ میری
بات سنکر منہ بنا کر اوپر دیکھا ۔

ضعیفہ ۔ اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو جاؤ لیکن میرے وقت میں لڑکیاں خط نہیں لکھا
کرتی تھیں یہ کام مرد کیا کرتے تھے اور عورتیں صرف گھربار کا کام دیکھتی تھیں ۔

میں (ہنسکر) اگر ہم دونوں کام کریں تو کیا مضائقہ ہے ؟ تمہیں معلوم ہے ابا جان کی

کیا رائے ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں جیسا اچھا کھانا پکا سکتی ہوں ویسی ہی نوشت و خواند میں بھی مجھے مہارت ہے۔

میں اچھی طرح جانتی تھی کہ بی گلفدا دل کی بہت ہی اچھی ہیں اور اس لئے اُنکی روکھی باتیں چپ چاپ سن لیا کرتی تھی۔

گلفدا ۔ (طنزاً) کیوں نہیں۔ وہ تو تمکو ہر فن میں طاق سمجھتے ہیں۔ اور تمہاری بھی اپنی نسبت شاید یہی رائے ہوگی؟

میں (قریب آکر)۔ کیا تمہاری یہ رائے نہیں ہے؟ ایک بار تو اقرار کرلو کہ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خوشی تمہیں اُس روز ہوئی تھی جبکہ میں نے رات کو تمہارے دروازہ پر دستک دی تھی اور تم سے کہا تھا کہ اب میں ہمیشہ کے لئے اسی گاؤں میں رہونگی۔

گلفدا (مسکراکر)۔ اچھا۔ اچھا۔ لوبس دوڑ جاؤ اور کھانے کے وقت تک واپس آجانا۔

میں دروازہ کی طرف دوڑکر چلی تو بچوں کے سبق یاد کرنے کی آواز میرے کان میں آئی اور یہ سوچکر میں خود بخود مسکرانے لگی کہ پڑھانے والے ضعیف شیخ سبق سنتے سنتے ضرور اونگھہ جاتے ہونگے۔ اسوقت آغاز آئے ہوئے مجھے پانچ برس ہوچکے تھے۔ وہ جون کا مہینہ تھا جو میں نے عزت پاشا کے ہاں سے آنے کے بعد ایک شب انہی اپنے پُرانے غمخوار شیخ کے دروازہ پر دستک دی تھی۔ اُس روز سے آج تک میں انہی شریف میاں بی بی کے ہاں رہتی تھی۔ دونوں مجھے بیٹی کی طرح سمجھتے تھے اور میں بھی اُن سے از حد محبت کرتی تھی۔ پھر بھی کبھی کبھی قسطنطنیہ ضرور یاد آجاتا تھا۔ اور اسوقت بھی دروازہ پر پہاڑوں کی طرف دیکھکر میں اُس گفتگو پر غور کررہی تھی جو کہ قاضی نے گذشتہ شب ہمارے مکان میں کی تھی اور اپنے دل سے یہ سوال کررہی تھی کہ اگر روس سے لڑائی چھڑ گئی

اور نافذ بے بھی اسمیں شریک ہوئے تو جو فکر و تردد انکی سلامتیِ جان کا مجھے ہوگا اُس سے کیونکر جانبر ہوسکونگی۔

یہی سوچتی ہوئی میں زینہ سے نیچے اتری اور پہاڑ کی طرف روانہ ہوئی۔ درختوں میں ہوکر میں پہاڑ پر چڑھ رہی تھی کہ ایکبارگی نقاروں کی آواز سنائی دی۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ جسوقت سپاہیوں کا خیال میرے دل میں تھا اُسی وقت یہ باجا بھی سنائی دیا۔ ایک لحظہ بعد لوگوں کے زور سے چلنے کی آواز بھی صاف آنے لگی اور معلوم ہوتا تھا کہ میری طرف آرہے ہیں۔ جب وہ نزدیک پہونچے تو میں نے دیکھا کہ یہ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا اور دو افسر گھوڑوں پر اُس کی کمان میں تھے۔ ان دونوں میں جو آگے تھا وہ صورت آشنا معلوم ہوتا تھا اور اُسے دیکھکر میرا دل بیساختہ دھڑکنے لگا۔ جب وہ وہاں پہونچا جہاں میں کھڑی ہوئی تھی تو مجھے دیکھکر اُس نے ایک تعجب کا نعرہ مارا۔ میں نے جلدی سے آنکھ اُٹھاکر دیکھا تو علی بے تھے۔ جلدی سے گھوڑے سے کود پڑے اور اپنے ساتھی سے کچھ کہکر میرے پاس آئے۔

علی بے۔ (متحیر ہوکر)۔ ہاجرہ! پیاری کیا جب سے تم یہیں ہو؟

میں۔ (کسیقدر شرماکر) جی ہاں۔ آپ جانتے ہیں کہ۔

علی بے۔ (جلدی سے قطع کلام کرکے)۔ مجھے سب معلوم ہے۔ اُسوقت تم نے بھاگنے ہی میں اپنی سلامتی دیکھی اور نافذ کو خود کردہ کے بھگتنے کے لئے چھوڑ دیا۔ تدبیر تو یہ ضرور اچھی تھی اس لئے کہ تھوڑے دنوں کے لئے ہر قسم کا فساد رفع ہوگیا تھا۔

سپاہی آگے نکل گئے تھے اور ہم دونوں تنہا تھے۔

میں (گھاس پر بیٹھکر) سب کیسے ہیں؟ مجھے ہر ایک کا حال سنایئے۔ مکان کی خیر و خبر دریافت کرنے کے لئے میں از حد پریشان اور بیقرار رہی ہوں۔

علی بے ۔ سوائے خانم آفندی کے اور سب اچھی طرح ہیں ۔

میں ۔ (گھبرا کر) کیا وہ بیمار ہیں؟ عارضہ کیا ہے؟

علی بے ۔ اب کوئی مرض انہیں نہیں ستا سکتا گذشتہ سال انہوں نے قضا کی ۔

میں نے اپنا سر ہاتھوں پر جھکا لیا مجھے یہ خبر سنکر سخت صدمہ ہوا اور کئی منٹ بعد انکی موت کا یقین ہوا اس لئے کہ اب تک خانم آفندی کا مغرور چہرہ اور لانبا قد میری نظروں کے سامنے پھر رہا تھا اور یہ خیال ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ مر گئیں ۔

میں ۔ (گھبرا کر) بہت برا ہوا ۔ کس عارضہ سے قضا کی؟

علی بے ۔ انکے دل کو بڑا صدمہ پہونچا تھا ۔ پہلی مرتبہ وہ اُسوقت بیمار ہوئیں جبکہ نافذ پیرس گئے تھے ۔ عطیہ سے شادی ہونے کے بعد اُن کی طبیعت کسی قدر سنبھلی لیکن نافذ کی پریشانی اور تکلیف اُن سے نہیں دیکھی جاتی تھی (پھر میرے چہرے کی گھبراہٹ دیکھکر) نافذ نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں ۔ اُس شادی کا نتیجہ اچھا نہوا ۔ عطیہ خانم بُری صحبت میں پڑ گئیں اور روز بروز اُن کی عادتیں خراب ہوتی گئیں ۔ خانم آفندی سے بھی اُن سے نہیں بنتی تھی حتی کہ نافذ بے گھر چھوڑ کر علیحدہ رہنے لگے ۔ گو عطیہ اُن کو محبت نہ تھی تاہم صبر و استقلال کے ساتھ وہ نہایت اچھی طرح اُنکے ساتھ پیش آتے تھے اور اُن کی شکایتیں سن سن کر اُنہیں بڑا صدمہ ہوتا تھا ۔ اولاً اُنہوں نے عطیہ کو بیجا حرکتوں سے روکنے کی کوشش کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صرف اُن سے ڈرنے لگیں اور خفیہ طور پر وہ وہ باتیں کیں جو پہلے کبھی نہیں کی تھیں ۔ آخرش نوبت باینجا رسید کہ عطیہ نے ایک روز صاف کہدیا کہ وہ اس طرح مقید اُنکے ہمراہ نہیں رہنی کی اور دونوں میں علیحدگی ہو گئی ۔ تھوڑے دن بعد عطیہ نے سلطان کے کسی یاور (ایڈی کانگ سے) نکاح کرنے کی غرض سے خلع چاہا اور نافذ نے اسے منظور کیا ۔ یہ آخری

چوٹ ایسی تھی کہ خانم آفندی اس سے جانبر نہ ہو سکیں - گو نافذ نے کبھی اُن سے کوئی شکایت نہ کی تاہم وہ دل میں قایل ضرور تھیں کہ نافذ کی زندگی اُنھیں نے برباد کی تھی - اسکے بعد وہ چند روز اور زندہ رہیں کہ دل میں ایک قسم کا زخم پیدا ہوا اور اُسی سے اُنہوں نے قضا کی -

یہ سنکر میں بہت روئی اور ذرا دیر ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے - اس کے بعد جو علی بے دوبارہ ہمکلام ہوئے تو اُن کی آواز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خوشخبری سنانے والے ہیں -

علی بے - نافذ آجکل طرابزون میں ہیں - اعلانِ جنگ تک میری فوج کو وہیں قیام کرنے کا حکم ہوا ہے - اس لئے مجھے اُن سے ضرور ملاقات ہوگی - میں اُن سے تمہارے اتفاقیہ ملنے کا ذکر کروں گا اور سکان بھی لکھدوں گا اس لئے کہ نصر اللہ پاشا تمہاری خیر و عافیت سنکر خوش ہونگے - کہو تو تمہاری طرف سے بھی کچھ لکھدوں -

میں (شرماکر) - میری طرف سے سبکو کلماتِ شوق و محبت لکھ دیجیگا - اور نیز یہ کہ اُنکی عنایتوں کی کرنیں ہر دم ممنون و مشکور رہتی ہوں اور ہمیشہ رہوں گی -

علی بے - اچھا - اور نافذ سے کیا کہوں - یاد رکھو کہ اگر کسی اناطولیہ کے ترک سے تمہاری شادی نہیں ہو چکی ہے تو اب نافذ کے ساتھ ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہے -

میں (دبی ہوئی زبان سے حالانکہ میرے دل میں اُسوقت نئی اُمیدیں جوش زن تھیں اور تمام دنیا آنکھوں کے سامنے ہیطرح خوشنما معلوم ہوتی تھی) - لیکن شاید اب اُنکی طبیعت ویسی نہ رہی ہو؟

علی بے - (خوب ہنسکر) - بس اسی قدر؟ تو میں اُن سے کہدوں کہ تمہیں شادی کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے بشرطیکہ وہ بھی اپنے پرانے ارادے پر قایم ہوں؟ (پھر مجھے شرماتے

دیکھکر اور پیار کرکے) ادہم بے نے اُس زمانہ میں ایک بار تمہارا حال دل سنکر تمہیں پیار کیا تھا
میں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت تمہارے عزیز ہونے کے مجھے حق حاصل ہے کہ اسوقت اُن کی
تقلید میں بھی کروں - لو خدا حافظ اب مجھے اپنے سپاہیوں سے ملنا چاہیئے -

باب ہیزدہم

علی بے کی ملاقات کے بعد ایک مہینہ بات کی بات میں گذر گیا - جنگ اب زور شور سے
ہو رہی تھی اور نافذ بے کی جان کا خوف ہر روز ایک نئے انداز سے مجھے پریشان کیے رہتا
تھا - نہ تو قسطنطنیہ سے اور نہ نافذ بے کے پاس سے کسی قسم کا نامہ و پیام میرے پاس آیا
تھا جسکی وجہ سے میرے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ علی بے نے کہیں اپنے اس خیال میں غلطی
نکی ہو کہ مکان پر سب مجھسے ملنے کے از حد مشتاق تھے - لیکن ایک روز صبح کے وقت جبکہ
میں باورچیخانہ میں تھی کسی نے دروازہ پر دستک دی اور ایک لحظہ بعد بی گلفدا گبرائی ہوئی
میرے پاس آئیں -

بی گلفدا - ناجرہ کوئی شخص تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ نصر اللہ پاشا
کے ہاں سے آیا ہوں -

میں جلدی سے دوڑ کر گئی اور دیکھا کہ ادہم بے ہیں -

ادہم بے (میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اور زور سے دبا کر) ناجرہ میں تمہیں گھر لیجانے
آیا ہوں - نافذ تو اسوقت میدان جنگ میں ہیں لیکن اباجان نے مجھے بھیجا ہے اور

نافذ کی دولہن کے واپس بلاتے ہیں۔
رنج ہوگیا اور ادہم بے میرا ہاتھ جلدی سے چھوڑ کر کھڑکی کی طرف
بعد پھر میرے پاس آگئے۔
دل پیاری کل چل سکوگی ؟ میں جلد واپس جانا چاہتا ہوں۔
روز بی گافقا اور شیخ کا تہ دل سے شکریہ ادا کر کے ہم دونوں وہاں سے روانہ
۔ قسطنطنیہ میں ولیہ خانم اور حمیدہ خانم نے بڑی خوشی سے میرا خیر مقدم کیا
مجھے دیکھکر باغ باغ ہوگئیں اس خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے صفیہ خانم مع عزت پاشا
کے وہاں موجود تھیں معلوم ہوا کہ اُس آتش زدگی کے دو چار مہینے بعد حافظ پاشا نے قضا
کی اور صفیہ خانم قسطنطنیہ چلی آئیں۔ نصر اللہ پاشا میرے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے
اور بڑی محبت سے مجھے پیار کیا۔

نصر اللہ پاشا۔ ہاجرہ یہ ممکن ہے کہ تم ہم سب کو معاف کردو؟ ہماری وجہ سے تم کو
بیحد مصیبتیں اٹھانی پڑی ہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمہاری اور اُس غریب لڑکے کی زندگی
اتنے عرصہ ہمارے ہی سبب سے اتنی خراب ہوئی۔

میں۔ (شرماکر) یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کی اور ادہم بے کی مہربانیاں میں کسی طرح
نہیں بھول سکتی آپ ہی دونوں بزرگ میرے یہاں دوبارہ آنے کے باعث ہوئے ہیں
ورنہ میری تمام عمر اسی فکر و پریشانی میں بسر ہوتی کہ نافذ بے کے رنج و مصیبت کا سبب صرف
میں ہوئی۔

اس کے بعد کئی مہینے بڑے اضطراب اور پریشانی میں گزرے جنگ کی خبریں عجیب
اُمید و بیم کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں۔ نافذ بے اور علی بے دونوں پلونا میں تھے اور وہاں
کے بے نظیر مقابلہ کا حال ہم لوگ نہایت فخر کے ساتھ پڑھتے تھے۔ آخر شش جلیع امید منودا

ہوئی اور اُن دونوں کی خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ سب نے سجد
آنے میں پھر بھی ابھی عرصہ تھا لیکن خدا نے وہ دن بھی بہت جلد دکھ
کے دیے کشتی پہنچ گئی اس لیئے کہ ہم لوگ دیہات والے مکان میں۔
میں چلی گئی اور وہاں اُنکے آنے کی منتظر رہی۔ اُنہوں نے اپنے کسی خط میں
نہیں کیا تھا اس لیئے میرے دل میں یہ خلش تھی کہ کہیں وہ مجھے بھول نہ گئے ہوں
سمندر کی طرف دیکھتے دیکھتے آنکھیں دُکھنے لگیں۔ اگر وہ مجھے واقعی بھول گئے
ہوں گے تو میری نسبت کیا خیال کرینگے؟ یہ کہ بلا اُنکے بلائے ہوئے میں وہاں موجود
تھی۔ اگر اس وجہ سے وہ مجھے شوخ اور گستاخ سمجھیں تو بیجا نہ ہوگا۔ دل سے اسی طرح کی باتیں
کر رہی تھی کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور اپنی جگہ سے ایک ذرا بھی حرکت
نہ کرنے پائی تھی کہ کسی نے بڑے زور سے اور عجیب اشتیاق سے مجھے سینے سے لگالیا
اور میرا تمام شک و شبہ رفع ہوگیا۔ چند لحظہ بعد میں نے اپنا سر اُٹھایا اور اُن سے آنکھیں
چار کیں۔ فرط مسرت سے اُنکی نگاہ کچھ اِس انداز سے مجھ پر جمی ہوئی تھی کہ میری آنکھوں
میں بھی مارے خوشی کے آنسو بھر آئے۔ لیکن اتنی ہی دیر میں میں نے معلوم کرلیا
کہ پیشتر کی بہ نسبت اُن کا چہرہ کسقدر بدلا ہوا تھا۔ وہ پہلی سی زندہ دلی اور بشاشت
چہرہ سے نہیں پائی جاتی تھی۔ زیادہ زرد ہوگئے تھے اور پیشانی پر گہری شکنیں پڑی
ہوئی تھیں جو کہ فکر و پریشانی کی خبر دیتی تھیں۔ لیکن گو اِسوقت اُنہیں اور کوئی حسین نہ
کہتا تاہم میں تو اُنہیں اب تک اپنا مجنوں سمجھتی تھی اور خود اُنکی لیلیٰ تھی۔

میں۔ (نہایت دھیمی آواز سے اور بڑے پیار سے) میری جان۔ آخر ہم دونوں پھر
مل گئے! اور اس مرتبہ یہ محض خواب نہیں ہے۔

تاقدسیلے (جلدی سے)۔ نہیں پیاری۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اب اور میں تمہاری